جامع کمالات فضائل انسانی حاوی مکارم اخلاق نفسانی عظمیٰ

اخلاق ناصری

کا

اُردو ترجمہ

مُصنفہ

منشی نظام الدین جلال آبادی

۱۸۹۱ء

مطبع منشی نولکشور لاہور میں چھپا

THE

"MITRA VILASA" PRESS.

ESTABLISHED IN 1863 A.D.

"मित्र विलास" यन्त्रालय लाहौर

जो इकत्तीस वर्ष से स्थापित है।

۱۷۳

مطبع متر ولاس لاہور

جو لاہور میں ۳۱ برس سے بڑی کامیابی سے جاری ہے

اس کارخانہ میں سب قسم کا کام انگریزی دیوناگری عربی فارسی گورمکھی شاستری بنگلہ کشمیری وغیرہ وغیرہ زبانوں و حروف میں بڑی عمدگی اور صفائی سے ہوتا ہے اشتہار چٹھی بل چک رسید کتاب رسالہ اخبار شادی و غمی کے کارڈ لفافہ وغیرہ کا کام نیلے پیلے لال ہرے سنہرے روپہرے رنگوں میں بڑی صفائی اور خوبصورتی سے ہوتا ہے چھاپہ کا سب سامان ہمیشہ عمدہ رہتا ہے سستی مہنگی سب طرح کی چھپائی ہوتی ہے ٭ زیادہ حال منیجر مطبع ہذا سے دریافت کرنے پر معلوم ہو سکتا ہے ٭

مطبع متر ولاس لاہور شیرانوالہ دروازہ متصل پولیس لین

نافع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ اخلاق ناصری بعبارت اُردو سلیس طور پر

جبکہ مطلوب اِس کتاب کا ایک جُزو اجزائے حکمت سے ہے اِسلئے
پہلے بیان کرنا معنی حکمت کا اور منقسم ہونا اوسکا چند اقسام پر لازم اور
ضروری ہوا تاکہ معنی اوس چیز کے جبکا اِسمیں ذکر اور بحث ہے معلوم
ہوجاویں۔ پس بیان کرتاہوں میں کہ معنی حکمت کے نزدیک اہل
دانش کے جاننا ہر چیز کا ہے جیساکہ اصل میں وہ چیز ہو اور عمل
کرنا امورات میں جیساکہ چاہئے بقدر طاقت انسانی کے تا نفس انسانی
جس کمال کے حاصل کرنے کیواسطے اسکی اصلی توجہ ہے اوسپر فائز ہو
جب معنی حکمت کے یہ ہوئے پس حکمت منقسم ہوئی اوپر دو قسم کے ایک
علم دوسرا عمل علم خیال کرنا حقیقت ما موجودات کا اور تصدیق کرنا احکام اور
لوازم اوسکے کا جیساکہ نفس الامر میں ہوں عمل کثرت استعمال کا صناعات
میں مراد ظاہر کرنے ایک شئے کے قوۃ سے فعل پر اِس شرط سے کہ وہ
حد نقصان سے کمال کو پہونچے بموجب طاقت بشری کے جو شخص اِن دونوں
وصفوں سے متصف ہو اسکو حکیم کامل اور انسان فاضل جاننا چاہیئے اور
رتبہ اوسکا اعلیٰ درجہ کے مراتب بنی نوع انسان میں شمار کیا جاوے گا +
اللہ تعالیٰ جلشانہٗ نے وصف حکمت میں فرمایا ہے یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ
مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا یعنے اللہ تعالیٰ
دیتا ہے حکمت جسکو چاہتا ہے اور جو شخص دیا گیا ہے حکمت پس لا
پائیگی بہت جب معنی علم حکمت کے جاننا تمام چیزوں کا ہے جیساکہ وہ
اصل میں ہیں اور کثرت استعمال کے کاموں میں جیساکہ چاہیئے۔ پس

جتنی قسموں پر موجودات منقسم ہے اوتنی ہی اقسام پر حکمت منقسم ہے۔
موجودات دو قسم ہیں ایک وہ کہ وجود اُنکا موقوف اوپر حرکات ارادی
اشخاص بشری کے نہو دوسرا وہ کہ وجود اُنکا تصرف اور تدبیر انسانی پر
منحصر ہو۔ پس بموجب اس انقسام کے علم احوال موجودات کا بھی دو قسم
پر منقسم ہوا ایک علم پہلی قسم موجودات کا اسکو حکمت نظری کہتے ہیں
دوسرا علم دوسری قسم موجودات کا اسکو حکمت عملی کہتے ہیں۔ حکمت نظری
کے دو قسم ہیں ایک جاننا اُن چیزوں کا کہ آمیزش مادہ کی اوسکے وجود
کے واسطے شرط نہو۔ دوسرا جاننا اُن اشیاء کا کہ جب تک مادہ اُنمیں مختلط
نہو وہ شئے موجود نہوسکے اور یہہ دوسرا قسم حکمت نظریکا پھر دو قسموں پر
منقسم ہے۔ ایک وہ کہ اگرچہ آمیزش مادہ کے شرط موجود ہونے اُسکے کی
ہے مگر دریافت اور تصور وجود اُسکے کے واسطے اعتبار اختلاط مادہ کا شرط
نہو۔ دوسرا وہ کہ تصور اور علم اوسکا بھی باعتبار اختلاط مادہ کے حاصل ہو
پس اس سبب سے حکمت نظری تین قسموں پر منقسم ہوئی پہلی قسم
کو علم مابعد الطبیعتہ کہتے ہیں دوسرے کو علم ریاضی تیسرے کو علم طبعی
اور ہر ایک ان تینوں علموں سے مشتمل ہیں اوپر چند جزو کے جو بعضے انہیں
سے مثل اصول کے ہیں اور بعضے بمنزلہ فروع کے۔ اصول پہلے علم یعنے
علم مابعد الطبعتہ کے دو فن ہیں ایک جاننا ذات پاک اللہ تعالیٰ کا اور مقربان
بارگاہ اوسکے کا جو اوسکے حکم سے وہ مقرب بارگاہ کے سبب اور موجب پیدایش
دیگر موجودات کے ہوئے ہیں مثل عقول اور نفوس کے اور احکام اور
افعال اُن کے۔ اس فن کو علم آلہی کہتے ہیں۔ دوسرا فن جاننا امور کلی کا جو
متعلق احوال موجودات کے ہو اس حیثیت سے کہ وہ موجود ہیں مثل وحدت
وکثرت و وجوب و امکان وحدوث و قدم اور سوائے اسکے۔ اسکو فلسفہ کہتے
ہیں۔ فروع علم مابعد الطبعتہ کے چند نوع ہیں مثل معرفت نبوت و امامت
واحوال عاقبت وغیرہ مثل اسکے۔ اصول علم ریاضی کے چار ہیں پہلا جاننا
مقادیر اشیاء کا اور احکام اور لوازم مقادیر کا اسکو علم ہندسہ کہتے ہیں۔
دوسرا جاننا اعداد اور خواص اعداد کا اسکو علم عدد کہتے ہیں۔ تیسرا جاننا
اختلاف اوضاع اجرام علوی کا نسبت ایک دوسرے کے اور نسبت اجسام
سفلی کے اور اندازہ حرکات اور اجرام کا اور بُعد اُنکے کا اسکو علم ہیئت

کہتے ہیں احکام نجوم کے اِس نوع سے خارج ہیں۔ چوتھا جاننا نسبت مؤلف
اور احوال اوسکے کا اسکو علم تالیف کہتے ہیں جب اِس فن تالیف کو صوت
اور آواز کے کام میں لاوینگے باعتبار مناسبت ایک آواز کے دوسری آواز
سے اور بلحاظ مقدار زمانہ حرکت اور سکون اُس آواز کی تو اسکو علم موسیقی کہیں
گے۔ فروع علم ریاضی کے چند قسم ہیں علم مناظرہ علم مرایا، علم جبر و
مقابلہ علم جرثقیل وغیرہ اصول علم طبعی کے آٹھ قسم ہیں پہلا جاننا مبادی
متغیرات یعنے جو اصل اور بنیاد ہیں واسطے تغیر دینے کے مثل زمان و مکان
و حرکت و سکون اور نہایت و لا نہایت وغیرہ اسکو اسماء طبعی کہتے ہیں دوسرا
جاننا اجسام بسیط و مرکبہ اور احکام بسایط علوی اور سفلی کا اسکو اسماء اور
عالم کہتے ہیں تیسرا جاننا ارکان و عناصر کا اور مبدل ہونا صورت کا اوپر مادہ
مشترک کے اسکو عالم کون اور فساد کا کہتے ہیں چوتھا جاننا موجبات اور اسباب
پیدا ہونے حوادث ہوائی اور اراضی کا مانند رعد و برق و صاعقہ و باران
و برف و زلزلہ وغیرہ مثل اسکے اسکو آثار علوی کہتے ہیں۔ پانچواں جاننا اشیاء
مرکبات اور کیفیت ترکیب اوسکے کا اسکو علم معادن کہتے ہیں۔ چھٹا جاننا اجسام
نامیہ اور نفوس اور قوتوں اوسکے کا اسکو علم نبات کہتے ہیں ساتواں جاننا اُن
اجسام کا جو بحرکت ارادی متحرک ہیں اور مبادی حرکات اور احکام نفوس
اور قوتوں اُنکے کا اسکو علم حیوان کہتے ہیں آٹھواں جاننا احوال نفس ناطقہ
انسانی کا اور کیفیت تدبیر اور تصرف کرنے اوسکے کے بدن میں اور سوائے
بدن کے اسکو علم نفس کہتے ہیں فروع اِس علم طبعی کے بھی بہت ہیں
مانند علم طب و علم احکام و نجوم علم فلاحت وغیرہ۔ مگر علم منطق کا جو
حکیم ارسطاطالیس نے ایجاد کیا ہے اور قوۃ سے فعل میں لایا ہے وہ
علم مشتمل اور محدود ہے اوپر جاننے کیفیت چیزوں کے اور طریق حاصل کرنے
مجہولات کے یعنی نامعلوم چیزونکے علم حاصل کرنیکا طریقہ اُس سے حاصل
ہوتا ہے پس درحقیقت وہ علم بمنزلہ آلات کے ہے واسطے تحصیل دیگر علوم
کے۔ تمام اقسام حکمت نظری کے یہی ہیں +

اما حکمت عملی وہ جاننا مصلحتہائے حرکت ارادی اور افعال صناعی انسانوں
کا ہے اوپر اُس طریق کے کہ وہ پیدا کرے انتظام احوال معاش اور معاون
نوع انسان کا اور موجب ہووے پیدا کرنے اُس کمال کا کہ جسکے انجام

لگے ہیئے توجہ ہے - وہ بھی دو قسم پر منقسم ہے ایک وہ کہ رجوع اور حصر اُسکا خاص تنہا ایک شخص ہی کے ذات پر منحصر ہو دوسرا وہ کہ رجوع اُسکا بشارکت ایک جماعت کے ہو - اور یہ دوسرا قسم پھر دو قسم پر منقسم ہے ایک وہ کہ رجوع اُسکا ایک ایسی جماعت کے ساتھ ہو کہ مشارکت اُنکے باہم ایک منزل اور ایک شھر میں ہو دوسرا وہ کہ مشارکت اس جماعت کی باہمد گر ایک شہر یا ولایت یا اقلیم اور مملکت میں ہو - پس حکمت عملی بھی منقسم ہوئی اوپر تین قسم کے پہلی قسم کو تہذیب اخلاق کہتے ہیں دوسرے کو تدبیر منزل تیسرے کو سیاست مدن جاننا چاہئے کہ موجب اخلاق نیک اور افعال پسندیدہ نوع انسان کا جو متضمن ہووے اوپر انتظام امور اور احوال اُنکے کے اصل میں یا طبع ہوگی یا وضع لیکن جو افعال کہ سبب اُسکا طبع ہے اُنکی وہ صفت ہے جو مقتضائے اُنکا عقل اہل بصارت اور تجربہ دانشمندوں کا ہے اور وہ انقلاب دور زمانہ اور مختلف ہونے حالات جہانسے متبدل اور متغیر نہیں ہوتے - یہہ اقسام حکمت عملی سے ہیں جو بیان کیئے گئے ہیں - اور وہ افعال جو مبتداء اُسکا وضع ہو اگر وہ وضع اتفاق رائے ایک جماعت سے ہو تو اُسکو اداب اور رسوم کہتے ہیں اگر سبب اُس وضع کا اقتضائے رائے ایک ایسے بزرگ کا ہو جو تائید آلہی سے مؤید ہووے مثل پیغمبر یا امام کے اِسکو نوامیس آلہی کہتے ہیں اور یہہ تین قسم پر ہے پہلا وہ قسم کہ ایک ایک بشر انسانی پر واجب ہے مثل عبادات اور احکام کے دوسرا وہ کہ رجوع اسکا بشارکت اہل منزل کے ہو مانند نکاح وغیرہ معاملات کے تیسرے وہ کہ رجوع اُسکا اہل شہر اور اقلیم کے ساتھ ہو مانند حدود اور سیاسات کے اِس علم کو فقہ کہتے ہیں - جب مبداء ایسے افعالوں کا وضع ہے تو انقلاب احوال زمانہ اور تغیر روزگار اور متبدل ہونے حالات انسانوں سے متبدل ہوجاتے ہیں - یہہ قسم ازروئے تفصیل کے اقسام حکمت سے خارج ہے کیونکہ نظر حکیم کی منحصر اور محدود ہے اُپر اُن فضائل کلی اور اخلاق عقلی کے جو تغیر اور تبدل سے محفوظ ہوں اور پورانے ہونے مذاہب وغیرہ سے متبدل نہووں مگر ازروئے اجمال کے داخل مسائل حکمت عملی کے ہؤا ہے چنانچہ پیچھے سے احوال اِسکا اپنے محل پر بیان کیا جائیگا - انشا اللہ تعالےٰ

ابتداء غرض مطلوب میں اور فہرست کتاب کی فصلونکی

بموجب اِس مقدمہ کے جو بیان کرنے اقسام علوم حکمت میں مذکور ہُوا کہ حکمت
عملی کی تین شاخیں ہیں اوّل حکمت خلقی دوم حکمت منزلی سیوم حکمت مدنی
پس واجب ہُوا بنیاد رکھنا اِس رسالہ کا جو مشتمل ہے اوپر اقسام حکمت عملی کے
اوپر تین مقالہ کے اور ہر ایک مقالہ مشتمل ہے اوپر ایک قسم کے اِن اقساموں
سے اور ہر ایک قسم مشتمل ہے اوپر چند فصل کے بموجب علوم اور مسائل کے
اُس طرز پر جو اُس مقالہ میں مندرج ہیں*

فہرست کتاب

یہ مشتمل ہے اوپر دو قسم کے پہلا قسم بیچ بیان کرنے مبادی کے اور وہ مشتمل
ہے اوپر سات فصلوں کے پہلی فصل بیچ معلوم کرنے موضوع اور مبادی
اِس علم کے دوسری فصل بیچ معلوم کرنے نفس انسانی کے جسکو نفس ناطقہ
کہتے ہیں تیسری فصل بیچ شمار کرنے قوتوں نفس انسانی کے اور فرق کرنے
اُسکے دیگر قوائے سے چوتھی فصل بیچ بیان کرنے اثبات کے کہ انسان
اشرف موجودات عالم کا ہے پانچویں فصل بیچ اِس بیان کے کہ نفس انسانی
کیواسطے کمال اور نقصان ہے چھٹی فصل اِس ذکر میں کہ کمال نفس انسانی کا
کِن کِن باتوں میں ہے اور رَد کیئے ہیں اُن اشخاص کے اقوال جنہوں نے اثبات
میں کلمۃ الحق سے مخالفت کی ہے ساتویں فصل بیچ بیان کرنے معنے خیر
اور سعادت کے جو مطلوب اور غایۃ غائی کمال حاصل کرنے کا ہے دوسرا
قسم مقاصد کے بیان کرنے میں ہے اور مشتمل ہے اوپر دس فصلوں کے پہلی
فصل تعریف اور حقیقت خلق کے بیان میں اور اثبات کا ذکر کہ تغیر اخلاق کا
ممکن ہے دوسری فصل اثبات کے بیان میں کہ فن تہذیب اخلاق کا سبب فنون
سے شریف تر ہے تیسری فصل اِس ذکر میں کہ اجناس فضائل کے کہ مکارم
اخلاق اُس سے مُراد ہے کسقدر ہیں۔ چوتھی فصل اُن انواع کے بیان میں
جو تحت انواع فضیلتوں کے ہیں۔ پانچویں فصل بیچ بیان اور حصر اُن اخلاق
کے جو ضد فضیلتوں کے ہیں جنکو رذائل کہتے ہیں چھٹی فصل بیچ فرق اور
امتیاز کرنے فضیلتوں کے اور اُن چیزوں کے جو فضیلتوں سے مشابہت رکھتے
ہیں اور در اصل فضیلت نہیں ہیں ساتویں فصل بیچ ذکر شرف عدالت کے
دیگر فضائل سے اور تشریح احوال اور اقسام اُسکے کے آٹھویں فصل بیچ بیان

کرنے ترتیب حاصل کرنے فضیلتوں کے اور مراتب سعادت کے نویں فصل بیچ محافظت کرنے صحت نفس کے جو کہ اوپر محافظت فضیلتوں کے منحصر ہے دسویں فصل بیچ بیان کرنے علاج امراض نفس کے جو کہ اوپر زائل کرنے رذائل یعنے اخلاق بد کے موقوف ہے۔

دوسرا مقالہ بیچ بیان کرنے تدبیر منازل یعنے خانہ داری کے اور اوسمیں پانچ فصلیں ہیں۔ پہلی فصل بیچ بیان کرنے سبب احتیاج خانہ داری کی اور جاننا ارکان خانہ داری کا اور اظہار مقدمات اُسکے کا دوسری فصل بیچ ذکر سیاست اور تدبیر حفظ مال اور روزی کے تیسری فصل بیچ واقفیت حاصل کرنے سیاست اور تدبیر عیال کے چوتھی فصل بیچ علم سیاست اور تدبیر و تادیب اولاد کے اور رعایت رکھنے حق والدین کے پانچویں فصل بیچ جاننے سیاست اور تدبیر خدمتگاراں اور غلاماں کے۔

تیسرا مقالہ بیچ بیان کرنے سیاست مدن کے اسمیں آٹھ فصلیں ہیں پہلی فصل بیچ بیان کرنے سبب احتیاج تمدن یعنے سکونت شہر کے اور بیان کرنا ماہیت اور فضیلت اس علم کا دوسری فصل بیچ فضیلت محبت اور راستی کے جسپر پیوند اور رابطہ جماعات انسانوں کا موقوف ہے اور بیان کرنا اقسام اسکے کا تیسری فصل بیچ بیان کرنے اقسام جماعات اور شرح احوال مدن کے چوتھی فصل بیچ سیاست ملک اور اداب بادشاہوں کے پانچویں فصل بیچ سیاست خدمت اور تابعداران بادشاہوں کے چھٹی فصل بیچ بیان فضیلت دوستی صادق کے اور کیفیت برتاؤ کے دوستان صادق کے ساتھ ساتویں فصل بیچ بیان کرنے کیفیت برتاؤ کے عام لوگوں کے ساتھ آٹھویں فصل میں اُن نصیحتوں کا بیان ہے جو حکیم افلاطون نے بیان کیئے ہوئے ہیں اور ہر باب میں وہ سودمند اور نافع ہیں اور ختم کتاب کا اسی پر کیا جائیگا ذات پاک اللہ تعالی سے ہی ہے ہر امر کی توفیق۔

پہلے شروع کرنے مطلوب سے یہہ بات کہتا ہوں میں کہ جو کچھ اس کتاب میں لکھا گیا ہے مسائل حکمت عملی سے اوپر طریقہ نقل اور حکایات اور اخبار اور روایات کے حکماء متقدمین اور متاخرین سے وہ بجنسہ لکھا ہے بغیر اسبات کے کہ بیچ تحقیق کرنے حق کے اور باطل کرنے دروغ کے خیال کیا گیا ہو بموجب اپنی رائے اور اعتقاد کے کیسکو بہتر اور کسیکو ناقص تصور کیا جائے

پس اگر کسی صاحب سیر کنندہ اِس کتاب کو کسی نکتہ میں شبہ ہو یا کسی مسئلہ کو محل اعتراض کا جانے تو اُسکو جاننا چاہئے کہ محرر اِس کتاب کا ذمہ وار جواب کا نہیں ہے اور ضامن تشریح وجہ صواب کا نہیں ہے ہر ایک کو اللہ تعالی کے بارگاہ سے جو چشمہ فیض رحمت اور مصدر نور ہدایت کا ہے توفیق نیکی حاصل کرنیکی استدعا کرنی چاہیئے اور واسطے دریافت اصل حق کے اور حاصل کرنے خیر کلی کے ہمت مصروف رکھنی چاہئے تا مطالب جاودانی اور مقاصد دوجہانی پر فائز ہوں - اللہ تعالی ہی ہے صاحب فضل کا اور بخشنے والا عقل کا اُسی سے ہے ابتداء اور اسی کیطرف ہے رجوع اور انتہا -

پہلا مقالہ تہذیب اخلاق میں

اور وہ مشتمل ہے دو قسم پر ایک مبادی دوسرا مقاصد پہلا قسم مبادی کے بیان میں اور اسمیں سات فصلیں ہیں پہلی فصل مبادی اور موضوع اس نوع کے بیان میں - ہر ایک علم کا وہ موضوع ہوتا ہے کہ جس سے بحث کیجاتی ہے جیساکہ بدن انسانکا بیماری اور تندرستی کے لحاظ سے علم طب کا موضوع ہے اور مقدار علم ہندسہ کا - مبادی وہ ہوتے ہیں کہ اگر اس علم میں واضح نہوں تو دوسرے علم سے جو اس علم کی نسبت بلند مرتبہ پر ہے اُس سے واضح ہوں اُنکو وہاں سے لیکر اس علم میں مقرر کیا جائے جیساکہ مبادی علم طب سے ہے کہ عناصر چار سے زیادہ نہیں کیونکہ یہہ مسئلہ علم طبعی سے ظاہر ہوا طبیب کو چاہئے کہ علم طبعی سے لیکر علم طب میں مقرر رکھے - اسی طرح مبادی علم ہندسہ سے ہے کہ مقادیر متصلہ قارہ موجود ہیں اور نوع اسکے تین ہیں خط سطح جسم کیونکہ یہہ حکم بیچ علم الٰہی کے جسکو علم مابعد الطبیعۃ کہتے ہیں مقرر ہوا مہندس کو چاہئے کہ علم الٰہی سے اس حکم کو لیکر اپنے علم میں استعمال کرے - علم مابعد الطبیعۃ وہ ہے کہ تمام علموں کا انتہا اُسکے طرف ہے اِس علم کے مبادی غیر واضح نہیں ہوتے مسائل اُسکو کہتے ہیں کہ اس علم میں اُسکے بحث کیجائے اور خود تمام ہونا اُس علم کا اُنہیں پر منحصر ہوتا ہے - بیان اس مقدمہ کا علم منطق میں تمام ہے - جبکہ یہہ علم اخلاق کا وہ علم ہے کہ جسمیں یہہ ذکر ہے کہ نفس انسانی

کسطرح سے وہ اخلاق حاصل کرسکتا ہے جو تمام افعال اور کردار جو بالا رادہ صادر ہوویں سب پسندیدہ اور نیک ہوں پس موضوع اس علم کا نفس انسانی ہوا اس جہت سے کہ اُس سے افعال نیک یا بد صادر ہوسکتے ہیں بموجب ارادہ اُسکے کے - جب ایسا ہوا تو پہلے جاننا چاہئیے کہ نفس انسانی کیا ہے اور نہایت کمال اوسکے کا کیا ہے اور قوتیں اُسکی کون کون ہیں کہ جب اسکو ایسے وجہ پر استعمال کیا جائے جیسا کہ چاہئیے تو کمال اور سعادت جو مطلوب اُسکا ہے اُسکو حاصل ہو جاوے اور وہ کونسے چیزیں ہیں جو پہونچنے کمال سے اسکو مانع ہوتے ہیں تاکہ تمام امور پر جو پاک کرنے والیں نفس کی اور موجب نیکی اوسکی کا ہیں مطلع ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ عز اسمہٗ نے فرمایا ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا اور اکثر مبادی اس علم کے علم طبعی سے تعلق رکھتے ہیں اور محل بیان کرنے اس دلیل کا مسائل اُس علم کے ہیں مگر اس سبب سے کہ یہہ علم علم طبعی کی نسبت سے زیادہ تر نافع ہے تو جملہ ان مقدمات کا بالکل حوالہ اُس علم پر کرنا باعث محرومی طالبان اس فن کا ہے پس بروجہ اختصار حکایت کے طریق پر تھوڑا سا ذکر جو واسطے حاصل کرنے تصورات ان مطالب کے کافی ہو بیان کیا جائیگا اور بتمامہ بیان کرنا اور جمیع دلائل کا ظاہر کرنا اپنے مقام پر ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ -

دوسری فصل معرفت نفس انسانی میں ہے جسکو نفس ناطقہ کہتے ہیں

نفس انسانی ایک جوہر بسیط ہے خاصیت اوسکی یہہ ہے کہ ادراک اور دریافت کرنا معقولات کا بذات خود کرتا ہے اور تدبیر اور تصرف اُسکا اس بدن میں جو ظاہرا نظر آتا ہے اور جسکو اکثر لوگ انسان کہتے ہیں بوسیلہ قوتوں اور آلات کے ہے - اور وہ جوہر نہ جسم ہے اور نہ جسمانی اور نہ وہ معلوم ہوتا ہے کسی حواس کے ذریعہ سے - اس مقام میں ضرورت پڑی چند چیزوں کے بیان کرنیکی تا یہہ سلسلہ بات کا تمام ہووے - پہلے ثابت کرنا وجود نفس کا دوسرا ثابت کرنا جوہریت اوسکے کا تیسرا ثابت کرنا بساطت اُسکے کا چوتھا بیان اثبات کا کہ وہ جسم اور جسمانی نہیں پانچواں تحقیق اثبات کی کہ وہ مدرک

بالذات ہے اور متصرف بآلات چھٹا یہہ کہ وہ محسوس اور معلوم نہیں ہوتا کسی حواس
کے ذریعہ سے لیکن دفعہ اول میں جو ثابت کرنا وجود نفس کا مطلوب ہے تو اس
کے ثبوت کیواسطے کسی دلیل کی حاجت نہیں کیونکہ عقلمند کے نزدیک ہونا
اپنی ذات کا اور حقیقت اسکی کا سب اوروں سے زیادہ تر واضح اور ظاہر ہے
حتی سویا ہوا خواب کے حالت میں اور بیدار بیداری کے موقع پر اور مست
مستی کے بیہوشی میں اور ہشیار ہوشیاری کے حالات میں تمام چیزوں سے
غافل اور بیخبر ہوسکتا ہے مگر اپنے آپ سے یعنے ہستی اپنی سے غافل نہیں
ہوسکتا پس کیونکر ہو سکے جو دلیل بیان کریں اپنی ہستی پر کیونکہ خاصیت
دلیل کی یہہ ہے کہ ایک واسطہ درمیانی ہووے تا دلیل طلب کرنیوالے کو مدعا
پر پہونچاوے۔پس اگر اپنی ہی ہستی پر دلیل بیان کیجائیگی تو وہ دلیل واسطہ
ہوئی تنہا ایک چیز میں۔پس اپنے آپ کو ساتھ اپنے پہونچانا ہوا اور انسان
ہمیشہ اپنے ساتھ تو ہواہی کرتا ہے پس دلیل کہنے اپنی ہستی پر محال اور
باطل ہوئی۔دوسری دفعہ میں جو مطلوب ہے ثابت کرنا جوہریت نفس کا
تو ہم کہتے ہیں کہ جو موجود ہے سوائے ذات اللہ تعالی کے یا جوہر ہے یا
عرض تشریح اسکی بموجب اس محل کے اسیطرح پر ہے کہ جو شئے موجود ہے
یا وجود اسکا تابع کسی دوسرے موجود کے ہوگا جو اپنی ذات میں مستقل
ہے مانند سیاہی کے جو جسم میں حال ہے اور شکل تخت کی جو تابع وجود
لکڑی کے ہے۔کیونکہ اگر جسم نہو سیاہی بھی نہوگی اور اگر لکڑی یا مثل
اسکے اور کوئی شئے نہو تو صورت تختی بھی وجود نرکھے گی ایسے موجود کو
عرض کہتے ہیں۔یا وہ جسم اس صفت کا نہوگا بلکہ وہ اپنی ذات میں بغیر
تابعداری کسی اور جسم مستقل کے بذاتہ مستقل ہے مثل جسم اور چوب کے
جو مثال مندرجہ بالا میں مذکور ہے اسکو جوہر کہتے ہیں جب یہہ تقسیم مقرر
ہوئی تو کہتا ہوں میں کہ نہیں ہوسکتا کہ ذات اور حقیقت انسان کے عرض
ہووے کیونکہ خاصیت عرض کی یہہ ہے کہ وہ کسی چیز پر عارض ہو جو
وہ چیز اپنی ذات میں استقلال رکھتی ہو تا اوس عرض کو قبول کرے
اور اوٹھائے اور اسصورت میں انسان کی ذات قابل اور حامل صور معقولات
و معانی مدرکات کے ہے اور ہمیشہ ایک طرح کے معنے اور صورت اسمیں
منقوش ہوتے ہیں اور دوسرے زائل ہوتے رہتے ہیں اور یہہ خاصیت

منافی عرض ہونے کی ہے پس نفس انسانی عرض نہیں ہو سکتا جب عرض نہؤا تو جوہر ہونا اُسکا ثابت ہؤا۔
مگر بیان بساطت اوسکے کا اس طرح پر ہے کہ جو شئے موجود ہے یا لایق تقسیم قبول کرنیکے ہوگی یا نہوگی اور جو قابل تقسیم قبول کرنیکے نہیں ہے اسمقام میں اوسکو یہہ بسیط کہتے ہیں اور جو لایق تقسیم قبول کرنیکے ہے وہ مرکب - پس بیان کرتا ہوں میں کہ نفس ناطقہ تصور معنے واحد کا کرتا ہے کیونکہ نسبت اشیاء کے وحدت اور نفی وحدت کے ساتھ حکم کرتا ہے اور کسی نوع کے کثرت کو تصور نہیں کرتا جب تک کہ واحد کو جو جزو اُس کثرت کی ہے تصور نکرے اگر نفس کو قابل قسمت کے کہا جاوے تو منقسم ہونے محل سے انقسام حال کا لازم آتا ہے پس معنے واحد جو اسمیں حال ہیں وہ بھی قابل قسمت کے ہوئے اور یہہ محال ہے کیونکہ واحد قابل قسمت کے نہیں ہوتا پس یہہ بات لازم آئی کہ نفس منقسم نہوگا یا تصور معنے واحد کا نکریگا جب شق دوسری باطل ہے تو بسیط ہونا نفس کا ثابت ہوا اَلّا نہونا اوسکا جسم اور نہ جسمانی اس دلیل سے ثابت ہے کہ جو جسم ہے وہ مرکب ہے اور لایق قسمت قبول کرنیکے ہے اس دلیل سے کہ جو جسم کہ ہم فرض کرینگے جب وہ واسطہ ہوگا درمیان دو جسم دوسرے ہونگے اور وہ دونوں جسم اپنے دونوں طرف سے اُس جسم درمیانی کو مماس اور ملنے والے ہوں تو ضرور وہ درمیانی جسم جس جہت اور جانب سے ایک جسم کو مماس ہوا ہے اسی جانب سے دوسرے جسم کو مماس نہوگا ورنہ اُن دونوں جسموں کو باہم مماس ہونے اور ملنے سے وہ مانع نہوسکے گا اور اُسکو واسطہ درمیانی نکہا جائیگا جو پہلے فرض کر چکے ہیں اور تداخل اجسام بھی لازم آئیگا جب مماس ہونا اور ملنا دونوں جسموں کا جسم درمیانی کو مختلف جہتوں سے ہوا تو وہ ضرور لایق قسمت قبول کرنیکے ہوگا - جب جسم کا مرکب ہونا ثابت ہوا تو چیز جسمانی یعنے جو جسم میں حلول کرنیوالی اور سرایت کرنے والی ہے وہ بھی ضرورتاً مرکب ہوگئی کیونکہ منقسم ہونے محل سے انقسام حال کا لازم آتا ہے پس کوئی جسم اور جسمانی بسیط نہیں ہوتا اور نفس ناطقہ بسیط ہے یہہ بھی نہ جسم ہوا نہ جسمانی دوسری دلیل یہہ ہے کہ کوئی جسم کسی نقش اور صورت کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ پہلا نقش جو اسمیں منقش ہوا ہے زائل نہو جائے مثلاً ایک جسم جو مثلث شکل کا ہے جب تک اُس

سے صورت تثلیث کی زائل نہوگی وہ مربع نہ بن سکے گا ایک پارہ موم کا جسمیں نقش ایک مہر کا لگا ہوا ہے جب تک وہ نقش دور نہ ہوگا دوسری مہر کا نقش اُسمیں صورت پذیر نہیں ہوتا کیونکہ اگر باوصف قائم ہونے نقش اولین کے دوسرا نقش لگایا جاوے تو دونوں باہم ایسے مختلط ہونگے جو اُن دونوں میں سے ایک بھی تمام اور کمال نہ تصور کیا جائیگا اور یہہ حکم جملہ اقسام اجسام میں برابر ہے اور حال نفس ناطقہ کا برخلاف اِسکے ہے اِس دلیل سے کہ جسقدر صور معقولات اور محسوسات علی التواتر اُسپر وارد ہوں سب کو قبول کرتا ہے بغیر اسبات کے کہ پہلی صورتوں کا زوال ہووے بلکہ جمیع صورتیں ہیئت کاملہ اور تمامہ اپنے پر اُسمیں متمثل اور منقش رہتے ہیں اور ہرگز یہہ نوبت نہیں پہونچتی کہ کثرت صور متمثلہ سے وہ عاجز آجائے دوسرے کسی صورت کے قبول کرنے سے۔ بلکہ بہت منقش ہونا صورتوں کا اُسمیں اعانت اور مدد دینا اُسکو اوپر آسان قبول کرنے دوسرے صورتونکے۔ اور اسی سبب سے ہے کہ انسان جسقدر علم اور آداب زیادہ حاصل کریگا اُسیقدر فہم اور عقل اوسکی زیادہ تر ہوگی۔ یہہ خاصیت منافی خاصیت اجسام کی ہے پس نہونا نفس کا جسم متحقق اور ثابت ہؤا۔ تیسری دلیل اسی مدعا پر یہہ ہے کہ جو چیزیں کہ باہم ضد ہیں اُنکا ایک جسم میں بیچ ایک وقت کے جمع ہونا محال ہے کیونکہ ایک ہی چیز ایک حالت میں ہم سفید اور ہم سیاہ نہیں ہوسکتی اور جو کیفیت جس جسم کو لایق ہوتی ہے اُسکے لحوق کے باعث اُس جسم کو ایک طرحکی صفت عارض ہوجائیگی جیساکہ وہ گرمی سے گرم ہوجاتا ہے اور سیاہی سے سیاہ ہوجاتا ہے نفس ناطقہ کا حال برخلاف اِسکے ہے کہ صور متضادہ یعنے وہ صورتیں جو باہم ضد ہیں ایک ہی حال میں اُسمیں جمع ہوجاتے ہیں جیسا تصور سپیدی اور سیاہی کا ایک ہی حالتمیں کرتا ہے اور نیز تصور کیفیات اور عوارضات سے متکیف اور متصف نہیں ہوتا نہ تصور گرمی سے وہ گرم ہوتا ہے اور نہ تصور طول اور عرض سے وہ طویل اور عریض ہوجاتا ہے و علیٰ ہذالقیاس پس نفس جسم نہ ہؤا۔

چوتھی دلیل یہہ ہے کہ جو قوتیں جسمانی ہیں اور لذات بدنی کیطرف مائل ہوتی ہیں جیساکہ قوۃ باصرہ نیک صورتوں کے دیکھنے کے طرف اور قوت سامعہ

خوش آواز کے سننے کے لئے راغب ہیں اور اسی طرح قوائے شہوانی اپنے مطلوبات کے لذت کے جانب اور قوت غضبی تغلب اور تحکم کے طرف شایق ہے یہہ جملہ قوائے جسمانی اپنے مطلوبات کے حاصل ہونے سے قوت اور کمال پاتے ہیں اور نفس ناطقہ غلبہ اِن مدرکات اور ملذوذات جسمانی سے ضعیف تر اور مغلوب تر ہو جاتا ہے اِس سبب سے کہ استعمال لذات اور شہوات سے جسقدر نفس دور رہے اوسیقدر رائے اور معقولات صحیح اوسکو ظاہر ہوتے ہیں اور رغبت اور خواہش اوسکے واسطے معرفت الٰہی اور طلب امور شریف اور جاودانی کے جو امور جسمانی سے بہت بلند پایہ پر ہیں ہوتی ہے یہہ دلیل اثبات پر دال ہے کہ نفس نہ جسم ہے اور نہ جسمانی کیونکہ ہر چیز اپنی جنس سے قوت پکڑتی ہے اور ضد سے ضعیف ہوتی ہے اور نفس غلبہ جسمانیات سے ضعیف ہوتا ہے اور اُن چیزوں کے پرہیز کرنے سے قوت پکڑتا ہے پانچویں دلیل یہہ ہے کہ ہر قوۃ جسمانی سوائے اپنے محسوس خاص کے کسی چیز کا ادراک نہیں کر سکتی چنانچہ قوت باصرہ سوائے دیکھنے کے اور کچھہ کام نہیں کر سکتی اور سامعہ بجز سننے کے کسی شئے کو دریافت نہیں کرتی اور اسیطرح کوئی حس اور قوت خاص ذات اپنے احساس کو اور جو مافوق احساس کے ہووے حس اور دریافت نہیں کر سکتی جیساکہ قوت باصرہ نہ بینائی کو دیکھہ سکتی ہے اور نہ آنکھونکو اور نیز جو غلطی اِن حواس جسمانی کے پیچھے نہ اوس سے آگاہ اور مطلع ہوتے ہیں جیساکہ جسم آفتاب کا جو ایکسو ساٹھہ حصہ زمین سے بڑا ہے قوۃ باصرہ ایک بالشت کے برابر دیکھتی ہے اور اس تفاوت ظاہر سے آگاہ نہیں ہوتی اور جو کہ پانی کے کنارہ پر درخت ہوتے ہیں پانی کے اندر سے وہ معکوس اور نگونسار دکھلائی نہیں دیتے تو باصرہ ہرگز سبب اور علت اُنکے اُلٹا دکھلائی دینے کا دریافت نہیں کر سکتی اور اسیطرح غلطیاں دوسرے حواسوں کی ہیں اور نفس ناطقہ محسوسات جملہ حواس کو ایک ہی دفعہ ادراک کرتا ہے اور حکم کرتا ہے کہ یہہ آواز اِس مبصر کی ہے اور یہہ مبصر آواز کے قابل نہیں اور اسیطرح سے ادراک کرتا ہے کہ ہر ہر حس کی کیا کیا قوت ہے اور آلہ اُسکا کون ہے اور موجبات غلطی ما دوسرے حواسوں کو وہ ثابت اور دریافت کرتا ہے اور احکام اِن حواسوں کے حق اور باطل ہونے میں تمیز اور فرق کرتا ہے پس بعض

کو انھیں سے تصدیق کرتا ہے اور بعض کو تکذیب۔ یہہ امر مخفی نہیں ہے کہ یہہ
جملہ معلومات کچھ حواس جسمانی کے وسیلہ سے اُسکو حاصل نہیں ہوئی کیونکہ
جو چیز اُن حواس کو ہی حاصل نہیں ہے دوسرے نے کیا اُن سے حاصل
کرنی ہے جب حکم اُسکا باطل کرنے والا حکم حس کا ہے تو وہ حکم حس کے
طفیل سے کیونکر اُسکو حاصل ہو سکتا ہے پس ثابت ہوا کہ نفس انسانی حواس
جسمانی میں سے نہیں ہے بلکہ اُس سے شریف تر اور ادراک کیواسطے
کامل تر ہے ◆

ثبوت اسبات کا کہ نفس انسانی مدرک بالذات ہے اور متصرف بآلات اس وجہ
سے ہے کہ نفس اپنی ذات کا علم رکھتا ہے اور یہہ بھی جانتا ہے کہ میں اپنے
آپ کو جانتا ہوں۔ نہیں ہو سکتا کہ جاننا اُسکا کسی آلہ کے ذریعہ سے ہو جو
آلہ درمیان اُسکے اور ذات اُسکی کے وسیلہ ہوا ہو اور یہہ ہی سبب ہے
کہ جو چیز مدرک بآلہ ہے وہ اپنے آپ کو اور آلہ اپنے کو ادراک نہیں کر سکتی
جیسا کہ قوت باصرہ کے نظیر میں بیان کیا گیا ہے کیونکہ آلہ درمیان اُسکے اور
ذات اُسکے کے اور ذات اپنی کے واسطہ نہیں ہو سکتا یہہ ہی مراد حکماء کی
ہے اُس قول سے جو کہتے ہیں کہ عاقل اور عقل اور معقول نفس الامر میں
ایک ہی ہے۔ اور تصرف نفس کا بدن میں آلات کے وسیلہ سے ہوتا ہے اور
یہہ امر ظاہر ہے کیونکہ احساس حواسوں کے ذریعہ سے اور تحریک عضلات
اور اعصاب کے وسیلہ سے کرتا ہے تفصیل اسکی علم طبعی میں مقرر ہے ◆

ثبوت اسبات کا کہ وہ محسوس اور معلوم نہیں ہوتا حواس جسمانی کے ذریعہ سے
اِس دلیل سے ہے کہ حواس بدنی جسم اور جسمانیات کے سوائے اور کسی چیز
کو ادراک نہیں کر سکتے اور نفس نہ جسم ہے اور نہ جسمانی ہے پس محسوس
حواسوں سے نہیں ہو سکتا۔ واسطے آگاہی حقیقت نفس ناطقہ کے جو مطلوب
تھا بموجب ضرورت اِس موقع کے وہ میں نے بیان کر دیا اور یہہ مقدار کافی
ہے معرفت نفس ناطقہ کے لئے ◆

جاننا چاہئے کہ نفس ناطقہ بعد شکستہ ہو جانے ترکیب بدن کے باقی رہتا ہے

خلاصہ اسکا یہہ ہے کہ موجود ممکن میں بقا بالفعل ہوگی اور فنا بالقوۃ مگر محل اور دونوں کے دو ہونگے اور باہم تلاقی ہونگے اور ملاقی ہونا ضروری
بطریق حلول کے ہونا ہے پس موجودات باقی بالفعل باقی بالذات کے ساتھ بطریق حلول کے ہوتے یعنی فانی بالقوت محال اور
باقی بالفعل محل ہوگا اور حال اسکا سوختہ ہوتی ہے بالغرض پس فانی ہونا اِن دونوں کا خاصہ ہوا اور نفس اِن
دونوں میں سے نہیں کیونکہ وہ قائم بالذات ہے پس فنا اوسپر ناجائز ہوئی ◆

موت اُسپر وارد نہیں ہوتی بلکہ کسی وجہ سے معدوم ہونا اسکا جایز نہیں اِس دلیل
سے کہ جس موجود بالفعل کا فانی ہونا ممکن ہے بقا اُسمیں بالفعل ہوگی اور
فنا بالقوۃ پس چاہئے کہ محل بقا بالفعل کا غیر محل فنا بالقوۃ کا ہو کیونکہ
جس چیز میں بقا بالفعل موجود ہے اگر فنا بالقوۃ بھی بعینہ اُسی میں موجود
ہووے تو لازم آتا ہے کہ جب فنا قوۃ سے فعل میں آویگی تو وہ چیز ایک
ہی وقت اور ایک ہی حالتمیں جامع بقا اور فنا کے ہو اور یہہ محال ہے
پس چاہئیکہ جس چیز میں بقا بالفعل موجود ہے غیر اُس چیز کا ہو جسمیں
فناء بالقوۃ ہے مگر ضرور اِن دونوں چیزوں میں باہم ملاقات اور
اتصال ہوگا ورنہ ہمارا یہہ قول کہ اُسی چیز میں فنا بالقوۃ ہے صحیح نہوگا
کیونکہ متصف ہونا ایک چیز کا ساتھ اِمکان عدم چیز دوسری کے جو یہہ دونو
چیزیں باہم ضد ہیں مثل سیاہی اور سفیدی کے صحیح نہیں ہوتا جب
باہم ملنا اُن چیزوں کا فرض کیا جائے تو یہہ اِتصاف صحیح ہوگا مثل
متصف ہوئے جسم کے ساتھ امکان عدم اُس سیاہی کے جو اُسمیں حال
ہے اور ملاقات معنوی یا حال اور محل کے درمیان ہوگی یا درمیان دو
حال کے ایک محل میں اور ملاقات دو حال کی ایک محل میں اتفاقی
ہوتی ہے اور حال اور محل کی ملاقات ضروری ہوگی پس ملاقات اُس
چیز کی کہ بالفعل اُسمیں موجود ہے اُس چیز کے ساتھ کہ فناء بالقوۃ اُسمیں
ہے اوپر طریق حلول ایک کے دوسرے میں ہوگی۔ اور باقی رہنا حال کا
بعد فنا محل کے محال ہے۔ پس جو چیز کہ فناء بالقوۃ اُسمیں موجود ہے
اُسکا محل وہ موجود ہوگا جسمیں بقا بالفعل ہے اور اِس سے ثابت ہوا
کہ موجود بالفعل جو قابل فانی ہونے کے ہے محل کسی حال کا ہوگا اور حال
یا صورت ہوگی یا عرض پس وارد ہونا فنا کا سوائے صورت اور عرض
کے جایز نہوا۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ نفس کسی محل میں حال
نہیں بلکہ ایک جوہر قائم بالذات ہے نہ جسم ہے نہ جسمانی پس فانی ہونا
اُسکا جایز نہوا اور ترکیب بدنی کے دور ہونے سے وہ معدوم نہیں ہوتا
اگر کوئی شخص بخوبی تلاش اور جستجوئی کے ساتھ نظر کرے احوال اجسام
کیطرف اور ترکیب اور تالیف جسموں کے حال میں جو اجزائے متضادہ
سے مرکب ہیں اور فکر دقیق عمل میں لاوے اور عالم کون و فساد سے

باخبر ہوئے تو اُسکو معلوم ہوجائے کہ کوئی جسم بتمامہ معدوم نہیں ہوتا بلکہ اعراض واوضاع و ترکیبات و تالیفات و صور وکیفیات ایک محل محل مشترک پر متبدل ہوتے رہتے ہیں اور حامل اِن تمام احوال کا ہمیشہ قایم رہتا ہے مثلاً پانی ہوا بن جاتا ہے اور ہوا آتش ہوجاتی ہے اور مادہ اِن تمام صورتوں کا جسپر یہہ وارد ہوتے ہیں تمام حالتوں میں موجود رہتا ہے ورنہ ناممکن تھا کہ پانی ہوا ہوجائے اور ہوا آتش بن جائے اگر کوئی موجود بالکل معدوم ہوجائے اور دوسرا پیدا ہوجائے جو اِن دونوں میں کوئی چیز مشترک نہیں ہے تو یہہ نہیں ہم کہہ سکتے کہ یہہ موجود نو پیدا وہی پہلا موجود ہے - اور مادہ مشترکہ اجسام کا حامل قوت فنا صورتوں کا ہوتا ہے - جب مواد جسمانی قابل فنا کے نہیں ہے تو جواہر مجردہ جو آلودگی ہیولی سے پاک ہیں قابل ناقبول کرنے فنا کے بطریق اولی ہونگے - غرض اِسکے بیان کرنے سے یہہ ہے کہ تابیر او- غوص کرنیوالے اِس علم پر واضح ہوجائے کہ بدن ایک آلہ نفس کا ہے مانند آلات کاریگراں اور اہل حرفہ کے نہ جیساکہ بعض لوگ تصور کرتے ہیں کہ بدن محل یا مکان نفس کا ہے کیونکہ نفس جسم اور جسمانی نہیں جو محل اور مکان کا تعلق اُسکے واسطے ضروری ہو پس موت بدن کے بہ نسبت نفس کی یہہ مثال رکھتی ہے جیساکہ کسی صنّاع اور کاریگر کے پاس سے آلہ صناعت کا جاتا رہے یہہ مسئلہ کتب علم نظری میں بہُت تشریح اور دلایل حقیقی سے مذکور ہے اِسموقع پر اتنا ہی کافی تھا واللہ اعلم

تیسری فصل شمار کرنے قوتوں نفس انسانی کی بیان میں اور فرق کرنا اُنکا دیگر قوائے سے

نفس باعتبار اسم کے کئی معانی پر شامل ہے مگر اُن معانی سے جو متعلق اِس بحث کے ہیں تین ہیں - اول نفس نباتی جو ظہور آثار جملہ نباتات اور حیوانات اور انسانوں پر شامل ہے - دوسرا نفس حیوانی اِسکا تصرف جملہ انواع حیوان پر شامل ہے - تیسرا نفس انسانی کہ نوع اِنسان کا اِسی نفس کے طفیل دیگر حیوانات سے ممتاز اور مخصوص ہے اور واسطے ہر ایک نفس کے اِن نفوس سے چند قوتیں ہیں اور ہر ایک قوۃ اُنمیں

سے مبداء ایک فعل خاص کا ہے۔ نفس نباتی کے واسطے تین قوت ہیں۔
پہلی قوت کو غاذیہ کہتے ہیں۔ عمل اُسکا چار قوتوں کے تائید سے تمام ہوتا
ہے۔ جاذبہ ماسکہ ہاضمہ دافعہ دوسری قوت کو نامیہ کہتے ہیں اسکا فعل
قوت غاذیہ اور قوت معتبرہ کی تائید سے اتمام کو پہونچتا ہے۔ تیسری قوت
قوت مولدہ اسکا عمل قوت غاذیہ اور مصورہ کی تائید سے کامل ہوتا ہے
اور نفس حیوانی کیواسطے دو قوتیں ہیں ایک قوت ادراک آلی دوسری
قوت تحریک ارادی قوت ادراک آلی دو قسم پر ہے ایک وہ کہ آلات ادراک
اسکی کے حواس ظاہری ہیں اور وہ پانچ ہیں باصرہ سامعہ ذائقہ شامہ
لامسہ دوسری وہ جسکے آلات ادراک کے حواس باطنی ہیں اور وہ بھی
پانچ ہیں۔ حس مشترک خیال فکر وہم ذکر۔ قوت تحریک ارادی کے دو
قسم ہیں ایک وہ جو چیز نافع کے حاصل کرنیکے لیئے برانگیختہ کرتی ہے
اسکو قوت شہوی کہتے ہیں۔ دوسری وہ جو واسطے دفع کرنے مضر چیز
کے مستعد اور آمادہ کرتی ہے اسکا نام قوت غضبی ہے۔ نفس انسانی
کو جملہ نفوس حیوانات سے صرف ایک قوت سے خصوصیت ہے جسکو قوت
نطق کہتے ہیں یہہ قوت بغیر ذریعہ کسی آلہ کے ادراک معقولات اور تمیز
کرنا درمیان مدرکات مختلفہ کے کرتی ہے۔ پس جب توجہ اسکی واسطے
دریافت کرنے حقایق موجودات اور احاطہ کرنے اقسام موجودات کے ہوگئی
اس اعتبار سے اس قوت کو عقل نظری کہتے ہیں اور جب توجہ اسکی
تصرف کرنے موجودات میں اور تمیز کرنے امورات نیک اور بدمیں اور
پیدا کرنے انواع انواع صناعات کے بنظر انتظام معاش ہو ہا اس
اعتبار سے اس قوت کو عقل عملی کہتے ہیں اور بسبب منقسم ہونے
اس قوت کے دو قسم پر علم حکمت بھی دو قسم پر منقسم ہوا۔ ایک نظری
دوسرے عملی جیسا کہ ابتدا کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور تفصیل افعال
ان قوتوں کے اور اُن امور کے جو دلالت کرتے ہیں انکے وجود پر اور
فرق کرنا ہر ایک کا انہیں سے دیگر قوائے سے اور بحث اثبات کی کہ
مبداء ان قوتوں کا اشخاص حیوانی میں صرف ایک ہی نفس ہے یا
نفوس اور قوائے مختلفہ یہہ متعلق علم طبعی کے ہے اور اس موقع
پر اسقدر بیان کرنے سے مطلب یہہ ہے کہ تا درمیان اُن قوتوں کے

جنکے آثار اور افعال بموجب ارادہ اور قصد کے صادر ہوتے ہیں اور
کمال ہونا انکا کوشش اور کسب پر منحصر ہے اور اُن قوتوں کے
جنکے آثار صرف طبیعت پر ہی موقوف نہیں اور جسقدر اصل پیدایش
میں اونکو طاقت حاصل ہے اُس سے زیادہ کمال ہونا ناممکن ہے
فرق ظاہر ہوجاوے کیونکہ اصلی غرض اِس علم اخلاق کی پہلے
قسم کے ساتھ متعلق ہے۔ اور اِن جملہ قوتوں سے جو پیشتر بیان
کئے ہیں تین قوت ہیں جو مبادی اُن افعال اور آثار کے ہیں
جو رائے اور فکر اور تمیز اور ارادہ کی مشارکت سے ظہور میں
آتے ہیں پہلی قوت معقولات کے ادراک کرنے والی۔ اور فرق
کرنے والی درمیان نیک اور بد کے اسکو قوت نطق کہتے ہیں۔
دوسری قوت شہوی جو نافع اور لذیذ شئے کو طلب کرنا چاہتی ہے
مثل ماکولات و مشروبات اور مناکح وغیرہ کے تیسری قوت تخیل
غضبی جو دفع کرنا مضر چیز کا اور اقدام کرنا خوفناک مقاموں پر اور
شوق بلندی اور غلبہ کا اُسے پیدا ہوتا ہے۔ یہہ دونوں قوتیں جو
اخیر میں مذکور ہیں سوائے اِنسان کے دیگر حیوانات میں بھی
ہوتی ہیں۔ اور پہلی قوت خاص انسان کے ہی لیئے ہے اور واسطے
ہر ایک کے اِن تینوں قوتوں سے بدنمیں ایک ایک عضو محل ظہور
آثار انکے افعال کا ہے مثل آلہ کے جیسا دماغ قوت ناطقہ کے
لیئے جو محل فکر اور رویت کا ہے اور دل قوت غضبی کے لیئے جو
معدن حرارت غریزی کا اور منبع حیات کا ہے۔ اور جگر قوت شہوی
کیواسطے کہ غذا پہنچانا تمام بدن میں اور تقسیم بدل ما یتحلل کا
سب اعضاؤں میں اُسکے متعلق ہے۔ اور کبھی اِن تینوں قوتوں
کو اِن الفاظ سے پکارا جاتا ہے قوت ناطقہ کو نفس ملکی سے اور
قوت غضبی کو نفس سبعی سے اور قوت شہوی کو نفس بہیمی سے
اور دیگر قوائے جنکا پیشتر پہلے ذکر کیا مثل قادیہ اور نامیہ وغیرہ
انکا تصرف اور داخل صرف اپنے اپنے موقع اور محل پر بموجب اصل
پیدایش کے ہوتا ہے ارادہ اور فکر کو انہیں دخل نہیں بلکہ کمالات
انکے زیادہ اُس اندازے سے جو اصل پیدایش میں اُنکو دیئے گئے ہیں

ناممکن ہے ٭

چوتھی فصل اس بیان میں کہ انسان جملہ موجودات عالم سے اشرف ہے

جمیع اجسام بنظر حیثیت جسم ہونیکے رتبہ میں باہم برابر ہیں ایک کو دوسرے
پر فضیلت اور شرف نہیں کیونکہ جو اصلی معنے جسم کے ہیں وہ سب پر
شامل ہیں اور صورت جنسی جسم کے تمام پر یکساں لاحق ہے پہلا
اختلاف جو انمیں ظاہر ہؤا جسکے سبب سے علیحدہ علیحدہ عنصر بنے وہ
باعث ایسے مغایرت کا جو ایک کو دوسرے پر شرف ہو نہیں ہؤا
بلکہ ابھی تک جسم ہونے میں سب برابر ہیں جب عنصروں میں باہم
امتزاج اور اختلاط پیدا ہؤا تو جسقدر اُس مرکب کا اعتدال حقیقی کے
ساتھ قرب ہوتا ہے اُسیقدر اُسمیں اثر مبادی عالیہ اور صور شریفہ کے
قبول کرنے کی استعداد اور قابلیت زیادہ ہوتی ہے اور رتبہ میں بعض
کو بعض پر فرق ظہور میں آتا ہے۔ پس اقسام جمادات سے جو مادہ
بسبب اعتدال مزاج کے قبول کرنے صورتوں کے واسطے زیادہ استعداد
سکھتا ہے وہ شریفتر ہے دوسروں کی نسبت سے اور اس شرف کے بھی
بہت درجہ ہیں تا اس پایہ تک جو اُس مرکب میں قوت قبول کرنے نفس نباتی
کی حاصل ہوجاتی ہے پس نفس نباتی اُسپر فایض ہوجاتا ہے اور کئی
بڑی بڑی خاصیتیں مثل طلب غذا و جذب ملایم و غیر ملایم اُسمیں ظاہر
ہوجاتے ہیں۔ اور یہ قوتیں بھی اُسمیں یکساں نہیں ہوتیں بلکہ نسبت
تفاوت استعدادو کے متفاوت ہوتے ہیں۔ اقسام نباتات سے جو شئے کنارہ
اور حد جمادات کو نزدیک ہے وہ مثل مرجان کے ہے جو معدنیات سے زیادہ
تر مشابہ ہے اور جو کہ اس حد سے کچھ متجاوز ہے وہ مانند اُس گھاس وغیرہ
کے ہیں جو بغیر تخم اور کاشت کے بمجرد امتزاج عناصر از تاثیر طلوع آفتاب
اور ہوا سے پیدا ہوجاتے ہیں اور اُنمیں قوت زیادہ عرصہ تک باقی رہنے
کی یا ثمردار ہونیکی نہیں ہوتی پس اسیطرح فضیلت اُنکی درجہ بدرجہ بڑھتی
چلی جاتی ہے تا نباتات تخم دار و درختان میوہ دار تک پہونچ جاتی ہے
جو یہ خود دیرپا ہیں اور تخم بھی اِنمیں ایسا پید ہوتا ہے کہ اُس

ہے مثل اُسکے اور درخت پیدا ہوجاتے - اور بعضی قسم نباتات کے جو اِس سے
بھی فضیلت میں بڑھکر ہیں اُنمیں بعضے نر ہوتے ہیں جو مبادی صور موالید
کا ہیں اور بعضے مادہ کہ مواد موالید کا اُنکو کہا جاتا ہے اور آپنمیں درخت
خرما جو چند خواص حیوانات سے مخصوص ہے اور وہ یہہ ہیں کہ اصل
بنیاد اسکے میں ایک ایسی جزو متمکن ہے جو اُسمیں حرارت غریزی بہت
ہوتی ہے مثل دل دیگر حیوانات کے شاخہائے اور فروعات اُسی سے برآمد
ہوتے ہیں جیساکہ شرائین دل سے اور بارور ہونا اُسکا بذریعہ شگوفہ نر کے
اور مشابہت بوئے اُس شگوفہ کے بوئے نطفہ حیوانات کے ساتھ - یہہ سب
باتیں مانند حیوانات کے ہیں اور اِس وصف سے بھی کہ جب اُسکا سر کاٹا
جاتے یا دل اُسکے پر کوئی آفت وارد ہو یا پانی میں غرق ہوجاے تو وہ
خشک ہوجاتا ہے حیوانات سے مشابہت سکھتا ہے - بعضی زمیندار لوگ
اِس درخت کے ایک اور عجیب خاصیت بیان کرتے ہیں کہ بعضے انمیں
سے ایسے درخت ہوتے ہیں کہ میل اور رغبت اُنکی خاص ایک درخت
کے ساتھ ہی ہوتی ہے کہ جب تک خاص اُس درخت سے اثر شگوفہ کا
اُسکو نہ پہنچے دوسرے درخت کے شگوفہ سے بارور نہیں ہوتا یہہ خاصیت
اُلفت اور عشق کی خاصیت کے ساتھ ملتی ہے مثل دیگر حیوانات کے
الغرض ایسے ایسے خوص اسمیں بہت ہیں اِسکے حیوان ہونے میں فقط ایک
چیز باقی رہگئی یعنے جُدا ہونا اُسکا زمین سے اور حرکت کرنے طلب غذا کے
واسطے فرمودہ پیغمبر ہمارے کا صلی اللہ وسلم اَکرِمُوا عَمَّتَکُمُ النَّخلَۃَ
فَاِنَّھَا خُلِقَت مِن بَقِیَّۃِ طِینِ اٰدَمَ یعنے اکرام کرو تم عمہ اپنی کو کہ وہ
درخت خرما کا ہے پس تحقیق وہ پیدا کی گئی ہے مٹی باقیماندہ وجود آدم
سے - تحقیق اشارہ اِن معنے کی طرف ہے یہہ درجہ نہایت کمال نباتات کا
ہے اور یہہ پایہ اتصال کا ہے اُفق انواع حیوانات کے ساتھ جب اِس
مرتبہ سے تجاوز ہوجائے اُن حیوانات کے مرتبہ کو فایز ہوتا ہے جو مبداء
اُسکا کنارہ نباتات کو ملحق ہے مثل اُن حیوانات کے جو مثل گھاس کے
پیدا ہوجاتے ہیں اور تزاوج و توالد اور حفظ نوع سے عاجز ہوتے ہیں
مثل خاک کی کریوں کے اور بعضے قسم حشرات کے اور اُن جانوروں کے
جو کسی فصل سال میں پیدا ہوتے ہیں اور کسی فصل میں نیست و

نابود ہوجاتے ہیں اور شرف انکا نباتات پر بقدر قوت حرکت ارادی اور
احساس کے ہے جسکے ذریعہ سے طلب ملایم اور جذب غذا کا کرتے ہیں
جب اس اندازہ سے تجاوز ہوجائے تو وہ حیوان ہوتے ہیں جنہیں قوت
غضبی ظاہر ہے تا شئے مضرات اور مخالف سے پرہیز کریں اور یہہ قوت
بھی انمیں متفاوت ہوتی ہے اور ہر ایک کیواسطے آلہ دفع کرنیکا حسب
حاجت اُسکے کے عطا کیا گیا ہے اور جو حیوان اسباب میں کمال درجہ
کو پہنچے ہوئے ہیں وہ بہت سامان اور سلاحہائے سے ممتاز ہیں
بعضوں کے سلاح بمنزلۂ نیزے کے ہوتے ہیں مثل شاخ اور سینگ اور
بعضے مثل چھری اور خنجروں کے مانند دندان اور ناخنوں کے اور بعضے
مشابہ تیر اور تازیانہ کے ہیں مثل سُم وغیرہ۔ اور جن حیوانات میں قوت
دفع دشمن کی کم ہے اُنکے لئے اور اسباب اپنی حفاظت کے مثل بھاگنے
اور حیلہ کرنیکے دئے گئے ہیں مثل آہو اور روباہ کے اگر تامل کیا جائے
جملہ اقسام جانوران اور مرغان میں تو یہہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ جسکو
جسطرحکے اسباب اور آلات کے احتیاج تھی وہ اُسکے واسطے مہیا اور
طیار ہے ہم زور اور قوت اور ترتیب آلات کے جیسا ذکر کیا گیا ہے اور
ہم رعایت مصلحت اپنے کاموں کیواسطے اُنکو شعور دیا گیا ہے کہ جس سے
انکی ذات کا کمال اور حفظ نوع کا رہے مثل شرائط ازدواج و طلب نسل
و حفظ فرزند اور پرورش اُنکی اور ساختگی اپنے آشیانوں کی حسب ضرورت
اور ذخیرہ کرنا اپنی غذا کا اور اپنے ہمجنسوں سے موافقت یا مخالفت رکھنی
اور احتیاط اور فراست کو عمل میں لانا ہر امر میں اس درجہ تک کہ عقلمند
اُسمیں حیران رہتے ہیں اور حکمت اور قدرت آلہی پر اقرار کرتے ہیں
سُبْحَانَ الَّذِيْ اَعْطٰى كُلِّ شَيْئٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هُدٰى یعنے پاک ہے وہ ذات
جسنے عطا کی ہر شئے کو پیدایش پس ہدایت بخشی۔ حیوانات کے اقسام میں
اختلاف تفاوت مدارج کا زیادہ ہے نسبت اختلاف اقسام نباتات کے
اس سبب سے کہ بسایط کے ساتھ حیوانات کا قرب ہے اور نباتات
کا بُعد اور شریفترین انواع حیوانات سے وہ ہے کہ جسمیں ادراک اور شعور
اس حد تک ہو کہ تادیب اور تعلیم کو قبول کرے تا وہ کمال جو نوع
اُنکے میں پیدا کیا گیا تھا اُسکو حاصل ہوجائے مانند گھوڑے مؤدب

اور باز تعلیم یافتہ کے۔ اور جسقدر یہہ لیاقت اُسمیں زیادہ ہوگی مرتبہ اُسکا
بلند ہوگا حتی کہ اِس حد تک پہونچ جائیگا کہ صرف دیکھنا افعال
کا اُنکی تعلیم کیواسطے کافی ہو جو دیکھیں اور کریں بغیر زیادہ کوشش
اور محنت کشی کے یہہ نہایت مرتبہ حیوانات کا ہے ادنیٰ مرتبہ انسانوں
کا اِس مرتبہ سے متصل ہے۔ اِس قسم کے آدمی ہیں جو اطراف اور کنارہ
آبادی دنیا میں رہتے ہیں مثل حبشیان مغربی وغیرہ کے کیونکہ حرکات
اور افعال اِس قسم کے لوگوں کے مناسب افعال حیوانات کے ہوتے
ہیں۔ تا اِسمقام اور حد تک کہ تفاوت وقوع میں آویگی مقتضائے طبیعت
سے ہوگی اور بعد اِسکے جو مراتب کمال اور نقصان انسانی کے ہیں وہ ارادہ
اور فکر پر منحصر ہیں پس جن آدمیوں میں قوت فکر اور تمیز کی زیادہ
ہوگی اور استعمال آلات اور استنباط معقولات سے اُسکو حد نقصان سے
پایۂ کمال کو پُہنچائیں گے اُنکی فضیلت اور شرف دیگر آدمیوں کی نسبت
سے جنمیں یہہ وصف موجود نہیں زیادہ ہوگا۔ پہلا پایۂ اِن مراتب سے
اُن لوگوں کیواسطے حاصل ہے جو عقل کے وسیلہ اور قوت فہم سے
عُمدہ عُمدہ صناعات اور حرفتہائے لطیف اور آلات باریک ایجاد کرتے
ہیں۔ بعد اِسکے اِس سے بلند پایۂ پر وہ لوگ ہیں کہ جو عقل اور فکر کے
نور سے علوم اور حقائق اور حاصل کرنے فضائل میں خوض کرتے ہیں
اور اِس درجہ سے اعلیٰ مرتبہ کے وہ اشخاص ہیں جنکے دلوں پر وحی اور
الہام کے ذریعہ سے معرفت حقائق موجودات اور احکام مقربان آلہی کے
بغیر وسیلہ اجسام کے پرتو انداز ہوتے ہیں۔ اور تکمیل خلائق اور انتظام
امور معاش اور معاد کے سبب سے تمام جہاں کے لوگوں کو نیکی اور
راحت پُہنچاتے ہیں۔ یہہ سب سے اعلیٰ مرتبہ مراتب انسانی کا ہے۔ تفاوت
مراتب انواع اِنسانی کے نسبت تفاوت اقسام حیوانات کی زیادہ تر ہے
اُس دلیل سے جو اختلاف مراتب حیوانات اور نباتات میں بیان کی
گئی ہے ◆

جب کوئی فردِ اِنسان اِس اعلیٰ مرتبہ پر فایز ہو تو یہہ ابتداء اِتصال
کا ہے عالم اشرف کے ساتھ۔ اور فایز ہونا ملائکہ مُقدس کے مراتب
اور عقول اور نفوس مجردہ کے مدارج پر۔ تا اُس غایت تک جو مقام

وحدت کا ہے اور اُسجگہ دایرہ وجود کا باہم پیوستہ ہوجاتا ہے مانند ایک خط مستدیر کے جو نقطہ سے شروع ہوکر آخر اوسی نقطہ پر ختم ہوجاتے پس وسائل اور وسایط درمیانی اِسمقام پر سب مرتفع ہوجاتے ہیں ضدیت منتفی ہوجاتی ہے مبداء اور معاد ایک ہی ہوجاتا ہے سوائے اصل حقیقت اور غایت مطلوب کے جو وہ ذات پاک اللہ تعالیٰ واحد حقیقی کی ہے کچھ باقی نہیں رہتا یَبقیٰ وَجہُ رَبِّکَ ذُو الجَلَالِ وَالاِکرَامِ یعنے باقی رہتی ہے ذات تیرے رَبّ کی جو صاحب بزرگی اور بزرگی کا ہے - پس اِس شرح اور بیان سے فضیلت اور شرف رتبہ اِنسان کا دیگر موجودات عالم سے اور خصوصیت جو اُسکو عطا ہوئی ہے معلوم ہوئی بلکہ فضیلت درجہ اُن لوگونکی کہ جنکے دلوں پر انوار آلہی اور فیض وحدت کا پرتو انداز ہے اور وجود اُنکا عِلّت غائی تمام موجودات کا ہے انبیاء اور اولیا علیہ السّلام کے جو برگزیدہ موجودات کے ہیں ظاہر ہوئے مصداق کلام لَولَاکَ لِمَا خَلَقتُ الاَفلَاکَ کے یہی معنے ہے اور غرض تشریح کرنے اِن مراتب سے یہ ہے کہ تا معلوم ہوجاوے کہ اِنسان ابتدا پیدایش اپنی میں ایک مرتبہ درمیانی پر واقع ہے اُسکے لئے ایک رستہ ہی مرتبہ اعلے کے پہونچنے کیواسطے ارادہ اور عزم کے ذریعہ سے اور ایک طریق ادنی مرتبہ کے پہونچنے کا ہے طبیعت متابعت اور پیروی سے کیونکہ جیساکہ حسب ظاہر جن جن چیزوں کیطرف دیگر حیوانات محتاج ہیں مثل غذا کے جو بدل یا متحلل کا ہوتا ہے اور مواد ریشم کے جو سختی گرمی اور سردی کیواسطے کار آمد ہے اور دیگر آلات جسکے ذریعہ سے دشمن کو دفع کیا جاوے یہ سب چیزیں اُنکے لئے مہیا اور موجود ہیں تردد ساختگی اُن چیزوں سے انکو فراغت ہے مگر جن چیزوں کے طرف انسان کو حاجت ہے مثل ایسے ایسے سامان کے وہ تدبیر اور فکر اور تصرف اور ارادہ انسانوں پر موقوف ہے جیسا مناسب سمجھتا ہے عمل میں لاتا ہے نہ غذا اِسکے بغیر بونے اور کاٹنے اور پیسنے اور خمیر کرنے اور نان پکانے کے حاصل ہوتی ہے اور نہ لباس بغیر کاتنے اور بُننے اور سینے کے میسّر ہوسکتا ہے اور نہ سلاح اِسکے بغیر طیاری اور ساخت کے دُرست ہوتے ہیں اِسیطرح کمالات باطنی ہر نوع کے انواع مرکبات نباتی وحیوانی سے اصل سرشت اُنکی میں پیدا کئے گئے ہیں اور خاص فطرت اور پیدایش میں تمکن کئے گئے - اور کمال

انسانی اور شرف فضیلت اُسکے کا فکر و تامل اور عقل و ارادہ اُسکے پر منحصر
کیا گیا اور کلید نیکبختی و بدبختی اور کمال اور نقصان کے اُسکے ہاتھ میں دی
گئی اگر حسب مصلحت اپنے ارادہ سے راہ رہست پر چلے اور تبدریج علوم
اور حقایق اور فضائل کے حاصل کرنیمین میل اور رغبت رکھے اور اُس
شوق کو جو طبیعت اُسکے میں واسطے حاصل کرنے کمال کے پیدا کیا گیا ہے
راہ نیک اور ارادہ پسندیدہ پر پایہ بپایہ اور درجہ بدرجہ ترقی دے تو نور ذات
اللہ تعالیٰ کا اُسکے دل کو روشن کریگا۔ اور عالم بالا سے قُرب حاصل ہوگا۔ اور
مقربان بارگاہ الٰہی میں سے ہوگا۔ اور ابتدائے اصلی پایۂ پر سکون اور اقامت
اختیار کرے اگر اختیار طبیعت پر چھوڑ دے تو اُسکو نقصان کے طرف سے
ادنیٰ مرتبہ کیطرف میلان ہوتا ہے علاوہ اِسکے شوق فاسد اور تباہ مانند اُن
خراب خواہشوں کے جو بیماروں کے طبایع میں پیدا ہوتے ہیں عارض ہوجاتا
ہے تاکہ روز بروز اور لحظہ بلحظہ ناقص ہوتا جاتا ہے اور انحطاط اور نقصان
بڑھتا جاتا ہے مثل اُس پتھر کے جو بلندی سے نیچے کو ڈالیں تو ایک لمحہ میں
نہایت نیچے کے درجہ پر پہونچ جاتا ہے اصل مقام مئیت و نابود ہونے انسان
کا یہ ہی ہے جیساکہ عقلمندوں کا مقولہ ہے کہ اگر نفس کو بیکار چھوڑ دیا جائے
تو خساست کو لازم پکڑتا ہے اگر حاصل کرنے فضیلتوں کیواسطے برانگیختہ کیا جائے
تو اُسپر حریص اور شایق ہو جاتا ہے اور اِسی سبب سے کہ انسانوں کی اصل پیدایش
میں استعداد اِن دونو حالتوں کے موجود ہے یعنے ترقی اور تنزل کی پس ضرورت
اور احتیاج پڑی پیغمبران اور حکیمان اور امامان اور رہنمایان اور مؤدبان اور
معلمان کے تا بعض کو نرمی سے اور بعض کو سختی سے بدبختی اور زیان کاری
کے جانب میل کرنے سے کہ اُنھیں زیادہ سعی کرنیکی حاجت نہیں ہے صرف
سکون اور نہ کوشش کرنے فضایل کے حاصل کرنیمین ہی کافی ہے مانع
ہوں اور توجہ اُنکے سعادت اور نیک بختی کے حاصل کرنیکے واسطے جو کوشش
سعی سے حاصل کرنیکے لایق ہے اور سوائے دلی ارادہ اور عزم کے مرتبہ فضیلت
کو کوئی نہیں پہونچ سکتا مصروف کریں تا راست روی اور تادیب اور تعلیم کے ذریعہ
سے اعلےٰ مرتبہ انسانی کو فائز ہوں۔ توفیق بخشے ہمکو اللہ تعالیٰ اُس چیز کی
جسکو وہ دوست رکھتا ہے اور جس سے وہ راضی ہوتا ہے اور پرہیزگاری
عطا کیجیے ہمکو تابعداری حرص اور ہوا سے ✦

پانچویں فصل اس بیان میں کہ نفس انسانی کے لئے کمال و نقصان ہے

واسطے ہر ایک موجود کے موجودات سے ایک ایک خاصیت ہے نفیس یا خسیس کہ اُس خاصیت میں کوئی دوسرا موجود اُسکے ساتھ شریک نہیں ہے حصل ماہیت موجود مذکور کی حسب متعین اور متحقق ہوتی ہے یہہ خاصیت اُسکے ساتھ لازم آتی ہے اور یہہ ہوسکتا ہے کہ اُس موجود کے لئے سوائے خاصیت مذکور کے اور ایسے افعال ہوں جو اُن افعالوں میں دیگر موجودات بھی اُسکے ساتھ شریک ہوں۔ مثلاً تلوار کے واسطے صفائی اور سرعت سے کاٹنا ایک خاصیت ہے۔ اور گھوڑے کے لئے فرماں برداری سوار کے اور سبک چلنا اور بھاگنا خاصیت ہے کہ کسی دوسری چیز کو اندونوں صفتوں میں اُنکے ساتھ شرکت نہیں ہے اگرچہ تلوار کو تیشہ کے ساتھ تراشنے میں اور گھوڑے کو گدھے کے ساتھ بار اُٹھانے میں مشارکت ہے۔ مگر کمال ہر شئے کا اُسی صورتمیں متصور ہوسکتا ہے کہ اُس سے خاصیت اُسکی تمام اور پوری ظہور میں آوے۔ اگر صدور اُس خاصیت کا بتمامہ نہو یا کم ہو تو اُس شئے کو ناقص تصور کیا جاتا ہے جیساکہ تلوار جسقدر وہ کامل زیادہ ہوگی صفائی اور جلدی سے کاٹنے میں۔ بغیر اسبات کے کہ قوت اور زور اہل شمشیر کا زیادہ صرف میں آوے فعل اُسکا اتمام کو پہونچے اپنے وصف اور خاصیت میں کامل تر ہوگی اور گھوڑا جسقدر فرماں برداری سوار میں زیادہ بھاگنے والا ہوگا اور حرکت لگام کی قبول کرنیمیں اور اشارہ فہمی میں استعداد رکھتا ہو اوسیقدر کامل متصور ہوگا اور ویسی ہی حالت ہے نقصان کے جانب یعنے اگر تلوار بدشواری کسی شئے کو کاٹے یا بالکل نہ کاٹے مثل دیگر لوہے کے وہ کارآمد متصور نہوگی اور اِس سبب سے قدر و منزلت اُسکی نہوگی۔ یا گھوڑا اگر اچھی طرح سے نہ بھاگے یا سوار کی اطاعت سے سرکش ہو تو اُسکو ایک بار بردار خیال کرکے گدہوں میں شمار کیا جائیگا اور بے ہنر اور خسیس کہلائیگا۔ اِسیطرح آدمی کے واسطے ایک خاصیت ہے جس خاصیت سے وہ ممتاز ہے دیگر موجودات سے۔ اور ماسوائے اُسکے اَہمیں اور افعال اور قوتیں ہیں کہ منجملہ اُنکے بعض میں انواع حیوانات اُسکے ساتھ شریک ہیں

اور بعض میں نباتات اور بعض میں جمادات و دیگر اجسام شامل ہیں چنانچہ تھوڑا سا بیان
اس کا پہلے آچکا ہے مگر وہ خاصیت جو غیر کو اس کے ساتھ اس میں شرکت اور دخل نہیں
وہ نطق ہے کہ جس سبب سے اس کو ناطقہ کہتے ہیں اور اس نطق سے نطق بالفعل
مراد نہیں ہے کیونکہ جو آدمی گونگا ہوگا اسمیں نطق بالفعل نہ پایا جائیگا اور ادراک
جو اصلی معنے اسکے ہیں وہ پائے جائینگے۔پس مراد نطق سے ادراک معقولات کا اور قوت
تمیز اور فرق کرنے کے امور نیک اور بد میں کہ جس میں اپنے عزم اور ارادہ سے
تصرف کرے اور اسی قوت کے سبب سے افعال انسانی دو قسم پر منقسم ہیں۔نیک
اور بد۔جسکو سعادت اور شقاوت کہتے ہیں۔بخلاف دیگر حیوانات اور نباتات کے۔
پس جو شخص افراد انسانی سے اس قوت کو جیسا کہ چاہئے کام میں لاوے اور سعی
اور ارادہ سے جس فضیلت کے حاصل کرنے کے واسطے اسکو پیدا کیا گیا ہے حاصل کرے
تو یہ شخص نیک اور سعید ہوگا۔اور اگر بسبب شوق واہیات باتوں کے یا بالکل
سست اور بیکار رہنے سے اپنی خاصیت کے رعایات کو چھوڑ دیگا تو شریر اور شقی ہوگا
اِلّا وہ امور کہ جنمیں دیگر حیوانات اور مرکبات کے ساتھ انسان شریک ہے۔سب غالب
ہوجائیں گے اور ہمت اپنی کو ان کیطرف مصروف رکھیگا۔اپنے مرتبہ اور قدر سے
فرو تر ہوکر چار پایوں کے مرتبہ پر بلکہ ان سے بھی کمتر سمجھا جائیگا۔اور غلبہ ان امور
کا اس طرح پر ہوجاتا ہے کہ انسان لذات اور شہوات بدنی میں جو حواس اور قوائے
جسمانی مشتاق ان باتوں کے ہوتے ہیں مصروف ہو۔مثل شوق کھانے پینے لذیذ
اور لباس فاخرہ اور شہوت رانی کے جو نتیجہ غلبہ قوت شہوی کا ہے۔یا لوگوں کے حال
پر سختی کرنا اور اپنی ذات کو غالب سمجھنا اور انتقام لینا جو ثمرہ قوت غضبی کا ہے۔ایسی
باتوں سے [illegible] رکھے۔کیونکہ اگر نظر تامل سے دیکھے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ ایسی باتوں
پر ہمت اپنی مصروف رکھنی عین رذیلت اور محض نقصان ہے اور اکثر حیوانات ان
باتوں میں انسان سے کمالیت رکھتے ہیں اور اپنی مراد پر زیادہ تر قدرت رکھتے ہیں
جیسا کہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ سگ میں حرص کھانے کی اور خوک (سور) میں رغبت
شہوت کی اور شیر میں قوت قہر اور درندگی کی سب سے زیادہ ہے اور علیٰ ہذا القیاس
دیگر انواع درندگان اور چارپایوں اور جانوران ہوائی اور حیوانات آبی وغیرہ کا ایسا ہی حال ہے۔پس
کیونکر عقل پسند کرتی ہے۔اس امر میں سعی کرنی کہ اگر نہایت کے درجہ پر سعی اور
کوشش بھی کیجائے تو انسان سگ کے پایہ کو بھی نہ پہنچے۔اور کب کوئی اہل ہمت
اس بات کو جائز اور روا سمجھیگا کہ اس امر کی جستجو اور تلاش میں ایک مدت عمر

کی صرف کیجائے جو نہایت بذل توجہ سے خوگ سے بھی برابری نکیسکے اور
ایسا ہی حال ہے قوت غضبی کے باب میں کہ اگر انسان اپنے آپ کو ایک
کمتر درندہ کے ساتھہ نسبت کرے تو بھرحال وصف درندگی میں وہ آپ
سبقت لیجائیگا فضیلت انسانی کا قوة سے فعل میں اوسوقت ظہور ہوتاہی
جب نفس کو ایسے رذایل ظاہری اور خراب باتوں سے پاک کرے کیونکہ
طبیعت جب تک مادہ مرض سے پاک نہو امید صحت کی نہیں ہوتی اور
رنگ ساز جب تک کپڑے کو اثر میل اور چکنائی سے صاف نکرے قابل رنگ
کے متصور نہیں ہوتا جب رغبت نفس انسانی کو اون چیزوں سے جو موجب
نقصان اور فساد کا ہے منع کیا جائیگا تو ضرور قوت ذاتی اوسکی حرکت میں آویگی
اور اپنے خاص فعلوں کیطرف جو وہ طلب کرنا علوم حقیقی اور معرفت ہائے
کلی کا ہے مشغول ہوگا اور اپنی ہمت کو سعادت اور نیک امور کے حاصل
کرنے میں مصروف رکھے گا اور جسقدر طلب فضائل اور پرہیز کرنے رذائل
اور موانع میں سعی عمل میں لاویگا اوسیقدر قوت اسکے تزاید اور ترقی میں ہوگی
مثل آگ کے کہ جب تک نمناک جگہہ پر ہوگی مشتعل نہوسکیگی اور جب بعد رفع
ہونے نمناکی کے اشتعال پکڑے گی تو ہر لحظ غلبہ اوسکا زیادہ تر ہوتا جائیگا اور
قوت جلانے کی اوسمیں زیادہ ہوجائیگی تا اپنے فعل کو اتمام پر پہونچاویگی۔
جیساکہ نقصان کے کئے درجہ ہیں بعضے بسبب اسکے کہ اپنی قوت اور
فکر کو تمام طلب مقصد میں صرف نہیں کرتے اور بعضے وہ جو فکر اپنا صرف
کرتے ہیں مگر کم بسبب موانع کے اور بعضے بسبب غلبہ قوت شہوت اور غضب
اور مشابہت چارپائیوں اور درندوں اور مغرور ہونیکے لذات جسمانی کے اور جو چیزیں
کہ ضد فضیلتوں کے ہیں اُنکی طرف توجہ اونکی ہے اور جس مقصد کیواسطے
پیدائش اُنکی ہے اوس سے محروم رہجاتے ہیں تا نیست و نابود ہونے کیحالت
کو پہونچ جاتے ہیں۔ اسیطرح کمال کے مراتب بھی نسبت مدارج نقصان سے
زیادہ ہیں کبھی مراد اوس سے سلامتی اور سعادت کبھی نعمت اور رحمت
اور کبھی ملک باقی اور جاودانی اور اصل سرور حقیقی اور قرۃ عین یعنی ٹھنڈ
آنکھوں کی جیساکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ
قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَاءًۢ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ جسکے معنے اسکے بس نہیں جانتا کوئی نفس اور
چیز کو جو پوشیدہ رکھا گیا اوسکو اور وہ روشنی آنکھوں کی ہے یہ جزا اور بدلہ

ہے اوسکا جو دنیا میں عمل کیا ہے۔
اور اسکو بعضے مقامات میں حور و قصور و غلمان و ولدان سے تشبیہ دیتے ہیں اور بعض صورتوں میں اُس لذت سے مراد رکھتے ہیں جو نہ آنکھوں سے دیکھی جاتی ہے اور نہ کانوں سے سُنی جاتی ہے اور نہ کسی کے دل پر اوسکی کیفیت معلوم ہوتی ہے ایسے راہِ راست کے چلنے سے مرتبہ قرب الٰہی کو فائز ہو جاتا ہے مشاہدہ جلال او سبحانہٗ تعالیٰ اور نعمت ہائے ابدی پر کامیاب ہوتا ہے۔ پس جو شخص بسبب فریب طبع کے ایسی نعمتین جاودانی سے روگردانی کرے اور خسیس ناپائدار باتوں کیطرف مثل اسکے کہ جیسا پیاسہ آدمی کلر کو پانی خیال کرکے اوسطرف توجہ کرتا ہے اور وہاں پہونچکر کچھہ نہیں پاتا سعی کریگا تو وہ سزاوار قہر اور غضب الٰہی کا ہوگا اور دنیا میں استحقاق اسبات کا پیدا کریگا کہ اوسکے وجود سے جہاں کو پاک کیا جائے اور اوسکی کمینگی اور فساد کو اوسکی ذات سے دور کیا جائیگا اور عاقبت میں سزاوار زیاں اور عذاب اور سختی اور ہلاکی کا ہوگا پناہ بخشی اللہ تعالےٰ اسحالت سے اپنے فضل اور رحمت کے ساتھہ یہ ہے بیاں کمال اور نقصان نفس کا بموجب اسموقع کے اللہ تعالےٰ ہے توفیق بخشنے والا۔

چھٹی فصل اس بیان میں کہ کمال نفس انسانی کا کن کن باتوں میں ہے اور رد کرنا قول اون اشخاص کا جنہوں نے اسباب میں حق سے مخالفت کی ہے

جب فصل گذشتہ سے معلوم ہوا کہ نفس انسانی کے لئے کمال اور نقصان دونوں وصفیں عارض ہوسکتی ہیں ذکر اسکا مجمل طور پر ہوچکا ہے اب مشرحاً بیان کرنا اوس کمال کا واجب ہوا اِس غرض سے کہ جب اصل حقیقت کمال انسانی پر علم ہو جائیگا تو اوسکے حاصل کرنے کے لئے نہائت سعی عمل میں لائینگے پس بیاں کرتا ہوں میں کہ کمال موجود مرکب کا غیر کمال اجزائے اوسکیے ہوتا ہے جیسا کہ سکنجبین جو شہد اور سرکہ سے مرکب ہے اس کا کمال غیر کمال سرکہ اور شہد کے ہے اور کمال گھر کا غیر کمال لکڑی اور پتھر کی ہے جب آدمی بھی مرکب ہے تو اُسکا کمال بھی غیر کمال بساط اور

اجزائے اسکے ہوگا بلکہ خاص اُسکے لئے وہ کمال ہے جو کسی موجود کو اوس کمال
میں اسکے ساتھ شرکت نہیں اور زیادہ تر کامل وہ شخص ہوتا ہے جو نہایت
قدرت رکھے اوپر اظہار اوس خاصیت کے اور اوسکو ایسا لازم سمجھے کہ بغیر
سستی اور تغیر کے ہمیشہ یکساں لزوم اوسکا رہے۔ جب حال فضیلت اور
کمال کا معلوم ہوا تو حال رذیلت اور نقصان کا جو مقابلہ اونکے میں ہے
خود واضح ہوسکتا ہے۔ کمال انسانی کا دو نوع پر ہے کیونکہ نفس ناطقہ کے
دو قوتیں ہیں ایک قوت علمی دوسرے قوت عملی کمال قوت علمی کا وہ ہے
جو شوق اوسکا دریافت حقائق اور تحصیل علوم کیطرف ہوتا بموجب اوس شوق
کے مراتب موجودات پر احاطہ کرنے اور حقائق اونکے پر حسب طاقت اپنی
کے مطلع ہوجائے بعد اسکے مطلوب حقیقی اور غرض کلی کی معرفت میں جو
انتہائی جملہ موجودات کا اوسکی طرف ہے مشرف ہووے تا عالم توحید بلکہ مقام
اتحاد کو فائز ہوجاے اور دل اسکے کو قرار اور طمانیت حاصل ہوجاے حیرانی
اور شک سب مرتفع ہوجائے حکمت نظری بتمامہ تفصیل اس نوع کے
کمال پر مشتمل ہے۔ مگر قوت عملی کا وہ کمال ہے کہ اپنے افعال اور قوانین
خاص کی ایسی ترتیب اور انتظام رکھے کہ باہم وہ موافق اور مطابق ہوجائیں
ایک کا دوسرے پر غلبہ نرہے پس اُنکی موافقت سے افعال انکے پسندیدہ
ہوجاویں بعد اسکے دیگر مرداں کے کامل کرنے کے مرتبہ پر جو وہ تدبیر منازل
اور مدں کی ہے فائز ہوجائے تا وہ حالات جو بود و باش مشارکتی سے
سب سے وقوع میں آویں انتظام پذیرا ہوجاویں اور تمام لوگ اوس سعادت
پر جسمیں باہم شرکت رکھتے ہیں فائز ہوں۔ یہ نوع کمال کا حکمت عملی
سے مطلوب ہے اور یہ کتاب مشتمل ہوگی اوپر بیاں اس نوع کے۔ پس
پہلا کمال جو فکر اور نظر سے تعلق رکھتا ہے بمنزلہ صورت کے اور دوسرا
کمال مثل مادہ کے جیساکہ صورت بغیر مادہ کے اور مادہ بغیر صورت کے
ثبوت اور قیام نہیں رکھتا ویساہی علم بغیر عمل کے ضائع اور عمل بغیر
علم کے محال ہے پس علم مبداء ہوا اور عمل تمام ہونا اوسکا اور جو کمال
جو اندونوں یعنے علم اور عمل سے مرکب ہوتا ہے وہ ہے اصلی غرض وجود
انسانی سے ہے کیونکہ کمال اور غرض کے معنے ایک ہی ہیں صرف اتنا فرق
اعتباری ہے کہ غرض اوسکو کہتے ہیں کہ ہنوز رعد قوت میں ہو جب فعل

میں اوسکا ظہور ہوگا تو کمال کہیں گے جیسا کہ گھر جب تک کہ وجود اوسکا بنا کرنے والے کے ذہن اور تصور میں ہے اسکو غرض کہیں گے جب وہ خارجاً بنکر تیار ہوجائیگا اسوقت اسکو کمال کہا جائیگا۔ پس جب انسان ایسے رتبہ پر فائز ہوجائے جو تمام مراتب موجودات پر بر وجہ کلی واقفیت حاصل کرے تو جزئیات نا متناہی جو ماتحت کلیات کے مندرج ہوتے ہیں اونپر بھی اوسکو ایک وجہ کا علم اور واقفیت حاصل ہوجائیگی پس جب اس جملہ معلومات کے ساتھ عمل بھی شامل ہوجاوے تو افعال اور کردار اوسکے پسندیدہ ہوجائینگے اور صرف تنہا اپنی ذات سے عالم تمام موجودات کا ہوگا اور استحقاق اسبات کا کہ اوسکو عالم صغیر کہا جاوے پیدا کریگا پس درمیان خلقت کے خلیفہ آلہی ہوجائیگا اور خاص اولیا کی سے شمار کیا جائیگا انسان تام مطلق ہوگا اور تام مطلق اوسکو کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ باقی رہے تا سعادت ابدی اور نعمتہائے سرمدی سے کامیاب ہو اور فیض الٰہی کے قبول کرنے سے سعادتمند ہو بعد ازاں درمیان اسکے اور ذات باریتعالی کے کوئی حجاب مانع نہیں ہوگا بلکہ رتبہ اور شرف قرب اللہ تعالی کا پائیگا یہ مرتبہ تمام مراتب سے اعلی اور نہایت درجہ سعادت کا ہے جو بنی نوع انسان کے واسطے حاصل ہونا ممکن ہے اگر انسانوں کے واسطے یہ رتبہ ممکن نہوے تو مثل دیگر حیوانات اور نباتات کے انسانوں کیواسطے بھی سبیل اور طریق حاصل ہونے اسکے کا محال ہوتا اور انسان کی کچھ فضیلت اور بزرگی دیگر موجودات پر نہوتی جن لوگوں کے عقل تصور ان معنے سے قاصر ہے اونکے نزدیک بعد شکستہ ہونے بدن اور متفرق ہونے اجزاء اوسکے کے انسان فانی ہوجاتا ہے اور عاقبت کے حال سے وہ غافل ہیں پس وہ لوگ بتمامہ اپنی ہمت کو حصول لذات اور شہوات جسمانی پر مصروف رکھتے ہیں اور اونکو یہ گمان ہے کہ وجود نفس ناطقہ کا اول افعال اور امور کے ترتیب اور تہذیب کے واسطے ہی کہ جسکے ذریعہ سے لذات دنیاوی حاصل ہوں مثلاً وہ بیان کرتے ہیں کہ مطلب اور غرض قوت ذکر اور فکر سے جو یہ دونوں منجملہ قوای نفس انسانی میں یہ ہے کہ قوت ذکر کے ذریعہ سے یاد رکھے اوس لذات کو جو کسی قسم کے کہانے یا پینے یا شہوت رانی سے اسکو حاصل ہوئی ہو اور قوت فکر کے وسیلہ سے طریق حاصل کرنے ان مطلوبات کا نکالے پس اونہوں نے نفس نفیس کو ایک خادم اور مزدور قوت شہوت خسیس کا شمار کیا اور ذات شریف کو جو رتبہ میں ملاء اعلی کے

شریک ہے بہت کمینہ اور ناقص چیز یعنی نفس بہیمی کی خدمتگاری اور بندگی کے
واسطے مقرر کیا جو لوگ خلقت میں سے کمینہ اور جاہل ہیں اُنکا یہ راے ہے۔
ایسی رائے کے نزدیک ہے راے اوس جماعت کی جنھوں نے عاقبت کے مدارج
سے یہ تصور کیا ہے کہ جس قسم کے لذائذ اور شہوات دنیا میں ہیں اوسی قسم
کے عاقبت میں بھی ہونگے تا حاصل ہونے بہشت اعلی اور قرب بارگاہ الہی سے
زیادہ تر حاصل کرنے مطعومات اور امور شہوت کی قدرت ہوگی اور کھانے پینے
کی چیزیں مرغوب اور لذیذ ملینگی مطلب اونکا عبادت اور بندگی الہی سے یہ
ہی ہے ترک دنیا اور زہد و ریاضت ان چیزونکی رغبت کے باعث بنظر سوداگری
اور امید سود کے کرتے ہیں اور ناپائدار چیز کو بامید وافر اور باقی رہنے والی چیز
کے متروک کرتے ہیں نفس الامر میں یہ جماعت سب خلقت سے لذات اور
شہوات کے زیادہ تر حریص اور طامع ہیں اُنکو قانع اور زاہد نہیں کہنا چاہئے۔
باوصف اِن باتوں کے اگر انکے ساتھ عالم ملکوت اور ملاء اعلی کا ذکر کیا جائے
اور یہ اونکو سُنایا جاے کہ فرشتگاں جو مُقرب بارگاہ الہی کے ہیں اِن واہیات
اور خسیس خواہشوں سے پاک ہیں تو علو درجہ ہونے کے اونکے قائل ہوتے ہیں
بلکہ جانتے ہیں کہ ذات پاک اللہ تعالے کی جو خالق کل کائنات کا ہے پاک اور
مُنزہ ہے اطلاق لذت اور تمتع اِن باتونکا اوسکی ذات پاک پر جائز نہیں یہ
لوگ اِن خواہشوں کے سبب سے کتے اور سور بلکہ نجاست کے کیڑوں سے شارک
ہیں اور عقل اور تمیز کی جہت سے فرشتوں سے مشارکت رکھتے ہیں بیشک
ایک ولیس باوجود پہلی رائے کے اِس عقیدہ کا جمع ہونا ایک نہایت تعجبات سے
ہے اگر وہ لوگ تھوڑا سا بھی فکر اور تامل کریں تو اونپر یہ بات واضح ہوسکتی ہے کہ
جب تک پہلے بھوک کی تکلیف نہ اوٹھائی جائے لذت لقمہ ملائم کی حاصل نہوگی اور
جب تک سختی پیاس میں مبتلا نہوگا پانی سرد سے راحت نہیں پائیگا اور
ہمچنیں تکلیف امتلاء مادۂ منی میں جبتک اپنی ذات کو گرفتار نہ سمجھے گا لذت
استفراغ اسکی نصیب نہوگی اور جبتک گرمی اور سردی کی مصیبت کا تحمل
نہیں کریگا زینت لباس سے بہرہ یاب نہوگا پس جب اِس قسم کی لذتوں
سے جو حقیقت میں بمنزلہ علاج کے ہیں امراض اور تکالیف بدنی سے نجات
پاکر سلامتی اور راحت حاصل کرتے ہیں اور آرام اور لذت انکے طبائع پر وارد
ہوتی ہے تو یہ گماں کرتے ہیں کہ یہی لذایذ انسان کے لئے کمال اور سعادت

ہیں اور اِس بات سے غافل ہیں کہ اگر کسی طعام سے لذت نصیب ہوئی ہے
تو پہلے سختی بھوک کی بھی اوٹھانی پڑی اور اگر پینے کسی شربت سے راحت
پائی ہے تو رنج پیاس کا پہلے تکلیف رساں ہوچکا ہے اِسی مطابق جالینوس
کا قول ہے اِس جماعت کے حق میں کہ یہ جماعت خبیث نہایت خراب خصلت
ہیں گرفتار ہیں کہ جسکو اپنے مذہب اور رویہ میں شریک پاتے ہیں اوسکی مدد اور
دوستی کرنے کے لئے مستعد ہوتے ہیں اِس مقصد کے لئے کہ تا لوگونکو دکھلاویں
کہ ہم تنہائی اِس طریقہ میں نہیں ہیں اور بھی ہمارے ساتھ شریک ہیں
جب کوئی ارباب عقل اور فضل سے اِنکا شریک ہوجائے تو فریب انکا دوسری
قوم میں بھی پھیل جائیگا یہ جماعت نو آموز اور نو عمر لوگونکو بہت خراب کرتی
ہے یہ تقریر اونکے ذہن نشین کرتے ہیں کہ فضائل ملکی اصل میں کچھ حقیقت اور
وجود نہیں رکھتے اگر کچھ ہے تو ممکن الحصول نہیں جبکہ آدمی بالطبع نفسانی خواہشوں
کیجانب مائل ہوتی ہے تو اکثر ایسی باتونکے بباعث رغبت طبع خریدار ہوجاتے
ہیں اس سبب سے اس جماعت کے بہت لوگ مطیع اور تابع ہیں اگر کوئی شخص
کسیکو انہیں سے تنبیہ کرتا ہے کہ اِس قسم کے لذات ضرورت قیام بدن کیواسطے
ہیں کیونکہ بدن طبائع متضادہ یعنی گرم اور سرد اور تر اور خشک چیزوں سے
مرکب ہے غالب ہونا ایک کا دوسرے پر موجب شکستہ ہونے ترکیب بدن کا ہے
علاج کھانے پینے کا واسطے حفاظت اوسکے ہے تا جہاں تک ممکن ہو باقی اور قائم
رہے اور بیماری کے علاج کو سعادت تامہ اور غلبہ غائی اور خیر محض نہ تصور کرنا
چاہیئے کیونکہ سعید تام وہ ہوتا ہے جو اوسکو کسیطرحکا رنج نہو تا علاج کی حاجت پڑے
اور فرشتے جو مقرب بارگاہ الہی کے ہیں ایسے امراض سے فارغ ہیں اور ذات
اللہ تعالی واحدہٗ لاشریک کے ایسے اوصاف سے بالکل پاک اور بلند ہے۔ اسکے
جواب میں بیان کرتے ہیں کہ ایسے آدمی ہیں جو فرشتوں سے فاضل اور کامل
زیادہ ہیں اور اللہ تعالی کی ذات کو مخلوق سے نسبت نہیں کرنی چاہیئے پس
اسباب میں بحث مباحثہ اور جھگڑا برپا کرکے رائے مدمقابل کو کمینگی سے منسوب
کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنی شہادت واہیات اور بے اصل کو اوسکے دلپر
قدر اور منزلت دیں طرفہ بات یہ ہے کہ باوجود ایسے مذہب اور رائے کے جب
کسیکا حال ایسا سنتے ہیں کہ ہمارے طریقہ یعنی پیروی لذات جسمانی کو اوسنے ترک
کردیا ہے اور اہانت اور مذمت اس طریقہ کی کرتا ہے کم کھانا اور بے التفاتی خواہش

نفسانی سے اختیار کی ہے ضرورتاً چند لقمہ بے مزہ کھانے پر حصر کر لیا ہے تو اوسکے حال سے متعجب ہوکر اوسکو مستحق تعظیم اور کرامات کا جانتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ وہ ولی اور دوست خدا کا ہے اور خلقت میں فرشتہ سیرت اور بزرگ زیادہ اوس سے کوئی نہوگا جب اوسکو دیکھتے ہیں تو ہرطرح تواضع اور عاجزی سے پیش آتے ہیں اور اپنے آپکو اوسکی نسبت گنہگار اور بدبخت تصور کرتے ہیں اگرچہ یہ حالت اونکی اصلی عقیدہ سے بہت مخالف ہے مگر سبب اسکا یہ ہے کہ باوجود خراب ہونے عقیدہ اور عادات بد کے ابھی اونکے دلونپر کچھہ اثر ضعیف قوت نفس شریف کا پرتوانداز ہے اوس سبب سے اہل فضل کی فضیلت پر واقف ہوجاتے ہیں اور تعظیم اونکی کرتے ہیں بیخبری مخالف ہونے اصلی عقیدہ کے اس رائے کے ساتھہ اونکو اسبات پر مترکب کرتی ہے۔ دلیل روشن ضعف رائے اس جماعت پر یہ ہے کہ اگرچہ نفس بہیمی انکا نفس عاقلہ پر غالب ہے اور خراب خواہشوں پر انکا عمل ہے مگر بسبب اسکے کہ قدرے قلیل اثر قوت عقل کا اونمیں ابھی باقی ہے اپنے معاملات اور دربارہ ناشائستہ سے شرم رکھتے ہیں اپنے فعلوں پر پردہ اور اخفا سے کہ جہاں لوگ نہ دیکھیں ارتکاب کرتے ہیں اگر کوئی اونکے حالات کو مشاہدہ کرلے شرمندگی اور حیا سے وہ حالت اونپر وارد ہوتی ہے کہ زندگی سے موت کو بہتر جانتے ہیں الّا وہ شخص جو نہایت خسیس ہو اور وصف انسانیت کی بالکل اوسکے ذات سے زائل ہوئی ہو اور بیحیائی کا ملکہ اوسکی طبع پر کامل پیدا ہوا ہو اصلاح نفس ایسے آدمی کی ناممکن متصور ہوتی ہے اور علاج ایسے امراض مزمنہ اور شکستہ کا اثر پذیر نہیں ہوتا۔ مگر پہلا فرقہ جنکی طبائع میں اثر حیا کا ہنوز باقی ہے اور حصول صحت نفس اونکے کی امید قائم ہے چاہیئے کہ وہ لوگ اسبات میں تامل کریں کہ حیا دلیل امر قبیح کی ہے کیونکہ ہرایک طبیعت فعل جمیل اور نیک کام کو ظاہرا دوست رکھتی ہے پس جو امر متضمن قباحت کا ہو اور اوسکے اظہار سے شرم اور حیا طبع پر وارد ہو وہ ضرور اصل میں نقصان رکھتا ہوگا جو لازم طبع انسانی کا ہے اوسکا دور کرنا حتی الوسع واجب ہے کوئی تدبیر بہتر واسطے دور کرنے ایسی عادات ناشائستہ کے بجز اس امر کے نہیں ہے کہ جسطرح سے ہو طبع سے بیخ اور جڑہ اوسکی نکالی جاوے جو پھر کبھی اسکا اثر اوسکا منودار نہونا پاوے۔ اگر کوئی شخص امتحاناً چاہے کہ اس جماعت کی ضعف عقیدہ پر اطلاع حاصل کروں تو چاہیئے کہ انسے سوال کرے کہ اگر یہ افعال تمہارے نیک اور پسندیدہ ہیں تو پھر کسواسطے پوشیدہ اور مخفی کرنے کو تم بہتر جانتے ہو

اور اظہار کرنے اور اقرار کرنے کو خساست اور بیحیائی سمجھتے ہو پس لاجوابی اور سکوت اونکا دییں کافی ہے واسطے ثبوت بدخصلتی اونکے کے پس عقلمند کو چاہیئے کہ جن معائب اور نقصانات میں مبتلا ہیں اونکے دور کرنے میں ہمت اپنی مصروف رکھیں اور غذا بقدر حفظ اعتدال مزاج و قوام حیات کے اختیار کریں اور تناول غذا سے حصول لذت کو مد نظر نرکھیں تندرستی مطلوب سمجھیں کہ خود لذت تابع اسکے ہے اور بالعرض حاصل ہوتی ہے اور اگر کچھ تکلف غذا میں اس نظر سے کیا جاوے کہ اپنا قدر اور منزلت لوگونکی نظر میں حقیر نہ دکھلائی دے اور بخل اور کمینگی کے ساتھ اسکو نسبت نہ کریں تو روا ہے اس شرط سے کہ کبھی رنج اور بیماری کو نہ پیدا کرے اور سوا اسکے کوئی غرض دیگر درمیان نہو اور لباس بھی اوس حیثیت کا اختیار کرنا چاہیئے جو سردی اور گرمی کو اسکی ذات سے دفع کرے اور بدن کو محفوظ اور پوشیدہ رکھے اگر اس انداز سے بہ مصلحت اس بات کے کہ میری ذات لوگونکی نظروںمیں حقیر اور کم رتبہ نہ متصور ہو تھوڑا سا تجاوز کرے باین شرط کہ فخر اور غرور مد نظر نہو تو جائز ہے بہرحال طریق اعتدال سے اِن باتونمیں زیادتی نہیں کرنی چاہیئے اور مجامعت کے باب میں بھی انداز ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ جسقدر حفظ نوع اور حصول اولاد کا ظہور میں آوے اگر قدرے زیادتی بھی کیجاوے تو بہرحال قاعدہ حکمت سے متجاوز نہونا چاہیئے اور غیر عورتوں کیطرف بالکل خیال نہ کرنا چاہیئے اور مکان سکونتی و دیگر چیزیں کہ جنکی آدمی کو احتیاج ہوتی ہے اُن میں بھی اسیطرح طریق اعتدال کا نگاہ رکھنا چاہیئے بعد اسکے اوس فضیلت اور سعادت کے حاصل کرنے کے واسطے کہ جس سے انسانیت پیدا ہو اور نفس عاقلہ اپنے کمال مطلوب کو پہونچے کوشش کرے اور نقصانات کو حتی الامکان دور کرے کیونکہ فضیلت وہ ہوتی ہے کہ اوسکے پوشیدہ کرنے کیواسطے شرم اور حیا متقاضی نہو اور اخفا اُسکے کے لئے دیواروں کے پردے اور راتوں کی اندھیری کی حاجت نہ پڑے حاصل کلام کا یہ ہے کہ انسان میں تین قوتیں ہیں جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا سب سے ادنی نفس بہیمی اور اوسط نفس سبعی اور اشرف نفس ملکی انسان چارپایوں کے ساتھ نفس ادنی سے مشارکت رکھتا ہے اور نفس سبعی سے مغائر اونکا ہے اور درندوں کے ساتھ نفس سبعی سے مشارکت رکھتا ہے نفس ملکی کے شرف سے اونسے ممتاز ہے اور فرشتوں سے مشارکت نفس ملکی کے سبب ہے اور دیگر انواع سے مغائر پس عنان اختیار کی اسکے ہاتھ میں ہے

اگر چار پایوں کے مرتبہ پر پہنچنا چاہے تا ایک چار پایہ ہوگا اگر چاہتا ہے کہ درندوں کی خصلت حاصل کرے تو ایک درندہ ہوگا اگر ملائکہ کے درجہ کی خواہش ہے تو ایک فرشتہ ہوگا قرآن مجید میں یہ تینوں نفس نفس امارہ اور نفس لوامہ اور نفس مطمینہ کے نام سے مذکور ہیں نفس امارہ شہوات کے ارتکاب کے لئے رغبت اور اصرار پیدا کرتا ہے اور نفس لوامہ بعد ظہور عمل ناشائستہ کی ندامت اور ملامت کرنے کا اثر پیدا کرتا ہے اور نفس مطمینہ بجز فعل جمیل اور کار نیک کے اور کسی بات پر راضی نہیں ہوتا حکما کا مقولہ ہے کہ منجملہ ان تینوں نفسوں کے ایک اہل ادب وکرم ہے اور وہ نفس ملکی ہے۔ دوسرا اگرچہ ادب دینے والا نہیں مگر لائق قبول کرنے ادب اور فرماں برداری موّدب کی ہے اور وہ نفس سبعی ہے تیسرا بالکل خالی ادب دینے اور ادب قبول کرنے سے اور وہ نفس بہیمی ہے اور حکمت پیدا کرنے نفس بہیمی سے باقی رہنا بدن کا جو محل نفس ملکی کا ہے اوس مدت تک کہ جسمیں وہ نفس اپنا کمال حاصل کرسکے اور اپنے مقصد پر فائز ہوجاوے اور نفس غضبی کی پیدائش واسطے قہر اور جبر نفس بہیمی کی ہے کہ جو فساد غلبہ اوسکے سے ظہور میں آتے ہیں وہ رفع ہوجاویں کیونکہ نفس بہیمی قابل ادب کے نہیں ہے اور افلاطون نے نفس سبعی اور بہیمی کی مثال میں بیان کیا ہے کہ نفس سبعی مثل سونے کے ہے نرمی اور لطافت میں اور نفس بہیمی بمنزلہ لوہے کے ہے ازروئے کثافت اور سختی کے۔ پس جو کوئی عمل نیک کرنا اختیار کرے اگر خواہش نفسانی اسباب میں اوسکو مدد نہ دیں تو قوت غضبی سے استعانت کرنی چاہئے جو برانگیختہ کرنے والی غیرت کی ہے تا اوسپر قہر اور جبر کرے اگر باوجود اسکے پھر بھی غلبہ قوت شہوت کا ہو تو دیکھنا چاہئے کہ اگر اوسکو بعد ارتکاب امر ناشائستہ کے پشیمانی اور ندامت لاحق ہوتی ہے تو ہنوز اصلاح اوسکی ممکن ہے اور مرض اوسکی قابل علاج ہے پھر اوسکے ارادے کو دوبارہ اوسکام کے کرنے سے ضعیف کرنا چاہے ورنہ اوسکی وہ مثال ہے کہ جو حکیم اول نے بیان کیا ہے کہ بہت آدمیوں کو میں ایسا دیکھتا ہوں جو دعوے محبت عمل نیک کا کرتے ہیں اور محنت اوسکیکا تحمل نہیں کرسکتے تا سستی اور کاہلی اونکی مزاج پر غالب ہوجاتی ہے پس کچھ فرق نہیں انمیں اور اوس جماعت میں جو بالکل عمل نیک اور فضیلت کو دوست نہیں رکھتے کیونکہ اگر بینا اور نابینا دونوں کنوے میں گر پڑے گے تو ہلاک ہونے میں برابر ہیں گے۔

بننا مستحق ملامت اور سرزنش کا ہوگا۔ حکماء متقدمین نے اِن تینوں نفس کی مثال اسطور پر بیان کی ہے جیسا کہ تین حیوان مختلف نوع کے ایک مکان میں جمع کئے جاویں فرشتہ اور کتا اور سور انمیں سے جو غالب ہوگا اوسی کا حکم چلے گا۔ بعضوں نے بیان کیا ہے کہ آدمیونکی مثال اِن تینوں نفسوں کے ہونے سے مثل اسکے ہے کہ ایک آدمی کسی قوی چارپایہ پر سوار ہو اور اوس سواری میں ایک کتا یا چیتا بھی شریک اسکا ہو اور بارادہ شکار جنگل کو جائے اگر اوس آدمی کا سب پر حکم ہے اور دیگر حیوانات اطاعت پذیر اوسکے ہیں تو ان سب کو مناسب طور پر انداز اور اعتدال سے کام پر لگائے گا اور اپنے اور انکے حفاظت مد نظر رکھیگا اور خوراک وغیرہ میں حد انصاف و عدالت کی ملحوظ رہیگی وہ حیوانات ہمراہی اِن باتوں سے فارغ البال رہینگے اگر انمیں سے چارپایہ غالب ہوگا تو سوار کی اطاعت نکریگا جہاں گھاس اچھا نظر آئیگا بے تامل اسطرف بھاگنا شروع کریگا ناہمواری حرکت اور نشیب و فراز رستہ کا کچھ لحاظ نہیں ہوگا خواہ چاہ میں گرے خواہ کسی درخت کے صدمہ سے سر ٹوٹے خواہ کسی اور خطرناک جگہ میں ڈالے سب کو ہلاک کریگا اگر سلامت بھی کسی گھاس سبز کی جگہ پر پہونچ جائیگا تو اپنا پیٹ بھر لیگا اور دوسروں کو گرسنگی سے ہلاک کریگا۔ ایسا ہی حال ہے اگر درندہ غالب ہوگا جب وہ صید کو مشاہدہ کریگا تو وہی قبائح جو مذکور ہوچکے ہیں اسکی چالاکی اور نا اعتدالی سے وقوع میں آئینگے بلکہ احتمال ہے کہ صید کے مقابلہ کے وقت کوئی صدمہ اور زخم ایسا لاحق ہو جو نوبت ہلاکی کی پہونچے اور جب یہ کسی ایسے شخص کے زیر حکومت ہونگے کہ جو منصب حکومت کے لائق ہے تو اِن آفات سے سب محفوظ رہینگے۔ حال موافقت اور اختلاط اِن تینوں قوتوں کا برخلاف حال اجسام کے ہے کیونکہ نفس ملکی کی تدبیر سے اِن دونوں نفسوں میں وہ دوستی اور موافقت پیدا ہوجاتی ہے کہ گویا یہ تینوں حقیقت میں ایک ہی بنجاتے ہیں اور باوجود اسکے افعال اور آثار جو ہر ایک سے مطلوب اور متوقع ہیں عین اپنے وقت اور موقع پر ایسے ظہور کرتے ہیں جیسا کہ یہ سمجھا جائے جو ہر ایک اپنے پہلی حالت پر ہیں اور از روئے موافقت اور مطابعت ایک دوسرے کے اوسحالت میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب نتیجہ ایک ہی قوت کا ہے کچھ تنازع اور ضدیت نہیں ہے اور اسی باعث سے اختلاف علماء کا اسباب میں ہے کہ آیا یہ تینوں قوتیں

ایک نفس کے متعلق ہیں یا خود تینوں نفس علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اگر اختیار
اور تدبیر نفس ملکی کے ہاتھ میں نہو تو نزاع اور مخالفت برپا ہوگی اور ہر ساعت
ضدیت بھڑکتی جائیگی تا اِس حدتک کہ بدن اور تینوں قوتیں نیست و نابود
ہوجائینگی۔ کوئی حالت اس سے بدتر نہیں ہے کہ جبیں سستی اور فروگذاشت
اون باتوں کی ظہور میں آوے کہ جنمیں اللہ تعالےٰ نے کئی طرحکے مصلحتیں
رکھیں ہیں کیونکہ اسمیں نعمتیں الٰہی کو ضائع سمجھنا اور حقوق اور احسانوں
اوسکیکا کفراں کرنا ہے جو نفس الامر میں کفر اسی نام کا ہے اور نہ رکھنا شے کا اپنے
محل اور موقع پر یعنی رئیس کو خدمتگار اور بادشاہ کو غلام بنانا نہات ظلم ہے
یہ سب باتیں اغوائے شیطاں اور فریب ابلیس سے عمل میں آتے ہیں
پناہ چاہتا ہوں میں ساتھ اللہ تعالیٰ کے اِن باتوں سے اور اُسی درگاہ سے
پرہیزگاری اور توفیق مانگتا ہوں۔

ساتویں فصل بیاں معنی خیر اور سعادتمیں ہے جو مطلوب کمال حاصل کرنے سے وہ ہے

جب ہرایک کام اور فعل کے کرنے سے کوئی مطلب اور غرض مد نظر ہوتی ہے
تو تکمیل نفس انسانی کے لئے بھی کوئی غرض ہونی چاہئے اور غرض اوسکی جیسا کہ
پہلے اثنار کلام میں بیاں کیا گیاہے سعادت ہے جو اوسکے حق میں عین خیر
ہے پس مناسب ہے جو معرفت ماہئیت خیر اور سعادت کے باب میں کچھ بیاں
کیا جائے تاکہ اسکی واقفیت سے جو شخص کہ بالکل اسطرف مائل نہیں اوسکے
طبع میں شوق طلب اور تحصیل کمال کا پیدا ہو اور جوکہ پہلے سے طالب ہے
اوسکا اس سے شوق غالب ہوجائے اور جو کامل ہے اوسکو اسکے دریافت سے
فرح اور خوشی زیادہ ہو۔ حکیم ارسطاطالیس نے شروع کتاب اخلاق کا اسی
فصل سے کیا ہے اور بیشک رائے صواب اسباب میں وہے جو اوسنے کی ہے
کیونکہ جو چیز پہلے فکر میں آتی ہے عمل میں اخیر پر آتی ہے اور جو اخیر پر فکر
میں گذرتی ہے وہ عمل میں پہلے آتی ہے۔ جیساکہ جملہ صناعات میں یہ
قاعدہ مقرر ہے کیونکہ نجار جبتک پہلے تصور فائدہ تخت کا نکرے گا اوسکے بنانیکا

فکر نہوگا اور جب تک تمام کیفیت بنانے اوسکی ذہن میں خیال نکریگا تو بنانا اوسکا
شروع نہ کریگا اور جبتک وہ تخت بالکل طیار نہوگا فائدہ اوسکا جو پہلے فکر میں
گذرا ہے ظہور میں نہیں آئیگا۔ وہچنیں جبتک عقلمند خیر اور سعادت کو جو
نتیجہ کمال نفس انسانی کا ہے خیال نکرلے تو فکر تحصیل کمال کا اوسکے دل میں
سنجوبی شکلن نہوگا اور جبتک تحصیل کرنے میں کوشش نہوگی خیر اور سعادت
نصیب نہوگی۔ اوستاد شیخ ابوعلی رحمتہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارسطاطالیس نے
کتاب اخلاق میں لکھا ہے کہ نوخیز آدمیوں یا اون لوگوں کو جو مثل نوخیزوں کے
ہیں اس کتاب سے کچھ زیادہ منفعت نہیں ہوتی اور نوخیزوں سے ہماری
مراد یہ نہیں ہے کہ جو سن و سال اونکا کم ہو کیونکہ سن سال عمر کو اسمیں دخل
نہیں ہے بلکہ اُنسے وہ لوگ مراد ہیں جو خصلت اونکی آلودہ شہوات جسمانی سے
ہو اور ان باتوں کی رغبت اونکے دلوں پر غالب ہو اور میں کہتا ہوں کہ درج
کرنا اِس فصل کا جو مشتمل اوپر بحث سعادت اور خیر کے ہے کتاب اخلاق میں
اُس مطلب سے نہیں ہے کہ تاوہ نوخیز آدمی اس مرتبہ پر فائز ہوں بلکہ اِس
نظر سے ہے کہ یہ تقریر اونکے سمع رس ہوجائے تاکہ وہ معلوم کریں کہ آدمیوں
کے واسطے ایسے ایسے مراتب ہیں اور انسان کو طاقت اسبات کی ہے کہ اون
مراتب پر فائز ہوجائے تا اس بات سے اونکے دلوں میں شوق پیدا ہو اور
اگر توفیق مدد دے تو اس رتبہ کو حاصل کریں۔ شیخ ابوعلی رحمتہ اللہ نے آغاز
اِس فصل میں فرق درمیان خیر اور سعادت کے بیان کیا ہے پس رائے ہر ایک
فرقہ حکماء کے نقل کیے اور بعد اوسکے مذہب حکماء متاخرین کا اور جو کہ اوسکا
اپنا مقتضائے عقل کا تھا ظاہر کیا چنانچہ خلاصہ اون معانی کا بیان کیا جائیگا
انشاء اللہ تعالےٰ۔ اب بیان کرتا ہوں میں کہ حکماء متقدمین کے نزدیک خیر
دو نوع پر ہے۔ ایک خیر مطلق دوسرا خیر اضافی خیر مطلق اوسکو کہتے ہیں جو
وجود موجودات سے اصلی مقصود ہے اور غائت تمام غایات کا ہے خیر اضافی
اون چیزوں کو کہتے ہیں جو اوس غائت کے وصول ہونے کے واسطے نافع ہوں
سعادت بھی خیر کے قبیلہ سے ہے لیکن ایک ایک شخص کی نسبت سے اسکو
اعتبار کیا جاتا ہے اور وہ فائز ہونا اوس شخص کا ہے حرکت ارادی نفسانی
کے ذریعہ سے کمال اپنے کو پس ان معنی کے سبب سے سعادت ہر شخص
کی مغائر سعادت دوسرے شخص کی ہوگی۔ اور خیر تمام اشخاص میں یکسان

یکساں ہوگی - ایک جماعت نے اطلاق لفظ سعادت کا حیوانات پر بھی جائز رکھا ہے راست اور دراصل بات یہ ہے کہ اطلاق اسکا حیوانات پر مجازاً ہوسکتا ہے کیونکہ حیوانات کا اپنے کمال پر فائز ہونا رائے اور فکر کے وسیلہ سے نہیں ہوتا بلکہ اوس استعداد کے سبب سے ہوتا ہے جو اصل طبیعت انکی میں پیدا کی گئی ہے پس وہ سعادت حقیقی نہیں ہوسکتی - جو کہ بعضے حیوانات کو سامان کھانے پینے اور آرام و آسائش وغیرہ کا نسبت دیگر ہمجنسوں کے اچھا میسر ہوجاتا ہے اوسکو کچھ سعادت میں دخل نہیں ہے بلکہ یہ باتیں بخت اور مقسوم اور اوز اتفاق سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور انسانوںمیں بھی ایسے بہت ہیں۔
الا سبب بیاں کرنے اسبات کا کہ خیر مطلق کے ایک ایسے معنے ہیں کہ تمام اشخاص کو شامل ہیں یہ ہے کہ ہر حرکت کسی مطلب کے حاصل کرنے کیواسطے ہوتی ہے اور ہر ایک فعل کے کرنے سے کوئی غرض مد نظر ہوتی ہے کیونکہ عقل اسبات کو روا نہیں رکھتی کہ کوئی شخص حرکت اور سعی بے نہایت کرے اور مطلوب اوسکا اوس سے کچھ نہو اور جو کہ غرض فعل سے ہوگی چاہئے کہ اوسمیں کوئی خیر فاعل کے حق میں متصور ورنہ فعل اوسکا لغو اور بیفائدہ ہوگا اور عقل اوسکو قبیح جانیگی پس اگر وہ غرض فی ذاتہ خیر ہے اوسکو خیر مطلق کہا جائیگا اور اگر وہ سبب ایک اور خیر کا ہے جو اوسکی خیریت اس غرض سے زیادہ ہے اوسکو یعنی غرض کو خیر اضافی کہا جائیگا اور اوس خیر کو خیر مطلق - جب صناعات اور افکار جملہ عقلمندوں کے ایسے خیر کی تحصیل میں متوجہ ہیں پس خیر مطلق ایک معنی سے ہے تمام پر شامل ہوئی جاتا ان معنوں کا واجب تھا تا جمیع اشخاص ہمت اپنی اسکے حاصل کرنے میں مصروف رکھیں خیرات اضافی اور اغراض پراگندہ سے احتراز کریں اور غلطی میں نہ پڑیں کیونکہ جو غرض فی ذاتہ خیر نہیں سمجھنا چاہئے تا اس مرتبہ مطلوبہ پر یا جو کہ نزدیک اوس مرتبہ سے ہیں فائز ہوں انشاءاللہ تعالے -

تقسیم خیرات

خیرات کے چند قسم ہیں حکیم فرفوریوس نے ارسطاطالیس سے یوں نقل کیا ہے کہ اوسنے تقسیم خیرات کی اسطرح پر کی ہے کہ بعضے قسم خیرات کے شریف ہوتے ہیں اور بعضے ممدوح اور بعضے خیر بقوۃ اور بعضے نافع طریق خیر ہیں الا شریف

وہ ہیں جو شرف اونکا ذاتی ہو اور دوسرے چیزونکو شرف اونسے حاصل ہو اور یہ دو ہیں عقل اور حکمت اِلّا مجموع انواع فضائل و دیگر افعال نیک ہیں اور غیر بقوۃ استعداد اِن خیرات کو کہتے ہیں اِلّا نافع در طریق خیرات اون چیزونکو کہتے ہیں کہ بذاتہ وہ مطلوب نہوں بلکہ کسی دوسرے غیر کے سبب سے مطلوب ہوں مثل دولت اور حشمت کے ۔

دوسری وجہ تقسیم خیرات کی

خیرات یا غایات ہونگے یا غیر غایات اور غایات یا تام ہونگے یا غیر جو تام ہے وہ سعادت ہے کہ جب حاصل ہوجائے تو صاحب اسکا اس سے طالب زیادتی کا نہیں ہوتا۔ اور وہ جو غیر تام ہیں مثل صحت اور دولت کے کہ جب یہ حاصل ہوجائیں تو انپر ہی کفایت نہیں ہوتی بلکہ انکے ذریعہ سے مطلوب دیگر کے طلب پیش نہاد ہوتی ہے۔ اور غیر غایات مانند تعلم علم اور علاج مرض اور ریاضت اور ریاضت کے ۔

دوسری وجہ تقسیم کی

خیرات یا نفسانی ہونگے یا بدنی یا اِن دونوں سے خارج اور معقول ہونگے یا محسوس اور بعض نے اقسام خیرات کو مقولات عشرہ میں جو جملہ انواع موجودات پر شامل ہیں مقرر رکھا ہے اور بیاں کیاہے کہ خیر جوہر میں مثل جوہر عقل کے ہے کہ سب سے پہلی پیدا کی گئی ہے اور جملہ موجودات کا کمال حاصل کرنیکی طریق میں انتہا اسکی جانب ہے اور اسکا انتہا ذات پاک اللہ العالمیں سے ہے اور خیرات کم میں مثل مقدار معتدل اور عدد تام کے ہے اور کیف میں مثل لذات نفسانی اور جسمانی کے ہے اور اضافت میں مثل ریاست اور صداقت کے اور اینمیں مانند مکاں پاک کے اور متی میں مثل زمانہ موافق کے اور وضع میں مانند تناسب اجزاء کے اور ملک میں مثل منفعت لباس کے اور فعل میں مانند نفاذ حکم کے اور انفعال میں مانند دریافت محسوسات نیک کے جیسے آواز خوش اور صورت مرغوب یہ تقسیم خیر کی ہے بموجب حکم حکماء کے ۔

تقسیم اقسام سعادت

سعادت کو چند اقسام پر تقسیم کیا ایک جماعت نے حکماء متقدمیں سے جو پہلے زمانہ

میں گذر چکے ہیں مثل فیثاغورث اور سقراط اور افلاطون وغیرہ جو ارسطاطالیس سے پہلے ہوئے ہیں اُنہوں نے سعادت کو صرف نفس انسانی پر ہی منحصر رکھا ہے بدن کو اس سے کچھ حظ اور نصیبہ نہیں پس سب کی رائے اسی پر متفق ہوئی کہ سعادت کے چار قسم ہیں جنکو فضائل چہارگانہ کہتے ہیں۔ حکمت شجاعت عفت عدالت چنانچہ اِس مقالہ کا دوسرا قسم اکثر اوسی کے بیان میں مشتمل ہے اور اُنہوں نے بیان کیا ہے کہ حاصل ہونا اِن چار فضلیتوں کا کافی ہے حصول سعادت کے واسطے دیگر فضائل بدنی وغیرہ بدنی کے کچھ حاجت نہیں ہے کیونکہ اگر صاحب اِن فضیلتوں کا گمنام ہو یا درویش اور فقیر ہو یا ناقص الاعضاء یعنی لولا لنگا ہو یا تمام مرضوں اور محنتوں میں مبتلا ہو تو اوسکے سعادت کو کچھ کسیطرحکا ضرر اور نقصان نہیں پہونچتا اِلّا وہ مرض کہ جسکے عارض ہونے سے نفس کو کسیطرحکا خلل اور ضرر پہونچے اور اوسکو اپنے فعل سے مانع ہو چنانچہ فساد عقل اور دیوانگی تو اسحالت میں اسکے کمال کو نقصان پہونچ سکتا ہے اور اِس رائے پر سب کا اتفاق اس سبب سے ہوا ہے جو انکے نزدیک بدن ایک آلہ نفس کا ہے اور انسان از روئے ماہیت اور نفس الامر کے صرف نفس ناطقہ ہے۔

وہ جماعت حکمائی جو بعد ارسطاطالیس کے ہوئے ہیں مثل رواقیاں اور تابعدار اوسکے اور بعضی طبیعیاں جو بدن کو ایک جزو اجزائے انسان سے جانتے ہیں اوہنوں نے سعادت کو دو قسم پر منقسم کیا ہے۔ ایک قسم نفسانی دوسرا قسم جسمانی اوسکے نزدیک جب تک سعادت نفسانی سعادت جسمانی سے منضم نہو یعنی دونوں سعادتیں جبتک حاصل نہوں تو اوسپر اطلاق کمال کا نہیں کیا جاتا۔ اور جو چیزیں جو بدن سے خارج ہیں قسمت اور اتفاق سے تعلق رکھتی ہیں اونکو قسم سعادت جسمانی سے شمار کیا ہے۔ یہ رائے حکماء محققین کے نزدیک ضعیف ہے کیونکہ بخت اور اتفاق کو بقا اور پائداری نہیں ہوتی نکہ اہل رائے کو اوسکے حصول کے لئے دخل نہیں ہے پس سعادت جو سب چیزوں سے اشرف اور اعلیٰ ہے اور تغیر اور زوال سے محفوظ اور حاصل ہونا اسکا عقل اور فکر پر منحصر ہے پس کسطرح اوس کو ایسے خسیس ناپائدار چیزوں میں شمار کیا جائے لیکن ارسطاطالیس نے جب اسباب میں نظر کی اور اختلاف اکثر مردم اور تحیر اونکا معنی سعادت میں معلوم کیا کیونکہ درویش اور محتاج آدمی سعادت اپنی دولت

اور فریقی رزق میں تصور کرتا ہے اور بیمار صحت اور سلامتی میں اور ذلیل
عزت اور جاہ میں اور حریص اپنی خواہش کے پورا ہونے میں اور اہل غضب
غلبہ اور دبدبہ میں اور عاشق معشوق کے ملنے میں اور فاضل افاضۂ فضیلت
میں وغیرہ علی ہذا القیاس پس اُسنے ازروئے حکمت اور مقتضائے عقل کے
ترتیب کرنا مراتب سعادت کا حسب مدارج ہرقسم کے مقرر کرنا واجب تصور
کیا کیونکہ ہرچیز اپنے اپنے موقع اور اپنے اپنے محل پر نسبت ہرشخص معین
کی ایک گونہ سعادت ہے جزوی اور نظر فیلسوف کی چاہیئے کہ تحقیق کرنے
تمام حقائق پر شامل ہووے پس اس نظر سے سعادت کو پانچ قسم پر منقسم
کیا پہلی وہ کہ صحت بدن اور سلامتی حواس اور اعتدال مزاج سے تعلق
رکھے دُوسرے جو مال اور مددگاران کے وجود سے متعلق ہو تاکہ اُنکے وسیلہ سے
اظہار کرم اور دوستی کا یا ارباب خیر اور دیگر افعال قابل مدح اور تعریف کے
صادر ہوں سوئم وہ جو ذکر خیر اور حسن کلام اور نیکنامی سے خلقت میں
تعلق رکھے بموجب احسان اور فضیلت اُسکے کے نیکنامی اُسکی شائع ہو
چہارم جوکہ اغراض اور مطلب روائی اہل حاجات سے متعلق ہو۔ پنجم وہ
جو جودت رائے اور صحت فکر اور واقفیت امر صواب کی امور مشورہ طلب
میں اور نگہداشت ارادہ کی خطا سے کل معاملات میں عموماً اور امور دینی
میں خصوصاً رکھتا ہو جس شخص کی ذات ان پانچ اوصاف سے جامع ہوگی
وہ سعید کامل ہوگا علی الاطلاق اگر اُنہیں سے کوئی وصف نہیں رکھتا
تو اوسیقدر وہ ناقص ہوگا۔ اور حکیم موصوف کا مقولہ ہے کہ یہ امر نہایت
دشوار ہے کہ بغیر موجودگی مادہ کے مثل فراخ دستی اور کثرت دوستاں اور
یاوری طالع کے اُس سے افعال نیک اور اعمال صالح صادر ہوں اور اسی
سبب سے ہے کہ حکمت اظہار اپنے شرف میں محتاج ہے ملکداری کی
اور سعادت منجملہ نعمائے الہی سے ہے کیونکہ یہ نعمت اور بخشش خاص
بارگاہ اوسبحانہ تعالیٰ سے نہایت اعلیٰ اور اشرف معارج کے انسان تام
کے حق میں مرحمت ہوتی ہے غیر تام انسانوں کو مثل اطفال وغیرہ کے
اسمیں شرکت اور دخل نہیں ہے۔
اور ایسا ہی حکماء کا اختلاف ہے اس بات میں کہ سعادت عظمیٰ انسان
کو ایام حیات میں نصیب ہوتی ہے یا بعد ممات پہلا فرقہ حکماء متقدمین کا

اس بات پر متفق ہے کہ بدن کو سعادت میں کچھ دخل نہیں ہے جبتک کہ
نفس انسانی بدن سے متصل ہے اور کدورت طبیعت اور نجاست جسم
میں مبتلا ہے اور حاجات اور ضروریات نے اوسکو بہت کاموں کیطرف
مشغول کیا ہوا ہے تب تک وہ سعید مطلق نہیں ہوسکتا بلکہ ظلمت ہیولی اور
اور حجاب مادہ کا کماحقہ کشف حقائق معقولات سے مانع ہے جب ان کدورت
سے مفارقت کریگا اور جہل سے پاک ہوگا تو عین صفائی اور خالص ہونے جوہر
اپنے سے لائق و قابل انوار آلہی کے ہوکر اطلاق عقل تام کا اوسپر جایز ہوگا پس
سعادت حقیقی اوسکے نزدیک بعد از وفات ممکن ہوئی۔ ارسطاطالیس و دیگر حکما
جو تابعدار اوسکی ہیں اونکا یہ قول ہے کہ نہایت قبیح اور نامناسب ہے یہ امر
کہ ہم اس بات پر اقرار کریں کہ کوئی شخص حالت حیات میں موصوف ہووے
اوصاف صواب رائے اور نکوکاری سے اور جامع ہو ذات اوسکی فضائل کمال
سے اور دوسروں کے کمال کرنے کی استعداد رکھتا ہو اور بمنصب خلافت رب الکریم
کے معزز اور ممتاز ہو اور انواع موجودات کی اصلاح کریں اپنے وقت عزیز کو
صرف کرتا ہے باوجود ان تمام فضیلتوں اور بزرگیوں کے بیہودہ شقی اور ناقص رہے اور جب قوت ہوجائے
اور سب افعال اور اعمال اونکے باطل ہوجائیں تو اوسوقت سعید تام ہوجائے بلکہ رائے ان حکیموں کی
اس بات پر متفق ہے کہ سعادت کے کئی درجہ اور کئی مراتب ہیں اور حسب استعداد کوشش اور سعی کے
بتدریج حاصل ہوتے ہیں جب انسان نہایت کے درجہ اور اعلی مرتبہ پر فایز
ہوجائے تو سعید تام ہوجائیگا اگرچہ قید حیات میں ہو جب وہ سعادت تام
حاصل ہوجائیگی تو پھر بعد مرنے کے وہ زائل نہیں ہوتی۔ یہ ہیں قول حکماء متقدمین
کے اس باب میں۔ جب آخرین نے ان دونوں آراء پر نظر کی اور قواعد
اور قانون حکمت اور عقل سے اسکا مقابلہ کیا تو اونہوں نے اسطور پر بیان کیا
کہ جب انسان کے واسطے ایک فضیلت روحانی ہے جو اوس سے ملائک اعلی
کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور ایک رذیلت جسمانی ہے کہ جس سے چارپایوں
کے ساتھ مشابہ ہے اور واسطے حاصل کرنے کمال جزو روحانی کے چند
روز تعلق اسکا جزو جسمانی کے ساتھ اس عالم میں ہے کہ تا اس عرصہ میں ہیچ
امور کو انتظام بخش کر تحصیل فضائل کا کرے اور بعد اوسکے بذریعہ جزو روحانی
کے عالم علوی کی طرف انتقال کرے اور ابد الاباد صحبت ملاء الاعلی میں رہے
مراد اونکی عالم علوی اور سفلی سے بلندی اور پستی مکان کی نہیں جو بظاہر نظر

آتی ہے بلکہ جو کہ حس سے محسوس ہوتی ہے وہ سفلی ہے اگرچہ مکان اوسکا
بلند ہو اور جو کہ عقل سے مدرک اور معقول ہے وہ اعلیٰ ہے اگرچہ پست مکان
سے ادراک اوسکا کیا گیا ہے۔ اور جبتک کہ انسان اس دنیا میں ہے اوسپر
اطلاق لفظ سعادت کا اس شرط سے جائز ہوگا کہ جب اوسکی ذات میں دونو
طرحکی فضیلت موجود ہوگی یعنی جو چیزیں کہ سعادت کے حاصل کرنے کے واسطے
نافع ہیں وہ بھی اوسکو حاصل ہوجائیں اور نیز حالت حیات میں جواہر شریفہ
اور مجردہ کے مطالعہ میں کوشش رکھے اور اونکے ادراک کے جو شایق اور
مائل رہے یہ پہلا مراتبہ مراتب سعادت کا ہے پس جب اس جہان سے انتقال
کرے سعادت بدنی سے مستغنی ہوگا اور سعادت اوسکی صرف اوپر مشاہدہ جمال
مقدس علویات کے جو حکمت حقیقی سے مراد ہے منحصر رہیگی تا مستغرق ذات
رب العالمین میں ہوجائیگا اور اوصاف جلال الٰہی سے متصف ہوگا۔ یہ دوسرا
مرتبہ سعادت کا ہے۔ پہلے مرتبہ سعادت کے دو درجہ ہیں درجہ اول میں وہ
لوگ ہیں کہ جنمیں خصائل جسمانی بخوبی موجود ہیں اور واسطے ادراک اور
حصول اخروی کے اون کے دلونمیں شوق اور رغبت غالب ہے۔

اعلیٰ درجہ کے وہ لوگ ہیں کہ فضائل روحانی اون میں بالفعل حاصل
ہیں اور بسبب زیادتی کمال اپنے کے دوسرے آدمیوں کے کامل کرنے میں
بالذات ملتفت اور دیگر امور عالم میں بالعرض معروف ہیں اور باوجود اسکے
بنظر دلائل قدرت الٰہی اور حصول اطلاع حکمت ہائے نامتناہی باریتعالیٰ کے
اور حتی الامکان پیروی کرنے اوسکی سے خوش اور کامیاب ہیں۔ جو شخص ان
دونوں قسموں سے بے بہرہ اور محروم ہے اوسمیں انسانیت نہیں وہ چارپایوں
کے مرتبہ پر شمار کیا جائیگا بلکہ اونسے بھی فروتر اولیک کالانعام بل ہم اضل یعنی وہ
لوگ مثل چارپایوں کے ہیں بلکہ اونسے بھی گمراہ زیادہ کیونکہ چارپایوں کے
لئے یہ کمال نہیں تجویز کیا گیا تا اونکے نفس کو خسیس اور کوتاہ ہمت تصور
کیا جائے بلکہ ہرایک قسم حیوانات کا بموجب استعداد اصلی اور فطرتی اپنی کے
اپنے کمال پر فائز ہے۔ اور اس فرقہ کے لئے طریق حاصل کرنے کمال کا میسر
ہے اور چند وجہ سے ترغیب اور سیاست بھی اسکے حاصل کرنے کے واسطے
اونکو دیجاتی ہے اور سامان اور اسباب اسکا بھی مہیا ہے پھر یہ فرقہ سستی
اور فروگذاشت کرتا ہے بلکہ جو چیزیں مخالف اور ضد فضیلتوں کی ہیں اونکو

اپنا پیشہ مقرر کر رکھا ہے اور تمام عمر میں قوائے شریفہ اپنی کو خسیس اور ادنیٰ باتوں میں صرف کرتے ہیں پس چارپایوں سے بئے عذر محرومی کا تحصیل قرب ارواح مقدسہ اور سعادت اشرف سے واضح ہے اور یہ فرقہ مستحق مذمت اور حسرت اور ندامت اور ملامت کا ہے جیساکہ پہلے بیان کیا گیا کہ اگر بینا اور نابینا دونوں رستہ بھول کر کوئے میں گریں اگرچہ ہلاک ہونے میں دونوں برابر ہیں مگر بینا لائق ملامت اور سرزنش کے ہے اور نابینا معذور پس ظاہر ہوا کہ انسان جب تک انسان ہے سعادت اُسکی کے دو درجہ ہیں پہلا درجہ کے لوگ حسرت اور نقصان سے خالی نہیں ہیں ہم بسبب محروم رہنے درجہ اعلیٰ کے اور ہم بنظر مصروف اور مشغول ہونے بامور جسمانی میں پس حقیقت میں سعادت انکی ناقص ہے سعادت تام صاحبان درجہ دوم کے ئے متحقق ہے جو ان معانی سے ذات انکی پاک ہے اور روشنی انوار الٰہی سے آراستہ اور منور ہے جو کوئی اس رتبہ پر فائز ہوجائے نہایت اعلیٰ مرتبہ پر متمکن اور مشرف ہوجائیگا پس اوسکو نہ فراق کسی مطلوب سے اندیشہ اور نہ فوت ہونے کسی لذت اور نعمت سے افسوس اور حسرت ہوتی ہے بلکہ تمام مال اور نعمتیں دنیاوی حتیٰ کہ جسم اور بدن اوسکا جو سب سے نزدیک اور عزیز ہے اگر کسی معرض زوال میں مبتلا ہوجائے بنظر نجات اور خلاصی اپنی کے اوسکے ترودات سے اوسکو ایک بڑی نعمت اور بخشش الٰہی تصور کرتا ہے اگر کچھ ضرورتا تھوڑا سا تصرف امور دنیاوی میں وہ کرے تو بنظر قائم رہنے ترکیب بدنی کے جو اوسکے دور کرنے اور شکستہ کرنے میں اوسکو کیطرحکا اختیار اور مجال نہیں ہے ہوگا پس اس سے کوئی امر برخلاف ارادہ اور مشیت ازلی کے صادر نہیں ہوتا قریب اور مخالفت طبع کی ہرگز اوسمیں اثر پذیر نہوگی پس نہ فوت ہونے مطلوب اور فقدان محبوب سے اوسکو غم ہوگا اور نہ حصول مراد سے کسیطرح کی خوشی ہوگی۔

ایک فصل کتاب مصنفہ حکیم ارسطاطالیس جو فضائل نفس میں ہے اور ابوعثمان دمشقی نے کمال احتیاط سے اوسکو یونانی سے عربی میں ترجمہ کیا اور اوستاد شیخ ابوعلی نے بعینہ وہ فصل کتاب الطہارت میں درج کی اور اوسمیں اشارہ ان دونوں حال کا ظاہر ہے اور اس مقام میں بھی اوس فصل کو بجنسہ فارسی میں نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلا مرتبہ مراتب فضائل

تاکہ جسکو سعادت کہتے ہیں یہ ہے کہ انسان ارادہ اور تلاش اپنے مصالح
اور امور اس عالم ظاہری میں اور وہ امور ظاہری جو نفس اور دل سے تعلق
رکھتے ہیں اور جو انکے متصل اور مشارک ہیں صرف کرے اور تصرف اوسکا
احوال محسوسات میں حد اعتدال سے جو مناسب اون حالات کے ہو متجاوز
نہو جائے اور اسحالت میں ابھی تک طبیعت انسان کی حرص وہوا سے پیوستگی رکھتی
ہے مگر وہ شخص جو اعتدال نگاہ رکھتا ہے اور افراط سے تجاوز کرتا ہے اس
مقام پر وہ شخص اون چیزوں سے جو لائق حاصل کرنے کے ہیں نزدیک تر
ہوتا ہے نسبت اون چیزوں کے کہ جن سے پرہیز اور احتراز کرنا واجب
ہے کیونکہ امور اوسکے متوجہ نیک تدبیروں پہ ہیں اور متوسط ہیں فضیلت
میں اور اندازہ قوت فکر سے خارج نہیں ہوتے اگرچہ آلودہ ہوں تصرف
محسوسات کے ساتھ۔

پس دوسرا مرتبہ سعادت کا وہ ہے کہ انسان ارادہ اور ہمت اپنی
اوس امر میں صرف کرے کہ اصلاح حال نفس اور بدن سے بہتر ہے بغیر
اسکے کہ حرص وہوا سے کچھ تعلق اور پیوستگی ہو اور جسمانی خواہشوں کیطرف
التفات ہو مگر بقدر لاچاری اور ضرورت کے پس فضیلت آدمیوں کی اس
قسم مرتبہ میں بڑھتی جاتی ہے کیونکہ اس قسم مرتبہ کے بہت درجہ ہیں ایک
دوسرے سے بلندتر اور سبب کثرت ان مدارج کا اولاً بسبب اختلاف طبیعتوں
کے ہوتا ہے اور ثانیاً بباعث اختلاف عادات کے اور ثالثاً بسبب تفاوت مدارج
علم اور معرفت اور فہم کے رابعاً بموجب اختلاف ہمتوں اور کوششوں کے
خامساً بسبب تفاوت شوق اور محنت کشی کے۔ اور نیز کہا ہے بعضوں نے کہ اختلاف
بخت اور اتفاق کے باعث اس قسم فضیلت کے آخر مرتبہ سے صرف فضیلت
الٰہی کی طرف انتقال ہوتا ہے جو اس درجہ میں نہ کسی
منتظر کی طرف التفات ہوتی ہے اور نہ کسی حال آیندہ کا خیال اور نہ
گذشتہ کی رغبت اور نہ کسی دوری سے میل اور نہ نزدیکی سے بخل اور نہ
نہ کسی حال سے خوف اور اندیشہ اور نہ کسی بات کا شوق اور محبت اور نہ
حظوظ نفسانی سے کسی حظ کی رغبت لیکن جزو عقلی کے ذریعہ سے فضائل
مراتب اعلیٰ میں متصرف ہوتا ہے اور وہ صرف کرنا ہمت کا ہے امور الٰہی
میں اور کوشش اور طلب اون امور میں بلاتوقع اور امید عوض کے یعنی

مطلب اوسکا طلب اور تصرف کرنے اُن امور میں صرف ذات اور حقیقت
اُن امور کی ہے نہ کوئی اور چیز اور یہ مرتبہ بھی اشخاص انسانی میں مختلف
اور متفاوت ہوتا ہے بموجب اختلاف شوق اور ہمت اور توجہ اور طلب اور
قوت طبع اور صحت عقیدہ کے اور اِن حالات میں جو پہلے اس فصل میں بیان
کیے ہیں مشابہت ہرایک کی علت اولی کے ساتھ اور پیروی اوسکے افعال
کی بموجب قدر اور مرتبہ اوس شخص کے ہوتی ہے۔ آخر کا مرتبہ فضیلت کا
وہ ہے کہ آدمیوں کے کُل افعال محض افعال الٰہی ہوجائیں اور افعال
الٰہی خیر محض ہوتے ہیں اور جو فعل کہ خیر محض ہوتا ہے سوائے ذات اوس
فعل کے فاعل کی نظر میں اور کوئی غرض نہیں ہوتی کیونکہ خیر محض عین
علت غائی اور بذاتہ مطلوب اور لنفسہ مقصود ہوتی ہے اور وہ جو علتِ
غائی ہوگی علی الخصوص جو نہایت نفیس ہو وہ کسی دوسری چیز کے واسطے
نہیں ہوتی۔ پس جب جملہ افعال آدمیوں کے محض افعال الٰہی ہوئے
تو صدور اُن افعال کا عین لُب لباب اور حقیقت ذات اوسکی سے جو وہ
عقل الٰہی ہے ہوگا۔ اور دیگر بدنی خواہشیں اور نفس بہیمی اور غضبی کے
عوارض اور اون خیالات کے عوارض جو اِن دونوں نفس اور خواہشوں
نفس حسّی سے پیدا ہوتے ہیں یہ سب منتفی اور معدوم ہوجاتے ہیں
پس اوسوقت اوسکو کوئی ارادہ اور عزم ماسوائے اوس فعل کے جو عین مطلب
اوسکا ہے باقی نہیں رہتا بلکہ تصرف اوسکا افعال میں بغیر ارادہ اور قصد
دوسری چیز کے ہوتا ہے یعنی غرض اُسکی ہرفعل سے سوائے ذات اوس
فعل کے نہیں ہوتی یہ ہی طریق فعل الٰہی کا ہے۔ پس یہ حال آخر مرتبہ
اون فضائل کا ہے جو انسان اونمیں پیروی کرتا ہے افعال مبداء اول کے
ساتھ جو خالق کل کا ہے عزّ اسمہٗ جلشانہٗ۔ یعنی اپنے افعال سے طالب کسیطرح
کے حظ اور پاداش اور عوض اور زیادتی کا نہیں ہوتا۔ بلکہ اوسکا فعل عین
غرض اوسکی ہوتی ہے۔ پس فعل اوسکا کسی ایسی چیز کے واسطے نہیں ہوتا
جو اوسکی ذات اور اوسکے فعل کی ذات سے غیر ہو۔ اور ذات فعل کی
عین حقیقت فعل کی ہوتی ہے۔ اور ذات خود اوسکی وہ ہے جو حقیقت عقل الٰہی
کی ہے اور اسیطرح سے افعال باری تعالےٰ کے صرف ذات اوسکی کے واسطے ہوتے
ہیں نہ کسی دوسری چیز خارجی کے لیے۔ پس فعل انسانی اسحالت میں محض خیر

اور بعض حکمت کہتے ہیں اور غرض اونسے صرف اظہار فضل کا ہوتا ہے نکوئی
ایسی غرض کہ جسکا ظہور منظور ہو۔ اور خاص افعال اللہ تعالی کے یہ ہی حکم رکھتے
ہیں کہ اوس چیز کی جانب جو خارج ذات اوسکی سے ہو قصد اول سے متوجہ نہیں
یعنے افعال آلہی واسطے سیاست کسی چیزوں کے مثل ہم لوگوں وغیرہ کے نہیں
ہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو تمام افعال اوسکے بسبب حصول امور خارجی اور تدبیر
اُن امور کی۔ اور تدبیر احوال انکی کے اور قصد اونکے پورے ہونے کے ہوتے۔
پس امور خارجی علتیں اور اسباب اُسکے افعال کا ہوتے اور یہ امر قبیح اور
قبیح ہے۔ ذات اللہ تعالی کی اِس سے بہت برتر ہے۔ اِلّا توجہ ذات باریتعالی
کی امور خارجی اور ایسے فعل کیطرف جو واسطے تدبیر اور ترتیب امور خارجی کے
ہووے وہ بقصد ثانی ہے اور اُس توجہ کو بھی نہ صرف اوس چیز کے سبب
کیواسطے کرتا ہے بلکہ صرف اپنی ذات مقدس کے لئے کرتا ہے کیونکہ فضیلت
ذات باریتعالی کی اپنی ذات سے ہے نہ باعتبار دوسری چیزوں کے کہ جن پر
اونکا فضل ہے اور سوائے اللہ تعالے کے جو چیز ہے وہ متفضل علیہ ہے
کہ جنپر خداتعالی کا فضل ہے۔ اور یہ ہی طریق اون اشخاص کا ہے جو حتی الامکان
پیروی ذات باریتعالی میں نہایت اعلیٰ رتبہ پر فائز ہیں تا بموجب قصد اول
کے افعال اونکے ذات اُنکی کے لئے ہوتے ہیں۔ کہ وہ عقل آلہی ہے اور
واسطے ذات فعل کے اور اگر وہ ایسا فعل کرے جو سبب فائدہ اور نفع غیر کا ہو
قصد اول میں واسطے اوس غیر کے نکریگا بلکہ غیر کی جانب توجہ قصد ثانی سے
ہوگی کیونکہ فعل اوسکا بموجب قصد اول خاص نفس فعل کے باعث ہوگا یعنے
خاص ذات فضیلت اور ذات چیز کے لئے کیونکہ فعل اوسکا فضیلت اور خیر
محض ہے۔ پس فعل اُسکا بنظر حصول کسی منفعت کے ہوتا ہے اور نہ واسطے دفع
کسی مضرت کے اور نہ واسطے فخر اور اعزاز اور طلب ریاست اور بزرگی کے
یہ ہے غرض حکمت اور منتہائے سعادت کی۔ مگر یہ بات ہے کہ انسان اِس
درجہ پر فائز نہیں ہوسکتا جبتک کہ جملہ توجہ اور ارادہ اپنا جو امور خارجی کیطرف
ہے اور دیگر عوارض نفسانی کو بالکل نیست و نابود نکرے اور جملہ موانعات جو
اون عوارض کے سبب سے پیش آتے ہیں وہ بالکل زائل اور مرتفع نہوجائیں
تا باطن اوسکا شعار آلہی اور حکمت نامتناہی سے ممتلی ہوجائے۔ اور یہ نور باطنی
تب ممکن ہے کہ جب امور طبعی سے باطن اوسکا کماحقہ پاک ہوجائیگا پس

اُسوقت معرفت آلہی سے روشنی باطن کی حاصل ہوگی اور امور آلہی پر یقین
کامل پیدا ہوگا اور جو چیزیں کہ نفس اور ذات اوسکی ہیں جو عقل محض سے
حاصل ہونگی وہ مثل قضایا اولے جسکو اوائل عقلی کہتے ہیں آسان ہوجائیگی
مگر یہ کہ تصور عقل اور ملکہ اسکیکا اوسحالت میں امور آلہی کیطرف اور یقین
لانا اونپر اچھی طرز اور شریف طریق پر اور زیادہ تر روشن سلیقہ پر ہو نسبت
قضایا اولے سے جسکو اوائل عقلی کہتے ہیں ۔۔
اِس فصل میں اِس مقام تک قول ارسطاطالیس کا بیان کیا گیا ہے
اور ضمن اِن کلمات میں بہت فوائد ہیں ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔
جاننا چاہیئے کہ جن لوگوں کی توجہ اور کوشش بعض اقسام اخلاق کی
تہذیب اور آراستگی میں مصروف ہے اور بعض میں نہیں ہے یا
ایک وقت میں توجہ کرتے ہیں اور ایک وقت نہیں کرتے انکو مرتبہ
سعادت کا حاصل نہیں ہوتا جیساکہ تدبیر منزل اور ترتیب مدن میں اگر
بعض لوگوں کی اصلاح اور انتظام کا خیال کیا جائے اور بعض کا نہ کیا جائے
اور ایک وقت اُسکے انتظام کیجانب توجہ ہو اور ایک وقت نہو تو سلسلہ
انتظام اور تدبیر کا خراب ہوجاتا ہے ۔حکیم ارسطاطالیس نے اسباب میں
مثال بیان کی ہے کہ ایک بُلبُل کا ظاہر ہونا کسی وقت میں موسم بہار کے
آنے پر دلالت نہیں کرتا اور اسیطرح اگر ایک دن معتدل ہوجائے تو وہ
آنے موسم اعتدال کی نشانی نہیں ہے ۔پس طالب سعادت کو چاہیئے
کہ اوس لذت کا طالب ہو جو کہ سیرت حکمت میں ہے تا اوسکو اپنے پر
لازم پکڑلے ۔ اور دوسری چیزوں کیطرف ہرگز میل نکرے تاکہ وہ مخصوص
ثابت اور ہمیشہ کے لئے قائم ہوجائے ۔کیونکہ انسان سعید مطلق اوسوقت
ہوتا ہے کہ اوسکی سعادت پر زوال اور انتقال کا امکان نہو اور کمی اور
انحطاط سے بے غم ہوجائے ۔ متغیر ہونے احوال اور گردش زمانہ سے
اوسمیں اثر پیدا نہو ۔کیونکہ اہل سعادت جبتک کہ اِس عالم میں ہے تو وہ
گردش فلک اور تصرف طبائع اور سعد و نحس ستارونکی تاثیر میں اور اِنکے
تغیرات کے سبب مصائب اور محنتوں کے مقام میں دوسرے اپنے
ہمجنسوں کے ساتھ شریک ہے اِلّا یہ حالات اسکو اسقدر ذلیل اور شکستہ
نکرینگے جیساکہ دوسروں کو ۔کیونکہ اِسکی ذات مثل دوسروں کے اثر اِن

حالات کا کم قبول کریگی نہ اضطراب اور بیقراری اسکو لاحق ہوگی اور نہ ناسپاسی اور بے صبری اور اگر بر تقدیر مثل مصائب اور آلام حضرت ایوب میں بھی ماخوذ اور مبتلا سختیونکا ہوجائیگا تو حدِ سعادت سے منحرف نہیں ہوگا۔ اور بدبختیوں کے افعال کی جانب میل نہ کریگا کیونکہ حفظ شجاعت اور شرائط صبر اور ثبات قدمی کے جو اسکو ملکہ ہوگئے ہیں اور عاقبت محمود کا وثوق اور نااندیشہ کرنا عوارض دنیاوی سے جو اسکے دل پر متمکن ہوگیا ہے واہیات باتوں کیطرف میل کرنے سے مانع ہوجاتا ہے اور اُن لوگوں سے جو اِن فضائل سے موصوف نہیں ہیں ممتاز کرتا ہے۔ اور جماعت غیر فاضلوں کی یا بباعث اپنی ضعف طبع اور غلبہ مردگی کے اِن باتونکا اثر ایسا قبول کرتی ہیں کہ ظاہرا اضطراب اور واویلا کرنے سے اپنے آپ کو فضیحت میں ڈالتی ہیں اور عام لوگوں کی تکلیف اور دوستوں کی دلسوزی اور دشمنوں کی خوشی کا باعث ہوتی ہیں۔ اور یا وہ جو اہل سعادت سے اپنے آپ کو مشابہ کرتے ہیں ظاہرا صبر اور سکون تکلف سے بجالاتے ہیں اور باطن میں نہایت درد رسیدہ اور بیقرار ہوتے ہیں اور بباعث ناوانی اور عدم واقفیت اور نہ ہونے یقین سلامتی عاقبت کے حرکات نا مناسب اُنسے صادر ہوتی ہیں بلکہ انکے افعال اور حرکات کی مشابہت حرکات عضو مفلوج سے ہے کہ جب اسکو یمین کی سمت پر حرکت دیں تو شمال کیطرف ہوجاتی ہے۔ اور برعکس انکے ایسا ہی اونکا حال ہے جنکے نفس ریاضت کشیدہ اور مہذب نہیں ہیں وہ متجاوز کرنے حد اعتدال اور میل افراط و تفریط سے محفوظ نہیں ہوتے۔

حکیم ارسطاطالیس کا قول ہے کہ سعادت ایک چیز ثابت اور قائم اور ناتغیر ہونے والی ہے جیساکہ پہلے بیان ہوچکا ہے اور انسان پر بہت طرح کے تغیرات اور تبدلات وارد ہوتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو شخص خوشی اور عیش میں رہنے والا ہو وہ سخت مصیبتوں میں مبتلا ہوجاتا ہے جیساکہ احوال برناس میں اشارۃً بیان کیا گیا ہے اور برناس زبان یونانی میں نام حضرت ایوب پیغمبر کا ہے اگر ایسا شخص اِن مصائب اور سختیوں میں فوت ہوجائے تو اسکو سعید نہیں کہتے۔ پس اس قیاس سے روسے کسی آدمی کو سعید نہیں کہنا چاہیئے جبتک کہ آخر عمر اسکی کا حال

معلوم نہو۔ یہ بات بہت مذموم اور شنیع ہے بعد اسکے حکیم مذکور نے جواب اس شبہہ میں بیان کیا ہے کہ جب خصلت اور سیرت آدمی کی نیک ہوگی۔ خواہ کیسی ہی حالت اسپر عارض ہو فعل نیک اور مناسب اُس حال کے اُسکی ذات سے صادر ہوگا۔ مثل صبر کے حالت مصیبت میں اور سخاوت اور فیاضی حالت فراخ دستی میں اور تحمل ایام فقر و فاقہ میں تا جملہ حالات میں وہ سعید رہیگا سعادت اُسکی منتقل اور متبدل نہوگی۔ جب یہ بات مسلم ہوئی تو اگر نحوست عظیم اُسپر وارد ہوجائیگی تو صبر اور مدارا سے اوقات گذاری کریگا تا خصلت اُسکی افزونی سعادت کو حاصل کرے۔ کیونکہ اگر برخلاف اسکے عمل میں لائیگا تو سعادت اُسکی کدورت ناک اور ناقص متصور ہوگی اور حالت غم اور اندوہ کی دوچنداں ہوکر افعال جمیلہ سے اُسکو باز رکھیگی ؛

اور جب انسان سعید سے حالات مصیبت میں افعال جمیل اور نیک صادر ہونگے روشنی اور حسن سعادت اُسکیا زیادہ ہوگا۔ کیونکہ مصائب عظیمہ میں تحمل کرنا اور مصیبتوں کو ہیچ جانتا۔ جب عدم اطلاع اور نقصان فہم سے نہو بلکہ نہایت شجاعت ذاتی اور بزرگی نفس اور علو ہمتی کے سبب ہو۔ تو نہایت عمدہ خصلت ہے۔ پس حکیم مذکور کا قول ہے کہ جب اصل وجود خصلت سعید کا صدور افعال جمیلہ پر منحصر ہے۔ تو پس کوئی سعید شقی نہیں ہوتا۔ کیونکہ کسی حالت میں اُس سے فعل ناشناسب سرزد نہوگا۔ جب یہ بات متحقق ہوئی تو سعید ہمیشہ مضبوط ہوگا۔ اگرچہ جو مصیبتیں حضرت ایوبؑ پر وارد ہوئی تھیں اسپر وارد ہوجائینگی۔ کیونکہ کوئی آفت اور مصیبت سعید کو سعادت اپنی سے محروم نہیں کرتی۔ تمام حالات میں اپنے طریقہ اور خصلت پر وہ قائم رہتا ہے۔ اس مقام تک مقولہ حکیم ارسطاطالیس کا ہے۔

جب بیان کیا ہے ہمنے کہ سعادت اُسوقت حاصل ہوسکتی ہے۔ کہ جب اہل سعادت لذت سیرت حکمت سے بہرہ یاب ہو۔ اب واجب ہوا بیان کرنا اقسام سیرت کا اور تشریح کرنی اس لذت کی جو سعدا کو حاصل ہوتی ہے تا قواعد مذکورہ کے ساتھ وہ منضم ہوکر یہ بات تمام اور کامل ہوجائے۔ پس بیان کرتا ہوں میں۔ کہ جملہ انواع خلقت کی سیرتیں بموجب بساطت یعنی مفرد ہونے کے تین نوع پر ہیں کیونکہ انکے فعلوں کی علت غائی بھی

تین نوع پر ہے۔ اوّل سیرت لذت جو علت غائی شہوی کا ہے۔ دوم سیرت بزرگی کہ افعال نفس غضبی کی علت غائی ہے۔ سوم سیرت حکمت جو افعال نفس عاقلہ کی علت غائی ہے۔ اور سیرت حکمت کی سب سیرتون پر اشرف اور اعلیٰ ہے اور وہ شامل ہے بزرگی اور لذت کو۔ مگر اُس بزرگی اور لذت کو جو ذاتی ہے یعنے پائدار ہے نہ اُسکو جو سریع الزوال ہے۔ برخلاف دونوں سیرتون دیگر کے۔کیونکہ جو کچھہ حکیم سے صادر ہوگا۔ سب پسندیدہ اور ممدوح ہوگا اور اپنی وضع سے کبھی انتقال نکریگا۔ جب ہرایک شخص کی لذت اپنے مطلوب کے حاصل ہونے پر منحصر ہے۔ پس عادل عدل سے لذت پائیگا۔ اور حکیم حکمت سے۔ اور جب نفس فاضل کا غائت مطلوب حصول فضائل میں ہے پس حاصل ہونا انکا اُسکے نزدیک سب لذتوں سے زیادہ تر لذیذ ہے جب وہ انتقال اور زوال پذیر نہیں ہیں۔ تو اونکو ذاتی کہا جائیگا۔ لیکن شہوت کی لذت جب کثرت اور تواتر سے عین درد اور الم باعث ہوجاتی ہے۔ تو پس وہ عرضی ہوئی۔ اور ایسا ہی بزرگی کا حال ہے۔ اور راے حکیم جیساکہ پہنے بیان کیاہے یہ ہے کہ اگرچہ سعادت الٰہی تمام چیزون سے اشرف ہے اور سیرت اُسکی سب لذتوں سے لذیذ مگر بنظر اظہار فضیلت اُسکیلیے بیان کرنا دیگر سعادات خارجیہ کا بھی ضروری ہوا ورنہ اُسکا شرف مخفی رہتا اور صاحب سعادت موصوفہ کی یہ مثال ہوتی جیساکہ کوئی فاضل سویا پڑا ہو۔ جو فضل اوسکا اوس سے ظہور نہ پکڑے لیکن اگر حقیقت اوس شرف اور بزرگی پر بخوبی اطلاع ہوجائیگی تو بسبب اظہار آثار اوسکیلیے لذت اُسکی لذت تام اور بالفعل ہوجائیگی اور سرور اوسکا سرور حقیقی ہوگا اور پاک ہوگا۔ طمع کاری اور رغبت واہیات سے۔ اور اِسوقت میں وہ محبت اور شوق حصول کمال کا جو اُسکے دل میں ہے حد عشق اور شیفتگی کو پہونچ جائیگا۔ اور اسبات کو عار جانیگا کہ بادشاہ عالیمقدار کو شیطان شکم اور شہوت کا مطیع کرے یا اشرف چیز سے خدمت اخس چیز کی کرے اور ایسی واہیات لذتون میں مصروف ہووے جنمیں حیوانات بھی اِس سے شرکت رکھتے ہیں کیونکہ یہ لذت جسے ہی تغیر اور زوال پذیر ہے تو اثر اور کثرت اُسکی عین موجب ملالت اور کراہیت کا ہوتا ہے اور لذت عقلی برخلاف اسکے۔ پس ثابت ہوا کہ لذت عقلی ذاتی ہے اور لذت حسی عرضی اور جس

شخص نے لذت حقیقی ادراک نہ کی ہوگی کیونکہ اسکی طرف رغبت کریگا اور جبتک ریاست ذاتی کو معلوم نہیں کریگا طالب اسکا کیونکر ہوسکتا ہے اور ہچنیں جبتک خیر مطلق اور فضیلت تام پر وقوف حاصل نکریگا نشاط اور خوشی ظہور میں نہ آئیگی۔ حکمائے قدیم کی ایک مثال ہے کہ بڑے بڑے مکانات اور مسجدوں کی پیشانی پر اسکو لکھا کرتے تھے اور وہ یہ ہے کہ جو فرشتہ دنیا پر موکل ہے وہ پکارتا ہے کہ دنیا میں خیر بھی اور شر بھی ہے اور ایک ایسی چیز ہے کہ نہ خیر ہے نہ شر جو کوئی ان تینوں کو اچھی طرح جیسا کہ چاہئے جانیگا۔ وہ میرے سے خلاصی پائیگا اور سلامت رہیگا۔ جو کوئی انکو نہیں شناخت کریگا اسکو بہت خراب حالت سے میں ہلاک کرونگا نہ اسطرح سے کہ یکبارگی اسکو مار دیا جائیگا بلکہ اسکو آہستہ آہستہ ایک مدت درازمیں ہلاک کیا جائیگا۔ اگر اس مثال کو نظر تامل سے دیکھا جائے تو معانی اور مسائل پر جو بیان ہوچکے ہیں بہت تنبہ پائی جاتی ہے ۔

شرح لذت سعادت

لذت دو قسم پر ہوتی ہیں۔ ایک فعلی۔ دوسری انفعالی۔ لذت فعلی ازروئے ظاہری اور مجازی معنے کے مانند لذت آدمیوں کی مجامعت میں و لذت انفعالی مثل لذت نسوان کی مباشرت میں۔ لذت انفعالی سریع الزوال ہوتی ہے۔ کیونکہ وارد ہونے حالات مختلفہ سے منتقل اور متبدل ہوجاتی ہے اور لذت فعلی ذاتی ہوتی ہے اس سبب سے کہ وہ حالات واردہ سے اثر قبول نہیں کرتی اور نہ متغیر ہوتی ہے۔ پس کل لذات حیوانی اور حسی حقیقت میں قسم لذات انفعالی سے ہیں کیونکہ زوال پذیر ہیں اور متبدل و متغیر ہوجاتی ہیں۔ بلکہ بعینہ یہی لذات ایکوقت میں درد اور الم ہوتی ہیں اور مستکرہ معلوم ہوتی ہیں اور لذت سعادت کی منافی اسکی ہے کیونکہ وہ ذاتی اور عقلی ہے عرضی اور حسی نہیں اور وہ لذت الہی ہے نہ بہیمی پس وہ لذت فعلی ہوئی اور اسی سبب سے حکماء کہتے ہیں کہ لذت صحیح اہل لذت کو درجہ نقصان سے مرتبہ کمال کو اور بیماری سے صحت کو اور رذالت سے فضیلت کو پہنچا دیتی ہے و حال ابتدائی انتہائی ان دونوں قسم کی لذتوں کا مختلف ہے لیکن لذت حسی ابتدا میں نہایت

مرغوب ہوتی ہے اور بموجب غلبۂ قوت حیوانی کے زیادتی اسکی ہوتی رہتی ہے۔جب کثرت اور مداومت عمل میں آوے اور طبع عادت پذیر ہوجائے۔ تو شے قبیح اور زشت بھی اسکی آنکھوں میں حسین اور جمیل دکھلائی دیتی ہے۔جب غایت درجہ کو پہونچے۔تو وہ لذت بالکل دور ہوجاتی ہے اور نظر میں زشت اور قبیح معلوم ہوکر اُسوقت بدانجامی اُسکی خیال میں گذرتی ہے۔پس اسحالت میں کوئی بدلہ اور عوض نظر نہیں آتا۔ اور لذت عقلی حالت ابتدائی اور انتہائی میں مخالف اس لذت کی ہے۔کیونکہ ابتداء میں یہ لذت طبع کو ایک گنا ناخوش اور مکروہ معلوم ہوتی ہے۔صبر اور ریاضت اور ثبات قدمی کے سبب اُسپر قیام رہتا ہے۔بعد حصول منفعت اور کشف کے۔روشنی حسن اور شرف اور فضل اُسکی اسپر پرتو انداز ہوتی ہے اور وہ لذات جو اسوائے اِن لذات کے ہیں معلوم ہونی شروع ہوتی ہیں اور حسن عاقبت اور معاد حقیقی کا نظر آتا ہے اور ایسے سبب سے بنی نوع انسان میں ابتدائے عمر میں ماں باپ کی تادیب کی احتیاج ہوتی ہے اور بعد اُسکے تہذیب اخلاق اور درستی عقیدہ اور اختیار کرنا طریق کا بموجب طریقہ حکمت کے۔جب اس مرتبہ پر فائز ہوجائے۔ اگر اِس سیرت کو لازم پکڑکے پیروی اسکی کرے اِس وجہ پر کہ موجب حصول سعادت کا ہو۔تو تربیت کمال حاصل کریگا۔جب یہ بات ثابت ہوئی کہ لذت سعادت کی لذت فعلی ہے۔پس جیساکہ لذت انفعالی کی خاصیت ہے۔کہ دوسری چیز سے اثر اور فیضان قبول کرے۔تو ایسی طرح لذت فعلی کا خاصہ ہے کہ اپنی ذات سے دوسری چیز کو اثر اور فیضان بخشے۔ اِس تقریر سے معلوم ہوا کہ سعادت مستلزم بخشش کے ہے۔کیونکہ کمال لذت سعادت کا اظہار فضیلت اور حکمت میں ہے۔جیساکہ افراط لذت کاتب خوش خط کا اظہار کتابت میں اور کمال لذت آدمی خوش الحان کا آواز میں ہوتا ہے اور بباعث اسکے کہ فیض اور جود انسان سعید کا جو تکمیل غیر کی ہے سب نعمتوں سے افضل اور اشرف ہے۔تو لذت اُسکی بھی تمام لذتوں سے اعلا اور عمدہ ہوگی اور طرفہ بات یہ ہے کہ اس فیض اور جود حقیقی کے باوجود شرف اور علو رتبہ کی ایک خاصیت ضد خاصیت فیض مجازی کی ہے کیونکہ دولت اور حشمت دنیاوی خرچ سے کم ہوجاتی ہے۔خزائن اور ذخیرہ خالی

ہوجاتے ہیں اور اس دولت کو جسقدر زیادہ صرف کیا جائے اُسیقدر جمعیت اور ذخیرہ اسکا افزوں ہوتا ہے نقصان سے بالکل محفوظ ہے اور باوجود اسکے نعمتین دنیاوی اور مجازی محل تلف اور تباہ ہونے اور تسلط دشمنانہ اور مخالفاں میں ہیں اور نعمتیں حقیقی اِن آفات سے بالکل محفوظ۔ جب حال لذتِ سعادت کا معلوم ہوا۔ تو رنج شقاوت کا جو ضد سعادت کی ہے اور درد حسرت اور ندامت محرومیت انہیں کا خود واضح ہوسکتا ہے۔ اور حکما کا اختلاف ہے اس باب میں۔ کہ آیا سعادت ممدوح ہے یا نہیں۔ حکیم ارسطاطالیس کا قول ہے کہ جو چیز نہایت اور اعلےٰ درجہ فضل اور شرف کو پہونچے اُسکی مدح نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ دوسری چیزوں کی مدح اوسکے طفیل کرنی چاہئے۔ نظیر اسکی ذات واحدلاشریک اور خیر محض جو فیض ذات مقدس اُسکیکا ہے کیونکہ مدح دوسری چیزوں کی بطفیل اور نسبت کرنے سے ساتھ باریتعالےٰ اور یا متصف ہونے سے ساتھ وصف خیریت کے ہوگی اور خاص ذات پاک اللہ تعالےٰ کی مدح سے بلند اور اعلےٰ ہے۔ پس ذات پاک اُس کی کی بزرگی اور تمجید کرنی چاہئے۔ نہ مدح۔ اور جب سعادت قسم خیر سے ہے۔ کیونکہ ایک امر الہی ہے۔ تو لائق بزرگی کے ہے اور اندازہ مدح سے بلند ہے اور آدمیوں کو بسبب وصف سعادت یا اُوس وصف کے کہ ذریعہ حصول سعادت کا ہو۔ مدح کرنی چاہئے۔ چنانچہ وصف عدالت سے جو باعث حصول سعادت کا ہے آدمی کی مدح کیجاتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ سعادت سفید مدح کے ہے۔ نہ قابل مدح کے۔ واللہ اعلم بالصواب

قسم دوم مقاصد کے بیان میں اور یہ دس فصلوں پر مشتمل ہے

پہلی فصل تعریف و حقیقت خُلق اور بیان اسکا کہ تغیر اخلاق کا ممکن ہے

خلق ایک ملکہ ہے نفس کے لئے۔ جو اُوسکے سبب سے افعال اُوس سے سہل اور آسان بلا احتیاج فکر اور تامل کے صادر ہوتے ہیں۔ اور حکمت نظری میں یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ کیفیات نفسانی سے جو چیز سریع الزوال ہے اُوسکو حال کہتے ہیں اور جو بطی الزوال ہے اُوسکو ملکہ کہتے ہیں۔ پس

ملکہ ایک کیفیت ہے کیفیات نفسانی سے یہ تعریف خلق کی ہے۔ علت اُسکی یعنی
سبب وجود اُسکے کا نفس میں دو چیزیں ہیں۔ ایک طبیعت۔ دوسرا عادت۔
طبیعت اسطرح پر ہوتی ہے کہ اصل مزاج کسی شخص کی ایسا تقاضا کرے جو
مستعد ایک حالت کے ہو حالات سے مثل اُس شخص کے۔ کہ ادنیٰ سبب سے
قوت غضبی اُسکی حرکت میں آوے یا وہ کہ تھوڑا سا آوازہ جو اُسکے کانوں
میں پہنچے یا کوئی خبر قدرے اندیشہ ناک سُنے خوف اور بیدلی اُسپر غالب ہوجائے
یا وہ جو کسی تھوڑی ایسی حرکت سے جو موجب تعجب کا ہو ہنسی بہت بے تکلف
اُسپر غلبہ کرے۔ یا وہ کوئی جو کسی ضعیف سبب سے غم اور دلتنگی بہت اُسپر
وارد ہوجائے۔ اِلّا عادت وہ ہے جو پہلے فکر اور تامل سے کسی کام کو اختیار
کیاجائے۔ اور شروع اُسکا تکلف سے ہوتا اُسمیں کثرت اور تواتر اور فرسودگی
سے اُس کام کے ساتھ الفت ہوجائے اور بعد الفت پکڑنے کے وہ کام آسانی
سے بغیر صرف کرنے فکر کے اُس سے صادر ہوتا اُسکے حق میں ایک خلق ہوجاتا ہے
اور متقدمین کا اختلاف ہے اسبات میں کہ خلق نفس حیوانی کے خواص میں
سے ہے یا نفس ناطقہ کو اُسکے لزوم میں شرکت ہے اور ویساہی اختلاف کیا
ہے۔ اس امر میں کہ خلق ہر ایک شخص کا اُسکی ذات میں طبیعی ہوتا ہے۔
یعنی ممتنع الزوال مثل گرمی آگ کے یا غیر طبیعی ہوتا ہے۔ ایک قوم کا مقولہ ہے کہ بعض
اخلاق طبیعی ہوتے ہیں اور بعض دوسرے سببوں سے پیدا ہوتے ہیں اور
کثرت استعمال کے سبب سے مثل اُخلق طبیعی کے محکم ہوجاتے ہیں۔
اور ایک گروہ کا قول ہے کہ جملہ اخلاق طبیعی ہوتے ہیں انتقال اُنسے
ناممکن ہے۔ اور ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ کوئی خلق نہ طبیعی ہے اور نہ
مخالف طبیعت کے۔ بلکہ آدمی کو ایسا پیدا کیاگیا کہ جس خلق کو پیدا کرنا چاہے
حاصل کرسکتا ہے بآسانی یا بدشواری وہ خلق جو موافق خواہش مزاج اُسکے ہو
چنانچہ مثالوں مذکورہ میں بیان کیا گیا ہے اُسکو آسانی سے اور جو مخالف اُسکے
ہو اُسکو دشواری سے۔ اور ہر خلق جو طبیعت ایک قسم کے آدمیوں میں غالب
ہوتا ہے سبب اُسکا ابتداے میں ارادہ ہوتا ہے۔ مداومت اور کثرت
استعمال کے سبب ملکہ ہوجاتا ہے۔ اب تینوں مذہبوں سے اخیر کا مذہب
حق ہے کیونکہ ظاہر مشاہدہ کیاگیا کہ لڑکے اور جوان پرورش اور ہمنشینی یا مشاہدہ
اور لزوم افعال اُن لوگوں کے سے جو ایک کسی خلق سے وہ نامزد ہیں۔

یہی خلق پکڑ لیتے ہیں اگرچہ وہ پہلے کسی اور خلق سے موصوف ہوں۔ مذہب
اول و دوم باطل کرنے والا قوت فکر اور تمیز کا اور رد کرنیوالا انواع تادیب
اور سیاست کا ہے اور بطلان کرتا ہے احکام شرائع اور دینیات کو اور بیکار
اور سست کرتا ہے نوع انسان کو تعلیم اور تربیت سے۔تا ہر شخص بموجب
خواہش طبع اپنی کے عمل کرے اور یہ دونوں مذہب انتظام اور بقائے نوع
انسانی کو دور کرنیوالے ہیں۔ کذب اور قباحت اسبات کی ظاہر ہے۔ ارباب
مذہب اول میں سے ایک جماعت حکماء کا جسکو رواقیان کہتے ہیں ... قول
ہے کہ جملہ انسانوں کو ابتدائے پیدائش میں نیک طبیعت پہ پیدا کیا گیا ہے
ہمصحبتی شریروں اور کثرت ارتکاب شہوات اور نہ ہونے تادیب اور زجر
کے بری باتوں سے اُس نوبت کو پہنچ جاتے ہیں کہ نیک و بد امور میں
فکر نہیں کرتے اور جسطرح سے جو قابو پاویں مطلوب اور مرغوب اپنا حاصل
کرتے ہیں تا آہستہ آہستہ عادت بدی کی ان میں محکم اور راسخ ہوجاتی
ہے۔

ایک گروہ حکماء کا جو پہلے اِنسے ہوا ہے اُنکا یہ قول ہے کہ نوع انسانکو
خاک سفلی اور میل و چرک طبائع سے پیدا کیا۔تمام حیوان کی کدورات اسکے
مادۂ وجود میں صرف کی گئی ہیں۔ ایسے سبب سے اصل طبیعت میں شر
اور بدی انہیں متمکن ہے۔نیکی کا قبول کرنا تعلیم اور تادیب کے سبب سے
کرتے ہیں بعضے انمیں سے جو نہات شریر ہیں تادیب سے بھی اصلاح پذیر
نہیں ہوتے اور بعضے جو اصلاح پذیر ہیں اگر ابتدائے نشو و نما سے اہل فضیلت
اور نیک آدمیوں کے ساتھ نشست رکھیں تو نیک ہوجاتے ہیں ورنہ
اپنی اصلی طبیعت پہ قائم رہتے ہیں ؀

جالینوس کا مذہب یہ ہے کہ بعض آدمی بالطبع نیک ہیں اور بعضے بالطبع
شریر اور باقی متوسط ہیں اِن دونوں حالات میں اور لایق ہیں اِن دونوں
وصفوں کے قبول کرنے کے۔اور ہر دو مذہب اول کو باطل کیا ہے اس دلیل
سے کہ اگر جملہ مردم اصل پیدائش میں نیک ہوں اور بدی کیطرف کسب سے
انتقال کرتے ہیں تو بالضرور حاصل کرنا شر کا یا اپنی ذات سے کرینگے یا غیر سے اگر
اپنی ذات سے کرینگے پس ایسی قوت انمیں ہوئی جو پیدا کرنیوالی شر کی ہے
جب ایسا ہوا تو بالطبع نیک نہ ہوئے بلکہ شریر ہوتے اگر انمیں قوت شر کی بھی

ہے اور قوت خیر کی بھی ہے۔ اِلّا قوت شر کی غالب ہے قوت خیر پر۔ تو بھی لازم آتا ہے کہ شریر بالطبع ہوں۔ لیکن اگر شر غیر سے حاصل کرتے ہیں تو وہ غیر جو بالطبع خیر تھے شریر ہوئے۔ پس ثابت ہوا کہ تمام آدمی بالطبع نیک نہیں ہوتے۔ اور یہی دلیل بعینہٖ باطل کرتی ہے۔ اُس قول کو جو تمام آدمی بالطبع شریر ہوتے ہیں۔ جب اِن دونوں مذہبونکو باطل کر کے مذہب اپنے کو ثابت کیا۔ تو کہا کہ ظاہرا مشاہدہ سے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بعضونکی طبیعت نیکی کیطرف تقاضا کرتی ہے اور کسی وجہ نیکی سے انتقال نہیں کرتی۔ اور ایسے لوگ تھوڑے ہیں۔ اور بعضونکی طبیعت بدی کا تقاضا رکھتی ہے کسیطرح نیکی کو قبول نہیں کرتی۔ یہ لوگ بہت ہیں۔ اور باقی درمیانی حالت پر ہیں جو ہم نشینی نیکوں سے نیک ہوجاتے ہیں اور ہمصحبتی شریروں سے شریر ۔

اور حکیم ارسطاطالیس نے کتاب اخلاق اور کتاب مقولات میں بیان کیا ہے۔ کہ شریر لوگ تعلیم اور تادیب سے نیک ہوجاتے ہیں۔ اگرچہ یہ حکم عام نہیں ہے۔ اِلا تکرار وعظ اور نصیحت کا اور متواتر ہونا تہذیب اور تادیب اور مواخذہ سیاستہائے پسندیدہ کا البتہ کچھ اثر پیدا کردیتا ہے۔ پس ایک ایسا گروہ ہوتا ہے کہ بہت جلد آداب قبول کرتے ہیں اور اثر فضیلت کا بلا توقف و درنگ انمیں ظاہر ہوجاتا ہے۔ اور ایک ایسے ہوتے ہیں کہ لزوم فضائل اور تادیب اور راستی کیطرف حرکت اُنکی درجہ بدرجہ اور دیر سے ہوتی ہے ۔

حکمائے متاخرین کی دلیل اسبات پر کہ کوئی خُلق طبعی نہیں۔ یہ ہے کہ ہر خُلق تغیر کو قبول کرتا ہے اور جو چیز تغیر قبول کرتی ہے۔ وہ طبعی نہیں ہوتی۔ نتیجہ اسکا یہ ہے کہ کوئی خلق طبعی نہیں ہوتا اور یہ قیاس صحیح ہے اور بصورت ضرب دوم کے شکل اول سے۔ صدق مقدمہ صغرےٰ کا اُس بیان سے جو پہلے کرچکے ہیں مشاہدہ حال آدمیونکا اور واجب ہونا تادیب مُغیر لوگونکا اور نیکی احکام دین کی جو سیاست الٰہی ہے۔ ظاہر ہے۔ اور مقدمہ کبرےٰ بھی اپنی ذات میں عیاں ہے۔ کیونکہ ضرور ہر ایک شخص غیر جانتا ہے تقاضائے طبع پانی کا کہ اسفل کیجانب میل اُسکی ہے یہ ہرگز متغیر نہیں ہوتا تا کسی دوسری طرف میل کرے۔ اور آگ کی طبع کو وصف جلالی سے کوئی متبدل نہیں کرسکتا۔ اور ہمچنین دیگر امور طبعی کا یہ ہی حال ہے۔ پس اگر

خلق طبیعی ہوتے تو دانشمند لوگ تادیب لڑکونکی اور تہذیب جوانونکی اور ویسی عادات اور اخلاق انکے کی نظر لاتے۔ اور ان باتوں پر اقدام نہ کرتے۔ اگر کوئی شخص اخلاق اور احوال لڑکوں میں تامل کی نظر سے دیکھے خصوصاً وہ لڑکے جو اُنکو غلام بناکر کہیں سے کہیں بیچاتے ہیں تو یہ حال بخوبی اُسپر روشن ہوجاوے۔ لڑکا ابتدائے پیدائش میں اپنا اصلی مقتضائے طبیعت کا ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ قوت فکر اُسکے کی اس درجہ تک فائز نہیں ہوتی کہ احوال اور ارادہ اپنے کو حیلہ اور مکر سے پوشیدہ رکھے۔ جیسا کہ دوسرے لوگ جو صاحب عقل اور فکر کے ہوتے ہیں کہ جو چیز قبیح ہو اُسکو مخفی رکھتے ہیں اور جو چیز مستحسن ہو اُسکو تکلف سے دکھلاتے ہیں۔ اور لڑکوں میں یہ بات ظاہر ہے کہ بعضے آسانی سے مستعد قبول کرنے آداب کے ہوتے ہیں اور بعضے دشواری سے۔ اور بعض کی طبیعت قبول کرنے ادب سے متنفر ہوتی ہے اور انکی مزاجونکے تقاضا مثل حیا اور بیحیائی اور سخاوت اور بخل و سخت دلی و نرم دلی وغیرہ احوال انسے صادر ہوتے ہیں۔ اور بعد اسکے بعضے اُن باتونکو جو ضد ان حالات کی ہیں آسانی سے قبول کرتے ہیں اور بعضے دشواری سے۔ اور بعضے ممکن القبول اور بعضے ممتنع القبول۔ تا منجملہ انکے بعضے نیک نکل آتے ہیں اور بعضے شریر اور بعضے متوسط۔ جب مشابہت رکھتے ہیں حالات خُلق کے صورت پیدائش کے ساتھ۔ کہ جیسا کوئی شکل دوسری شکل سے مشابہ نہیں ہے ویسا ہی کوئی خُلق دوسرے خُلق کی مناسبت نہیں پایا جاتا۔ اگر سیاست اور تادیب میں سستی کریں اور عنان اختیار ہر ایک کی طبیعت کے ہاتھ دی جاوے۔ تو تمام عمر اُسحالت پر جو اصل پیدائش میں مقتضائے مزاج اُسکی کے ہے یا کسی اتفاق سے اُسکو عارض ہوئی ہے قائم رہیگا۔ بعضے قید غصہ میں۔ اور بعضے دام شہوت میں۔ اور بعضے حرص و ہوا کے مبتلا۔ اور بعضے تکبر اور غرور میں گرفتار۔ الّا مؤدب اول عموماً سب جماعت انسانونکا شریعت الٰہی ہے۔ اور مؤدب ثانی خصوصاً ارباب تمیز اور ذہن سلیم کے لئے حکمت ہے۔ تا مراتب حکمت سے مدارج کمال پر فائز ہوں۔ پس واجب ہے والدین پر کہ پہلے اپنے فرزندوں کو شریعت الٰہی کے پابند کریں اور انواع تادیب اور سیاستوں سے اُنکی عادت کی اصلاح کریں وہ جماعت جو مارپیٹ اور سرزنش کی مستحق ہوں تو تھوڑا سا

بقدر ضرورت تادیب کے لئے اِس قسم کی سیاست بھی لازم سمجھیں۔ اور جو گروہ اُنہیں سے بذریعہ وعدہ کے انعام اور بخشش کے اصلاح پر آسکے۔ تو اُنکے لئے یہ اُنہیں عمل میں لائیں۔ الغرض کہ انکو جبراً یا اختیاراً جطرح ہوسکے آداب ستودہ اور عادات پسندیدہ پر رکھیں۔ تا اِن باتوں کو ملکہ کرائیں اور جب کمال عقلی پر فائز ہوں۔ تو اِن عادات پسندیدہ کے ثمرات سے بہرہ یاب ہوں اور اسباب کی دلیل کو سمجھیں کہ جس طریق پر ہمکو تربیت دی گئی ہے وہ راست اور درست طریقہ ہے۔ اگر بڑے درجہ اور بڑی سعادت کا استحقاق رکھیں گے تو آسانی اُن پر فائز ہوجائینگے انشاءاللہ تعالےٰ وہو ولی التوفیق

دوسری فصل اس بیان میں کہ صناعت تہذیب اخلاق کی سب صناعات سے شریف تر ہے

شرف اُس صناعت کا جو متضمن ہے اوپر اصلاح ایک موجود کے موجودات سے بموجب شرف اُس موجود کے ہوتا ہے اپنی ذات میں اور یہ بات تمام عقلمندوں پر بخوبی ظاہر اور ہویدا ہے۔ کیونکہ فن طب کا جو غرض اُس سے اصلاح بدن انسان کی ہے شریف تر ہے صناعت دباغت سے۔ جو غرض اُس سے اصلاح کرنے پوست حیوانات مردہ کی ہے۔ جب تمام موجودات سے نوع انسان کا شریف تر ہے جیساکہ علوم نظری میں ظاہر ہوچکا ہے اور ہمنے چوتھی فصل قسم اول میں بیان کیا ہے۔

وجود بنی نوع انسان کا قدرت اور صنع خالق جل جلالہٗ کے متعلق ہے اور آراستگی وجود اور کمال جوہر اُسکے کی فکر اور تامل اور تدبیر اور ارادہ اُسکے پر مفوض ہے جیساکہ ہم بیان کرچکے ہیں۔ جب کمال ہر چیز کا منحصر ہے اسبات پر کہ خاص فعل اُس کا اُسکی ذات سے کامل طور پر صادر ہو اور درصورت قصور صدور فعل کے ناقص متصور ہوگا جیساکہ گھوڑے اور تلوار کے حال میں ہمنے بیان کیا تھا کہ اگر اُنسے اچھے طور پر خاصیت اُنکی صادر نہوگی تو مثل گدھے کے باربرداری کے لائق ہوگا۔ یا مثل گوسفند کے ذبح کے قابل۔ اور اظہار خاصیت انسان کا جو اُسکے خاص افعال کے صدور کا باعث ہوتا وجود اُسکا اپنے کمال کو پہنچے بغیر وسیلہ صناعت تہذیب اخلاق کے نہیں ہوسکتا۔ پس وہ صناعت کہ جسکا ثمرہ کمال کرنا اشرف موجودات

اس عالم کا ہے۔ وہ تمام صناعات اس عالم سے اشرف ہوگی ۔

اور جاننا چاہئے کہ اشخاص ہر ایک قسم میں اقسام حیوانات سے بلکہ اقسام نباتات سے اور جمادات سے تفاوت فاحش ہے کیونکہ گھوڑا چالاک عربی یا یابو سست پالانی سے اور تلوار ہندی نیک مصقول تلوار لوہے نرم اور زنگار خوردہ کے ساتھ مساوی نہیں ہوسکتی اور افراد انسانی میں تفاوت اُس سے بہت زیادہ ہے بلکہ کسی قسم میں اقسام موجودات سے اِسقدر اختلاف اور مغائرت نہیں جسقدر نوع انسانی میں ہے۔ بقول اُس شاعر میں جو کہا ہے اوسنے شعر ولم ار امثال الرجال تفاوتاً ۔ لدی المجد حتی عُدّ الف بواحد ۔ اگرچہ مبالغہ بہت سمجھا جاتا ہے ولیکن حقیقت میں مقصر رہا ہے کیونکہ نوع انسان میں ایک شخص ایسا پایا جاتا ہے جو تمام موجودات سے اخس ہے اور ایک شخص ایسا پایا جاتا ہے جو تمام کائنات سے افضل اور اشرف ہے اور اس فن کے وسیلہ سے یہ بات ہوسکتی ہے کہ ادنے مراتب انسانی کو اعلے مدارج پر پہنچاویں بموجب استعداد اور مقدار صلاحیت اُسی کے ۔ اگرچہ تمام آدمی ایک نوع کمال پیدا کرنے کے لائق نہیں ہوتے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ۔ پس وہ فن اور صناعت کہ جسکے ذریعہ سے اخس موجودات کو اشرف کائنات کا بنایا جاوے کیا شریف صناعت ہوگی اس باب میں کسیقدر بیان کرنا کافی تھا تاکلام حد طوالت کو نہ پہونچے اور اللہ تعالےٰ ہے میسر کرنیوالا خیرات کا اور توفیق بخشنے والا حسنات کا ۔

تیسری فصل شمار اور حصر کرنے اجناس فضائل میں جو مکارم اخلاق کی اس عبارت سے

بیان احوال نفس ناطقہ میں مقرر ہوچکا ہے کہ نفس انسانی کے لئے تین قوتیں متباین ہیں جو اُن قوتوں کے اعتبار سے افعال اور آثار مختلف بمشارکت ارادہ کے اس سے صادر ہوتے ہیں جب ایک اِن قوتوں سے دوسری پر غالب ہوجائے تو دوسری قوتیں مغلوب یا مفقود ہوجاتی ہیں۔ پہلی قوت ناطقہ جسکو نفس ملکی کہتے ہیں اور وہ مبداء ہے فکر اور تمیز اور شوق نظر کرنیکا حقایق امور میں۔ دوسری قوت غضبی جسکو نفس سبعی کہتے ہیں اور وہ مبداء ہے غضب اور دلیری

اور اقدام کرنیکا خوفناک جگہہ پر اور شائق ہے متصرف ہوتے اور بلندی اور زیادتی جاہ کا۔ تیسری قوت شہواتی جسکو نفس بہیمی کہتے ہیں وہ مبداء ہے شہوات اور طلب غذا اور شوق حصول لذات کا کھانے پینے اور مجامعت والی چیزوں سے جیساکہ پہلی قسم میں اسکا اشارہ کیا گیا ہے۔

پس تعداد فضائل نفس بموجب تعداد ان قوتوں کے ہے کیونکہ جس وقت حرکت نفس ناطقہ کی اپنی ذات میں باندازہ اعتدال ہوگی اور شوق اسکا واسطے حاصل کرنے حقایق یقینی کے ہوگا نہ وہ حقایق کہ جنکے یقینی ہونیکا گمان ہو اور اصل میں جہل محض ہوں تو اُس حرکت سے فضیلت علم کی پیدا ہوگی اور بمتابعت اسکے فضیلت حکمت کی لازم آتی ہے۔ اور جس وقت کہ نفس سبعی کی حرکت اعتدال پر ہوتی ہے اور وہ فرماں بردار ہوتا ہے نفس عاقلہ کا اور جو کچھ کہ نفس عاقلہ اُسکا حصہ مقرر کرے اُسپر قناعت کرے اور اپنے حالات میں اور حرکت بیجا میں اور حد مناسب سے تجاوز نہ کرے تو اس حرکت سے نفس کے یئے فضیلت حلم کی پیدا ہوتی ہے اور بمتابعت اسکے فضیلت شجاعت کی لازم آتی ہے۔ اور جس وقت نفس بہیمی کی حرکت اعتدال پر ہووے اور مطیع ہووے نفس ناطقہ کا اور جو کچھ نفس عاقلہ نصیبہ اور حصہ اُسکا مقرر کرے اُسی پر بس کرے اور اپنی حرص و ہوا کی پیروی میں نفس عاقلہ سے مخالفت نہ کرے تو اِس حرکت سے فضیلت عفت کی پیدا ہوتی ہے اور بمتابعت اسکے فضیلت سخاوت کی لازم آتی ہے۔ جب یہ تینوں قسم کی فضیلت حاصل ہوجائے اور یہ تینوں باہمدیگر مختلط اور صلح پذیر ہوجاویں تو اِن تینوں کے مرکب ہونے سے ایک ایسی حالت متشابہ پیدا ہوجاتی ہے کہ تمام اور کمال ہونا فضائل مذکورہ کا اُس حالت متشابہ سے ہوتا ہے تو اُسکو فضیلت عدالت کہتے ہیں اور اسی سبب سے جملہ حکمائے متقدمین اور متاخرین کا اِسبات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ اجناس فضائل کی چار ہیں۔ حکمت شجاعت عفت عدالت اور کوئی شخص تعریف اور فخر کا مستحق نہیں ہوتا مگر بسبب ایک کے اِن چاروں فضیلتوں سے یا چاروں سے کیونکہ جو لوگ شرف نسبت اور بزرگی خاندان سے فخر کرتے ہیں تو مرجع اور اصل اسکا یہ ہی ہے کہ باپ دادا اور بزرگاں اُن میں سے کوئی ان اوصاف اور فضائل سے موصوف ہوچکا ہے اور اگر کوئی شخص تکبر اور تغلب

یا کثرت مال سے فخر کرے تو وہ اہل عقل کے نزدیک پذیرا نہیں ہے۔ پہلے اس سے ایک دوسری طرز عبارت سے بیان کیا گیا ہے کہ نفس کے لئے دو قوت ہیں۔ ایک ادراک لذات اور دوم تحریک بآلات۔ اور ہر ایک کی ان دونوں قوتوں سے دو شاخیں ہیں۔ قوت ادراک کی۔ قوت نظری اور قوت عملی۔ اور قوت تحریک کی۔ قوت دفع یعنے غضبی اور قوت جذب یعنی قوت شہوی پس اس اعتبار سے چار قوتیں ہوئیں۔ جب تصرف ہر ایک کا اپنے مقامات میں اعتدال کے طور پر جیساکہ چاہیئے اور جسقدر لائق ہے بلا افراط اور تفریط ہوگا تو ایک فضیلت پیدا ہوجائیگی۔ پس فضائل بھی چار ہوئے ایک تہذیب قوت نظری سے اور وہ حکمت ہے۔ دوم تہذیب قوت عملی سے اور وہ عدالت ہے۔ سوئم تہذیب قوت غضبی سے اور وہ شجاعت ہے۔ چہارم تہذیب قوت شہوی سے اور وہ عفت ہے۔ جب کمال قوت عملی کا وہ ہے جو اسکے تصرفات اُن امور میں جو عمل سے تعلق رکھتے ہیں کما حقہ اور کماینبغی ہوویں اور حصول ان فضائل کا عمل سے تعلق رکھتا ہے اسی سبب سے حصول عدالت کا ان تینوں فضائل دیگر کے حصول پر موقوف ہے جیساکہ اعتبار اول میں بیان کیا گیا ہے۔ اس جگہ ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ یہہ ہے کہ حکمت کو تقسیم کیا ہے ہمنے نظری اور عملی سے اور پھر حکمت عملی کو تین نوع پر جو ایک انہیں سے مشتمل ہے اوپر فضائل چہارگانہ کے جو منجملہ انکے ایک حکمت ہے پس حکمت ایک قسم ہوئی اقسام حکمت سے یعنی تقسیم شے کی اپنی ذات کیطرف لازم آئی۔ جواب اس اعتراض کا اسطرح پر ہے کہ جیساکہ عمل کو علم کے ساتھہ تعلق ہے اور اسی سبب سے اقسام علوم میں وہ قسم جو مشتمل تھا اوپر علم اُن امور کے جو وجود اُن کا تصرف عالم کے ساتھہ تعلق رکھتا ہے نام اُس کا قسم عملی رکھا گیا ہے ویسا ہی علم کو عمل کے ساتھہ تعلق ہے۔ کیونکہ علم اُن امور سے ہے جو وجود اُنکا تصرف ارادے کے ساتھہ تعلق رکھتا ہے۔ پس اس سبب سے حاصل کرنا اصل حکمت کا ایک قسم اقسام حکمت عملی سے ہوا۔ جیساکہ عدالت قسم حکمت سے ہے اور حکمت قسم عدالت سے۔ یا اسطرح پر ہوکہ مراد حکمت سے اس مقام میں استعمال کرنا عقل عملی کا ہے جیساکہ چاہیئے اور اسکو حکمت عملی بھی کہتے ہیں۔ بسبب مختلف ہونے اعتبارات کے خلل تقسیم کا زائل ہوا اور شک مرتفع

ہوا اور ہر ایک فضیلت ان فضائل سے صاحب فضیلت کو مستحق مدح کا کرتی ہے۔ اس شرط سے کہ وہ فضیلت اسکی ذات سے غیر کیطرف تجاوز کرے کیونکہ جب تک اثر اس فضیلت کا تنہا اُسکی ذات میں ہو اور غیر کو فیض اُسکا نہ پہنچے تو باعث استحقاق مدح کا نہیں ہوتا مثل اس صاحب سخاوت کے جو سخاوت اُسکی ذات سے غیر کیطرف متجاوز نہوئی ہو اُسکو متفاق کہینگے نہ سخی۔ اور اہل شجاعت جو اسی صفت کا ہوگا اُسکو غیور کہینگے۔ نہ شجاع اور صاحب حکمت کو مستبصر کہینگے نہ حکیم۔ الّا جب فضیلت عام ہوگی اور اثر فیض اسکے کا غیر تک پہنچیگا تو البتہ سبب خوف اور امید وہ مرد کا ہوگا پس سخاوت سبب امید کا ہوتی ہے۔ اور شجاعت سبب خوف کا۔ مگر دنیا میں کیونکہ یہ دونو فضیلتیں نفس حیوانی فانی سے تعلق رکھتی ہیں اور علم ہم سبب امید کا ہے اور ہم سبب خوف کا دنیا میں بھی اور عاقبت میں بھی کیونکہ یہ فضیلت نفس ملکی باقی سے تعلق رکھتی ہے۔ جب امید اور خوف جو سبب سرداری اور بزرگی کا ہیں حاصل ہوجائیں تو مدح اہل فضیلت کی لازم ہوتی ہے ۔۔

تعریف ان فضائل میں بیان کیا ہے کہ حکمت وہ چیز ہے کہ ہر ایک موجود کی معرفت حاصل ہو جائے۔ جبکہ موجودات یا الٰہی ہیں یا انسانی پس حکمت دو نوع پر ہوئی۔ ایک لائق جاننے کے۔ اور دوسری لائق کرنیکے یعنی نظری وعملی

اور شجاعت وہ ہے کہ نفس غضبی اطاعت نفس ناطقہ کی کرے تاکہ خوفناک امور میں مضطرب نہو اور حسب مصلحت اسکے کاموں میں اقدام کرے تاکہ جو فعل کرے وہ بھی پسندیدہ ہو۔ اور جو صبر کرے وہ بھی نیک ہو اور عفت وہ ہے کہ قوت شہوت مطیع نفس ناطقہ کے ہو تاکہ تصرفات اسکے بموجب رائے نفس ناطقہ کے ہوں اور اثر نیکی کا اُسمیں ظہور کرے اور بندگی حرص ہوا نفس اور خدمتگاری لذات سے فارغ رہے ۔۔

اور عدالت وہ ہے کہ یہ تمام قوتیں باہمدیگر اتفاق کریں اور قوت تمیز کی فرمانبرداری کریں تا اختلاف خواہشوں اور کشمکش قوتوں کی اہل فضیلت کو ورطۂ حیرت میں نہ ڈالے اور اثر انصاف اور راستی کا اُسمیں ظاہر ہو واللہ اعلم بالصواب

چوتھی فصل اُن انواع کے بیان میں جو تحت اجناس فضائل کے ہیں

تحت ہر ایک فضیلت کے ان اجناس فضائل چارگانہ سے انواع بیشمار ہیں الّا

وہ جو زیادہ تر مشہور ہیں۔ انکو بیان کرتا ہوں۔ امّا وہ انواع جو تحت جنس حکمت کی ہیں سات ہیں۔ اول ذکاء۔ دوم سرعت فہم۔ سوم صفائی ذہن۔ چہارم سہولت تعلم۔ پنجم حُسن تعقل۔ ششم تحفظ۔ ہفتم تذکر۔

اِلّا ذکا اُسکو کہتے ہیں جو کثرت استعمال مقدمات نتیجہ دینے والوں سے جلدی نتیجہ نکالنے مقدمات کا اور آسانی سے استخراج کرنا نتائج کا ملکہ ہوجائے مثل برق روشن کے ۔

اِلّا سرعت فہم وہ ہے کہ نفس کے لئے ملزومات سے لوازم کیطرف حرکت کرنیکا ملکہ ہوجائے تا اُسمیں زیادہ درنگ کرنیکا محتاج نہو۔

اِلّا صفائی ذہن کے یہ معنے ہیں کہ نفس کے لئے بغیر عارض ہونے تشویش اور اضطراب کے استخراج کرنے مطلوب کی استعداد حاصل ہوجائے ۔

اِلّا سہولت تعلم وہ ہے کہ نفس ایسی تیزی نظر اور فکر کی حاصل کرے تا بلا ممانعت اندیشہ ہا پریشان کے مطلوب کی طرف توجہ کلی کرے ۔

اِلّا حُسن تعقل وہ ہے کہ بحث اور طلب تحقیق میں ہر حقیقت کی نسبت حد اور اندازہ جو لائق ہے نگاہ رکھے نہ کسی امر ضروری کو ترک کرے اور نہ غیر ضروری کا اعتبار رکھے ۔

اِلّا تحفظ اُسکو کہتے ہیں کہ جن صورتوں کو عقل یا وہم نے قوت تفکر یا تخیل سے خالص اور پاک کیا ہو اُنکو بخوبی نگاہ رکھے اور ضبط کرے ۔

اِلّا تذکر وہ ہے کہ نفس کے لئے ملاحظہ صورتوں محفوظ کا جسوقت چاہے آسانی سے حاصل ہو بسبب اُس ملکہ کے جو حاصل کیا ہوا ہے ۔

لیکن وہ انواع کہ تحت جنس شجاعت کی ہیں گیارہ نوع ہیں اول کبر دوم دلیری سوم بلندہمتی چہارم ثبات پنجم حلم ششم سکون ہفتم شہامت ہشتم تحمل نہم تواضع دہم حمیت یازدہم رقت۔

اِلّا کبر اُسکو کہتے ہیں کہ نفس بزرگی اور خواری کا اندیشہ نہ کرے اور زیادہ ہونے دولت اور نہ ہونے اُسکے کیطرف التفات نہ کرے بلکہ امور ملائم وغیر ملائم کے تحمل کرنے پر قادر ہو

دوّم دلیری وہ ہے کہ نفس محکم ہو اپنے ثبات میں تا خوف کی حالتیں بے صبری اُسپر عارض نہو اور حرکات نا منتظم اور نا مناسب اُس سے سرزد نہوں ۔

اِلّا بلندہمتی وہ ہے کہ نفس ذکر جمیل کی طلب میں سعادت اور شقاوت

اس جہان کا لحاظ نکہت اور اُس سے اُسکو خوشی اور تنگدلی نہو۔ اس حد تک کہ اندیشہ موت سے بھی خوف نرکھے ❊

الّا ثبات وہ ہے کہ نفس کے لئے قوت برابری کرنے آلام اور سختیوں کی قائم اور قرار پذیر ہوجائے تا عارض ہونے اُنکے سے شکستہ نہو ❊

الّا علم وہ ہے کہ نفس کو ایسی طمانیت حاصل ہوجائے جو غصہ آسانی سے تحریک اُسکی نہ کرسکے اگر کوئی چیز مکروہ اُسپر لاحق ہو تو شور اور فریاد نکرے ❊

الّا سکون وہ ہے کہ نفس جھگڑوں اور لڑائیوں میں جو منجملہ محافظت عزت اور نگہداشت شریعت کے وقوع میں آئے خفت اور سبکساری نکرے اور اسکو عدم طیش بھی کہتے ہیں ❊

الّا شہامت وہ ہے کہ نفس حاصل کرنے بڑے بڑے کاموں کے لئے بتوقع نیکنامی کے حریص ہو ❊

الّا تحمل وہ ہے کہ نفس حصول امور پسندیدہ کے اشتغال میں آلات بدنی کو فرسودہ کرے ❊

الّا تواضع وہ ہے کہ جو لوگ درجہ میں اس سے کم ہیں اُنکی نسبت سے اپنی ذات کو فضیلت نہ دے ❊

الّا حمیت وہ ہے کہ جن چیزوں سے دین یا عزت کی حفاظت واجب ہے اُنکے حفاظت کرنے میں سُستی نکرے ❊

الّا رقت وہ ہے کہ نفس مشاہدہ دردِ ابنائے جنس سے اثر قبول کرے بغیر اسبات کے کہ اضطراب اُسکے افعال میں پیدا ہو ❊

الّا وہ انواع جو تحت جنس عفت کے ہیں بارہ ہیں اول حیا۔ دوم رفق سوم حسن ہدی چہارم سالمت پنجم دعت ششم صبر ہفتم قناعت ہشتم وقار نہم ورع دہم انتظام یازدہم حریت۔ دوازدہم سخا ❊

الّا حیا بند کرنا نفس کا ہے خوف پنہانی کیجاتیں ارتکاب امر قبیح سے بنظر پرہیز کرنے کے استحقاق مذمت سے ❊

والّا رفق فرمانبرداری نفس کی اُن امور کی نسبت جو پیدا ہوویں احسان کے طور پر اسکو نرم دلی بھی کہتے ہیں ❊

الّا حسن ہدی وہ ہے کہ نفس کو اپنی کمال حاصل کرنے کیواسطے حیلہ ہائے پسندیدہ کی رغبت صادق پیدا ہو ❊

الا بسالت وہ ہے کہ نفس نیکی کرے تنازعہ متلف راویکے وقت اور حالات متباینہ میں بسبب قدرت اور ملکہ کے جو اضطراب کو انمیں دخل ہو ٭

الا دعت وہ ہے کہ نفس ساکن ہو حرکت شہوت کے وقت اور اپنے اختیار کا مالک ہو ٭

الا صبر وہ ہے کہ نفس خواہشوں سے مقابلہ کرے تا اطاعت لذات قبیحہ کی اس سے صادر ہو ٭

الا قناعت وہ ہے کہ نفس سہل اور آسان جانے کھانے پینے اور لباس وغیرہ کے کاموں کو اور ہر جنس کی مقدار ضروری پر رضامند ہوجائے ٭

وقار وہ ہے کہ نفس جبوقت اپنے مطالب اور مقاصد کیطرف برانگیختہ ہووے تو آرام کرے تا شتاب زدگی کے سبب حد سے متجاوز ہوجائے مگر باین شرط کہ مطلوب فوت نکرے ٭

الا ورع وہ ہے کہ نفس اعمال نیک اور افعال پسندیدہ کو لازم پکڑے کبھی انمیں قصور ظہور میں نہ آسے ٭

الا انتظام وہ ہے کہ نفس کو نگاہداشت ترتیب کرنے امور کا نیک وجہ اور مصلحت کے طریق پر ملکہ ہوجائے ٭

الا حریت وہ ہے کہ نفس قادر ہووے اوپر تحصیل مال کے نیک کسب کے ذریعہ سے اور صرف کرنا اسکا مصارف پسندیدہ میں اور پرہیز رکھے اس وجہ تحصیل مال سے جو مکاسب ذمیمہ کے ذریعہ سے ہو ٭

الا سخا وہ ہے کہ خرچ کرنا مال اور دیگر اشیاء کا اسپر سہل اور آسان ہووے جیسا کہ چاہئے اور جسقدر مناسب ہے مستحق لوگونکو دے۔ اور سخا ایک نوع ہے اسکے تحت میں بہت انواع ہیں تفصیل بعض کی انمیں سے یہ ہے ٭

اول کرم دوم ایثار سوم عفو چہارم مروت پنجم نبل ششم مواسات ہفتم سماحت ہشتم مسامحت ٭

الا کرم وہ ہے کہ نفس پر آسان ہو خرچ کرنا بہت مال کا ان امور میں جو نفع انکا عام ہو اور قدر اسکا بڑا ہو جیسا مصلحت تقاضا کرے ٭

الا ایثار وہ ہے کہ نفس پر آسان ہو اس مایحتاج سے درگذر کرنی جو خاص اسکی ذات سے تعلق رکھتا ہو اور خرچ کرنا اس شخص کے حق میں جو اسکو استحقاق اسکا ثابت ہو ٭

الا عفو وہ ہے کہ نفس پر باوجود قدرت اور اختیار سزا دینے کے آسان ہووے ترک کرنا انتقام بدی کا اور نیکی کے ساتھ بدلا کرے ۔

الا مروت وہ ہے کہ نفس کی رغبت صادق ہو طرف اپنی آراستگی کے نیت فائدہ پہنچانے اور خرچ کرنے مال کی سے بقدر ضرورت یا زیادہ تر اس سے ۔

الا نبل وہ ہے کہ نفس خوش ہووے لازم پکڑنے افعال پسندیدہ اور عادات سیرت ستودہ سے ۔

الا مواسات مدد کرنی دوستوں اور رفیقوں اور مستحقوں کی ہے امر معاش میں اور انکو شریک کرنا اپنے ساتھ مال اور روزی میں ۔

الا سماحت خرچ کرنا بعض ان چیزوں کا ہے اپنی خوشی کے ساتھ جنکا صرف واجب نہو ۔

الا مسامحت ترک کرنا بعضی ان چیزوں کا ہے از راہ اختیار کے کہ جنکا ترک کرنا واجب نہو ۔

الا وہ انواع جو تحت جنس عدالت کے ہیں وہ بارہ ہیں اول صداقت دوم الفت سوم وفا چہارم شفقت پنجم صلہ رحم ششم مکافات ہفتم حسن شرکت ہشتم حسن قضا نہم تودد دہم تسلیم یازدہم توکل دوازدہم عبادت ۔

الا صداقت وہ محبت صادق ہے جو باعث اس کوشش کے ہو کہ جملہ اسباب فراغت کے دوست کے لیے مہیا ہوں اور جو چیز اسکے امکان میں ہے اسکو دوست کے حق میں صرف کرنا ۔

الا الفت وہ ہے کہ رائے اور فکر ایک جماعت کے ایک دوسرے کی مدد کا نیا میں تدبیر معاش کے لیے متفق ہوں ۔

الا وفا وہ ہے کہ بسبب لازم پکڑنے طریقہ مواسات اور مدد دینے کے انحراف اس سے روا نرکھے ۔

الا شفقت وہ ہے کہ حالت سختی سے جو غیر کو پہنچے اندوہناک ہو اور ہمت اپنی اسکے دور کرنے میں مصروف رکھے ۔

الا صلہ رحم وہ ہے کہ اپنے خویش و اقربا اور متعلقاں کو اپنے ساتھ نعمتہائے دنیادی میں شریک رکھے ۔

الا مکافات وہ ہے کہ جو احسان اسکے ساتھ کریں عوضہ اسکا مثل اسکے یا زیادہ اس سے ادا کرے ۔ اور بدی میں تھوڑے عوضہ پر کفایت کرے ۔

الا حسن شرکت وہ ہے کہ لین دین معاملات میں اعتدال کے اندازہ پر عمل میں لائے جیساکہ لوگوں کی طبائع کے موافق ہو ۔

الا حسن قضا وہ ہے کہ دوسرے لوگوں کے حقوق جو بدلہ کے طور پر ہیں ادا کرتا ہے وہ احسان اور ندامت سے خالی ہوں ۔

الا تودد وہ ہے کہ طلب کرنا دوستی کا اپنے ہمقوموں اور اہل فضلوں کے ساتھ خوش روئی اور کشادہ پیشانی سے کرے ۔

الا تسلیم وہ ہے کہ جو فعل اللہ تعالےٰ کی ذات پاک سے تعلق رکھتا ہو یا اُن لوگوں کی ذات سے کہ جنپر اعتراض کرنا جائز نہیں اُسکو رضامندی سے قبول کرے اور خوشی خاطر اور تازہ روئی سے اُسکو مانے اگرچہ اسکی طبع کے موافق

الا توکل وہ ہے کہ جن کاموں میں قدرت اور اختیار بشری کو دخل نہیں اور فکر و اندیشۂ مخلوق کو مجال تصرف کرنیکی نہیں اُنمیں کمی اور بیشی اور تعجیل اور تاخیر کا طالب نہووے جسطرح سے وہ ہے اُس سے برخلاف ہونیکی میل نہ کرے ۔

الا عبادت وہ ہے کہ تعظیم اور بزرگی خالق کریم جل وعلےٰ اپنے کی اور مقربان بارگاہ اُسکی مثل فرشتوں اور پیغمبروں اور اماموں اور اولیاؤں ع کے اور اطاعت اور فرمانبرداری احکام صاحب شریعت کو ملکہ کرے اور پرہیزگاری کو جو کامل اور تمام کرنیوالی عبادت کی ہے طریقہ اپنا کرے ۔ یہ ہے حصر اور شمار انواع فضائل کا اور بسبب مرکب ہونے ایک فضیلت کے دوسری سے بے اندازہ فضلیتیں متصور ہوسکتی ہیں جو بعض کے اُنمیں سے نام خاص ہیں اور بعض کے نہیں اور اللہ تعالےٰ ہے صاحب توفیق کا ۔

پانچویں فصل بیچ بیان اور حصر کرنا اُن چیزونکا ہے جو ضد فضیلتونکی ہیں جنکو رزائل کہتے ہیں

جب فضیلتونکا حصر چار جنسوں میں ہے تو اضداد اُنکی جنکو رذائل کہتے ہیں ابتدائے نظر میں وہ بھی چار جنس پر متصور ہوسکتی ہیں اور وہ جہل ہے جو ضد حکمت کی ہے اور جبن ضد شجاعت کی اور حرص ضد عفت

کی اور جو رضد عدالت کی۔ الّا بموجب نفس الامر کے ہر فضیلت کے لئے
ایک حد اور اندازہ ہے کہ جب اُس سے تجاوز کریں خواہ زیادتی کیجانب خواہ
کمی کیطرف تو اُسکو رذیلت کہینگے بلکہ جو قید اور شرط فضیلت کی حد مقرر کرنے
میں معتبر ہے جب اُسکو ترک کریں یا جو قید کہ نا معتبر ہے اُسکا بھی لحاظ اور
اعتبار کیا جائے تو وہ فضیلت رذیلت ہوجائیگی۔ پس ہر ایک فضیلت مثل ایک
وسط کے ہے اور رذائل جو مقابلہ اُسکے میں ہیں بمنزلہ اطراف کے مثل مرکز
اور دائرہ کے سمجھنا جیساکہ سطح دائرہ پر ایک نقطہ جو مرکز اُسکا ہے محیط کی نسبت
سب نقطوں سے دور ہے اور دوسرے نقطے جو تعداد اُنکی شمار سے خارج ہیں
ہر طرف سے جس جانب کیطرف واقع ہونگے نسبت مرکز سے محیط کیطرف نزدیک
ہونگے۔ اسیطرح سے فضیلت کے واسطے بھی ایک حد ہے جو وہ حد رذیلتوں
کی نسبت نہایت بُعد میں ہے انحراف اُس حد سے جس جانب اور جہت میں
ہوگا موجب قرب رذیلت کا ہوگا یہ ہے مراد حکما کی اُس چیز سے جو بیان کرتے
ہیں کہ فضیلت وسط میں ہے اور رذائل اطراف میں پس اس سبب سے
ہر فضیلت کے مقابلہ بیشمار رذیلتیں ہوئیں کیونکہ وسط محدود ہوتا ہے اور اطراف
نا محدود اور لازم پکڑنے فضیلت کی وہ مثال ہے جیساکہ ایک خط مستقیم پر
حرکت کیجائے اور رذیلوں پر ارتکاب کرنا مثل انحراف کے ہے اُس خط مستقیم
سے اور یہ بات ظاہر ہے کہ دو حد کے درمیان خط مستقیم ایک کے سوائے دوسرا
نہیں ہوگا اور خط غیر مستقیم بیشمار ہوسکتے ہیں ایسا ہی راست روی فضیلت
کے طریق پر سوائے ایک طریق کے نہیں ہوتی اور انحراف اُس سے نامحدود
ہے اور اسی سبب سے ہے وہ سختی جو لازم پکڑنے فضیلت کے طریق سے
پیش آتی ہے۔ اور وہ جو بعض احکام شریعت میں سے ہے کہ صراط اللہ تعالےٰ
کی بال سے باریکتر اور تلوار سے تیز تر ہے۔ وہ اِن معنی سے مراد ہے۔ کیونکہ
حصول کرنا وسط حقیقی کا اطراف نامتناہی کے درمیان سے بہت مشکل ہے
اور قیام کرنا اُسپر بعد حصول کے اُس سے دشوار تر۔ اور وہ جو قول حکمار کا
ہے کہ ؎ اصابتہ نقطتہ الہدف اعسر من العدول عنہا ٭ ولزوم الصواب بعد
ذالک حتے لایخطیہا اعسر واصعب ٭ یعنے پہنچنا نشانہ کے نقطہ پر دشوار تر ہے
خطا اُسکی سے اور لازم پکڑنا اُس نشانہ کا بعد اسکے اس حد تک کہ کبھی خطا
واقع نہو بہت ہی زیادہ مشکل اور دشوار ہے۔ اس سے یہ ہی معنے مراد ہیں

جاننا چاہیے کہ وسط کے دو معنے ہیں ایک وہ کہ فی ذاتہ وسط ہے درمیانی دو چیز کے مثل چار کے جو وسط ہے درمیان دو کے اور چھ کے۔ انحراف اسکا وسط سے درجہ سے محال ہے۔ دوسرا وہ جو وسط اضافی ہو مثل اعتدالات نوعی اور شخصی کے اطبا کے نزدیک۔ اور علم اخلاق میں جو وسط معتبر ہے تو قسم مقدم میں سے ہے اور اسی سبب سے ہے کہ ہر فضیلت کی شرائط نسبت ہر شخص کے مختلف ہوتی ہیں اور بموجب اختلاف افعال اور احوال اور زمانہ وغیرہ کے بھی مختلف ہوجاتی ہیں۔ اور مقابلہ ہر فضیلت کے فضائل شخص معین سے ہے رذیلتیں بیشمار ہوتی ہیں جیساکہ بیان کیا ہے۔ پس رذائل ہر ایک شخص کے شمار میں نہیں آسکتے اور اسی سبب سے ہے کہ موجبات شر کے زیادہ سے زیادہ ہیں اور موجبات نیکی کے کم۔ لیکن حصر کرنا ان اشخاص اور اعداد کا اہل صناعت اخلاق پر لازم نہیں کیونکہ اہل صناعت پر عطا کرنا اصول اور قوانین کا ضروری ہے نہ شمار کرنا جزئیات کا جیساکہ نجار اور زرگر کے تصور اور خیال میں واسطے بنانے دروازہ اور انگشتری کے ایک قانون اور قاعدہ ہوتا ہے جو اسکے ذریعہ سے بہت سے دروازہ اور انگشتری ہا بنا سکتے ہیں اور ہر جگہ حسب مصلحت وقت اور موقع کے جیسا مناسب ہو سب رعائتیں مدنظر رکھتے ہیں اور ان پر یہ واجب نہیں کہ تصور کریں اعداد جملہ انگشتری ہا اور دروازہ ہائے مختلف کا جو بنا سکیں گے جب انحراف کی دو نوع ہیں۔ ایک وہ جو حد وسط سے افراط کیطرف متجاوز ہو۔ دوسرا وہ کہ تفریط کیجانب ہو پس مقابلہ ہر فضیلت کے دو جنس کی رذیلت ہوئی۔ وسط کا درجہ فضیلت ہے اور دونوں طرف اسکے رذیلت۔ اور جب بیان کیا گیا ہے کہ اجناس فضیلتوں کی چار ہیں پس اجناس رذیلتوں کی آٹھ ہوئیں۔ انمیں سے دو بمقابلہ حکمت کے ہیں انکو سفہ اور بلہ کہتے ہیں۔ اور دو شجاعت کے مقابلہ میں تہور اور جبن اور دو عفت کے مقابلہ میں۔ شرہ اور خمود شہوت اور دو عدالت کے مقابلہ میں ظلم اور انظلام۔ اما سفہ افراط کی جانب ہے اور وہ استعمال کرنا قوت فکری کا اُن چیزوں کہ جنمیں واجب اور ضروری نہو یا مقدار مناسب اور واجب سے زیادہ استعمال کیا جائے۔ بعضے اسکو گربزی کہتے ہیں۔ اما بلہ جانب تفریط میں ہے اور وہ معطل اور بیکار کرنا قوت فکری کا ہے قصداً و اراداتاً نہ ازروئے اصلی پیدائش کے۔ اما تہور وہ جانب افراط کے ہے اور وہ اقدام کرتا ہے اس چیز پر کہ جسکا اقدام نیک نہو

اِلّا جبن وہ جانب تفریط کی ہے اور وہ خوف کرنا اُس چیز سے جو لائق
خوف کرنے کے نہو۔ اِلّا شرہ وہ جانب افراط کی ہے اور وہ حرص کرنی ہے
اوپر لذات کے زیادہ مقدار مناسب سے۔ اِلّا خمود شہوت وہ جانب تفریط
کی ہے اور وہ سکون ہے طلب کرنے لذات ضروری سے کہ از روئے عقل
اور شرع کے طلب کرنا اُنکا جائز ہو ازراہ مقصد نہ ازروئے پیدائش۔ اِلّا ظلم
وہ جانب افراط کی ہے اور وہ اسباب معاش کا حاصل کرنا ہے طریق ناپسندیدہ
سے۔ اِلّا انظلام وہ جانب تفریط کی ہے اور وہ قبول کرنا ظلم ظالم کا ہے
بطریق ذلت کے اور اِس سبب سے کہ طریق حاصل کرنے مال اور روزی وغیرہ
کے بہت ہیں ظالم اور خائن ہمیشہ بہت مالدار ہوتے ہیں اور مظلوم کم مایہ
اور عادل متوسط حال اور اسیطرح پر وہ انواع جو تحت اجناس فضائل کی ہیں اُنکا
اعتبار کرنا چاہیئے تا بمقابلہ ہرایک نوع کے دو رذیلتیں معلوم ہوجائیں۔ ایک افراط
درجہ کی۔ دوسری تفریط کے مرتبہ کی۔ اور ممکن ہے جو ہرایک کا نام اِن انواع اور
اصناف سے ہرزبان میں مقرر کیا ہو۔ جب معانی تصور میں آجائیں تو عبارت
کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ عبارت کی ضرورت صرف معانی کے حاصل کرنے
کے واسطے ہوتی ہے۔

اِلّا مثال کے طور پر جو مقابلہ چند نوع کی رذیلتیں لازم آتی ہیں اُنکو میں
بیان کرتا ہوں تا دیگر انواع کو اسپر قیاس کرلیں۔

انواع حکمت کے سات نوع پیشتر بیان کئے ہیں۔ ذکا۔ سرعت فہم۔ صفائی
ذہن۔ سہولت تعلم۔ حسن تعقل۔ تحفظ۔ تذکر۔ اِلّا ذکا، وسط ہے خبث اور بلادت
کے درمیان۔ خبث جانب افراط۔ بلادت جانب تفریط۔ مراد ہماری اس بلادت
سے وہ ہے جو اختیاری ہے نہ وہ کہ پیدائش میں ہے۔ اِلّا سرعت فہم وسط ہے
درمیان اُس سرعت تخیل کے جو برق درخشندہ کیطرح بلا لحاظ شرائط فہمید کے
ہو اور اُس رنگ میں جو دیر فہمی کے سبب سے ملکہ ہوجائے۔ اِلّا صفائی ذہن
کی وسط ہے درمیان اُس التہاب کے جو بباعث تجاوز حد کے نفس کو مطلوب
کے پہونچنے سے باز رکھے اور اُس ظلمت کے جو نقص سے پیدا ہو۔ تا بباعث اُسکے
استخراج نتائج میں تاخیر اور درنگ واقع ہو۔ الا سہولت تعلم وسط ہے درمیان
اُس مبادرت اور دلیری کے جو استنباط صورتوں کے لئے فرصت نہ دے اور
اُس دشواری کے جو مشکل سے مطلوب کو پہنچے۔ اِلّا حسن تعقل وسط ہے درمیان

صرف کرنے فکر کے واسطے ادراک اُس چیز کے جو مطلوب سے زائد اور فضول ہے اور درمیان اُس فکر کے جو دریافت کرنے تمام مطلوب سے قاصر ہے۔ الّا تحفظ وسط ہے درمیان توجہ ضبط اُس چیز کے کہ جسکا ضبط بیفائدہ ہو اور درمیان غفلت استنباط صورتوں کے جو بالغ ہو محافظت اُس چیز سے کہ جسکی نگہداشت ضروری ہو۔ الّا تذکر وسط ہے درمیان اُس جستجو کے جو موجب ضائع کرنے وقت اور کند اور سست کرنے ذہن اور فہم کا ہو اور درمیان اُس نسیان کے جو باعث فروگذاشت اُس امر کا ہو کہ جسکی رعایت واجب ہے اور بموجب ایسے طریق کے انواع دیگر اجناس میں قیاس کرنا چاہیئے۔ اور ہو سکتا ہے کہ بعض رذائل کے لئے خاص نام بھی مشہور ہوں۔ جیساکہ وقاحت اور خرق جو فضیلت حیا کی دو طرفیں ہیں۔ اور اسراف اور بخل فضیلت سخا کی دو طرفیں ہیں۔ اور تکبر اور تذلل فضیلت تواضع کی دو طرفیں ہیں۔ فسق اور تحرج فضیلت عبادت کی، دو طرفیں ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ بعض فضیلت بہ نسبت اوسط کے وجودی ہوں مثل سخاوت اور شجاعت کے۔ اور بعضے ناقص نظروں کے نزدیک جانب افراط اِن فضائل کا اصل فضیلت سے ملتبس ہوجاتا ہے۔ رذیلت اور ذات فضیلت میں کچھ فرق نہیں کرتے تاجبقدر وہ اسراف اور تہور زیادہ تر دیکھتے ہیں گمان کرتے ہیں کہ فضیلت کامل تر ہے اور اِن فضائل کی تفریط کی جانب یہ اشتباہ نہیں پڑتا جیسکہ بخل اور جبن میں کیونکہ یہ جانب عدمی ہے۔ اور فرق اور مغائرت وجود اور عدم کی بہت ظاہر ہے۔ اور جو فضیلت بہ نسبت اوسط کے عدمی ہو حکم اُسکا برعکس اسکے ہے۔ مثلاً تواضع اور حلم جانب تفریط اُنکی کے اصل فضیلت سے ملتبس ہوجاتی ہے اور جانب افراط انکی کے جو وجودی ہے اُسمیں التباس نہیں پڑتا۔ اور اُس فضیلت میں جو زیادتی غلبہ ایک طرف سے وہ معروف ہو مثل عدالت کے اُسکی دونوں طرفیں ظاہر ہیں؎

یہی ہے بیان اقسام رذائل کا بطور اجمال۔ اور بعضے اِن اقسام سے نفس کے لئے امراض ہوجاتے ہیں چنانچہ بعد اس کے اُن اسباب اور علامات اور علاجات کی تشریح بیان کی جاویگی۔ انشاءاللہ تعالےٰ

چھٹی فصل میں فرق بیان کیا ہے درمیان فضائل کے اور اُن

حالات کے جو مشابہ فضائل کے ہیں

پہلے اس سے اُس باب میں جو بیان کرنے خیر اور سعادت پر مشتمل تہا مینے بیان کیا ہے کہ موجبات سعادت کی تکمیل قوائے ناقصہ کی ہے اور ظاہر کیا ہے کہ تکمیل قوتوں کی فضائل چارگانہ کے حاصل کرنے سے میسر آتی ہے پس موجبات سعادت کے اجناس فضائل چارگانہ اور وہ انواع جو تحت اِن اجناس کے ہیں ہوئے۔ اور سعید وہ شخص ہوتا ہے جو ذات اُسکی جامع اُن صفات کی ہو۔ جب ایک جنس اِن فضائل سے قوت نظری سے تعلق رکھتی ہے اور وہ حکمت ہے۔ اور تین جنس باقی عمل سے متعلق ہیں پس مظہر آثار حکمت کا نفس ناطقہ ہوا۔ اور مظہر آثار تینوں اجناس باقیماندہ کا بدن جب لوگوں سے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں جو افعال اہل فضائل سے مشابہ ہوں تو احتیاج پڑی دریافت کرنے اصل حقیقت ہر فعل کی اور تمیز کرنے کی اُس چیز میں جو مبداء فضیلت کا ہو اور اُسمیں جو مبداء حالت دیگر غیر فضیلت کا ہو۔ واسطے تمیز اور فرق کرنے کے فضیلت اور غیر فضیلت میں۔ پس اس فصل میں تشریح اِن معانی کی مینے بیان کی ہے ہے ❊

اوّل حکمت میں ایک ایسی جماعت ہوتی ہے کہ مسائل علمی یاد اور حفظ کر لیتے ہیں اثنائے گفتگو اور مناظرہ میں ہر نکتہ نکات حقایق سے جو بطریق نقل اور چالاکی کے یاد کیا ہوا ہوتا ہے ایسی وجہ پر بیان کرتے ہیں جو سُننے والے تعجب کرتے ہیں اور وفور علم اور کمال فضل اُسکے کی گواہی دیتے ہیں اور نفس الامر میں اُنکے دلوں میں فضیلت نفس کی اور محکمی یقین کی جو ثمرہ حکمت کا ہے مفقود ہوتی ہے اُنکے عقائد اور علوم کا خلاصہ شک اور حیرت ہے نظیر اُنکی تقریر علمی میں مثل بعضے حیوانات کے ہے جو افعال انسانی کی نقل کریں اور مثل لڑکوں کے جو بالغ آدمیوں کے افعال عمل میں لاویں۔ پس آثار اس جماعت کے آثار حکماء سے مشابہ ہوتے ہیں کیونکہ مقصد حکمت کا نفس ہے۔ ایسے قسم کی مشابہت پر اطلاع کم حاصل ہوتی ہے اور اسی طرح سے عمل اعفّا یعنی پرہیزگاروں کا اُن لوگوں سے صادر ہوتا ہے جو اصل میں پرہیزگار نہیں ہیں مانند اُس جماعت کے جنہوں نے لذات اور شہوات دنیاوی کو ترک کر دیا ہے یا بنظر توقع حصول زیادتی اُسی قسم

لذت کے دنیا اور آخرت میں یا بسبب اسکے کہ لذت اور ذائقہ اُس قسم کا کبھی
اُنکے نصیب نہیں ہوا اور مزہ اُسکا نہیں پایا استعمال اور تجربہ اُسکے سے غافل
ہیں مثل بعضے باشندگان کوہستان اور جنگلوں اور دیہات کے جو شہروں سے
دور دراز ہوں یا بباعث اسکے کہ ہمیشہ اور متواتر کہانے سے بدن اور عروق
اُنکے ممتلی اور پُر ہوگئے ہوں ماندگی اور رنج عارض ہو رہا ہے یا اصل پیدائش
میں شہوت سرد ہوتی ہے اور خلقت میں نقصان واقع ہے یا بد خلقت کے
کسی مرض کے سبب سے شہوت زائل ہوگئی یا بلحاظ اسکے کہ اسکے کھانے
سے کوئی مرض اور رنج پیدا ہوجائیگا جو لازمہ افراط اور مداومت کا ہے یا کسی اور
مانع کے سبب سے۔ کیونکہ عمل پرہیزگارونکا اس جماعت اور مثل انکی سے صادر
ہوتاہے بغیر اس بات کے جو ذات انکی صفت عفت سے موصوف ہووے
اور حقیقت میں عفیف وہ شخص ہے کہ حد اور حق عفت کا نگاہ رکھے اور اس
فضیلت کے اختیار کرنے کا باعث عفت ہو کہ زینت قوت شہواتی کی جو بقائے
شخص اور نوع انسانی کا بغیر اُسکے محال ہے وہ ہے جو اس زیور سے آراستہ
ہو بغیر مد نظر ہونے کسی غرض دوسرے کے مثل طلب نفع یا دفع ضرر کے اور
بعد تحصیل اس فضیلت کے تناول کرنے ہر ایک قسم مطعومات مرغوب پر بقدر
ضرورت جیساکہ مناسب ہو حسب تقاضائے مصلحت اقدام کرے ٭

اور اسیطرح عمل سخیونکا صادر ہوتاہے اُن لوگوں سے جو سخاوت حقیقی انکی
ذات سے مفقود ہے مثل اُن لوگوں کے جو خرچ کرنا مال کا کرتے ہیں طلب نفع
شہوات میں یا بنظر خود نمائی اور ریا کے یا بطمع افزونی جاہ اور مرتبہ اور قرب
بادشاہ کے یا واسطے دفع کرنے کسی ضرر کے حفظ مال اور عزت اور حرم کے لئے یا
اُن لوگوں کے حق میں صرف کریں جو استحقاق نرکھتے ہوں مثل شریر لوگوں کے
یا وہ لوگ جو مسخرہ پن اور خوش طبعی اور انواع لہو و بازی سے مشہور ہوں یا
صرف مال کا بنظر توقع زیادتی مال کے کریں اور یہ فعل مثل افعال سوداگران
اور سود خواراں کے ہے۔ اور اُن لوگوں سے صرف ہونا مال کا اور صدور فعال
اہل سخاوت کا باعث یہ ہے کہ بعضے حرص اور طمع میں مبتلا ہوتے ہیں اور بعض
کی طبیعت میں لاف زنی اور ریا کی عادت متمکن ہوتی ہے اور بعضے رنج اور
محنت کشی اور تجارت کے معتاد ہوتے ہیں۔ اور بعضے بطریق فریب کے مال
صرف کرتے ہیں۔ سبب ان باتوں کا ناقدردانی مال کی ہے یہ حال زیادہ تر

میراث خواروں کا ہوتا ہے یا اُن لوگوں کا جو کہ مصائب اور سختی پیدا کرنے مال سے بیخبر ہیں کیونکہ مال کا حاصل اور جمع کرنا مشکل ہے اور خرچ کرنا آسان اور حکماء نے نظیر اسکی میں بات اس شخص کی جو پتھر سنگین پہاڑ بلند پر لیجائے اور اسجگہ سے نیچے کیطرف چھوڑ دے گواہی کے طور پر بیان کی ہے کیونکہ کسب کرنا مال کا مثل لیجانے پتھر سنگین کے ہے پہاڑ کی بلندی پر اور آسانی خرچ کرنے مین مثل چھوڑنے اُسکے کے ہے نیچے کیجانب - اور مال کیطرف بنظر تدبیر معاش احتیاج ضروری ہے اور وہ نافع ہے حکمت اور فضیلت کے اظہار میں - اور کسب کرنا اُسکا پسندیدہ کسبوں سے مشکل ہے کیونکہ نیک کسب تھوڑے ہیں اور چلنا اُس راہ پر نیک آدمیونکو مشکل ہے اور سوائے نیکوں کے جنکو کچھ اندیشہ نیکی برائی کا نہیں ہے آسان ہے اور اسی سبب سے بہت لوگ جو نیک نیتی سے آراستہ ہیں اور قلیل البضاعت ہوتے ہیں اور بخت اور زمانہ سے اُنکو شکایت ہوتی ہے اور مخالف اُنکے جو لوگ جو خیانت اور طریق ہائے ناپسندیدہ سے مال جمع کرتے ہیں فراخ دست اور خوش عیش اور عوام لوگونکی جائے حسد ہوتے ہیں لیکن عاقل آدمی اپنے دل کو بری رکھنا برائی سے اور محفوظ اور پاک رکھنا عزت کا اعتراضات سے اور پرہیز کرنے میں خیانت اور چوری سے اور بچنا ظلم اقربا اور غربا سے اور پاک رہنا اُن چیزوں سے جو موجب فضیحت اور ملامت اور عار کا ہوں مثل فریب دینے احمقوں کے اور پیروی بدکرداروں کی اور رواج دینا اسباب خباثت کا دولتمندوں اور بادشاہوں کے نزدیک اور مدد دینی اُنکو قبائح اور بدکرداری میں اور بری باتوں کی بموجب رغبت اُنکی طبائع کے اُنکے پاس تحسین کرنی اور چغلی کہکے عیب لوگوں کے اُنکے پاس تحفہ کے طور پر لیجانے اور دیگر انواع شرارت اور فساد کے جو طالب مال کے عمل میں لاتے ہیں - اختیار کرتا ہے اوپر اُس منفعت اور راحت کے جو ایسے افعال کے ذریعہ سے حاصل ہوں - نہ بخت پر ملامت کرتے ہیں اور نہ زمانہ سے شکایت اور نہ ایسے دولتمندوں پر حسد کرتے ہیں - لیکن سخی حقیقت میں وہ شخص ہے کہ صرف کرنا مال کا سوائے اسبات کے کہ سخاوت لذاتہ نیک اور جمیل ہے دوسری کسی غرض کے واسطے نہ کرے اور اگر غیر کا نفع مدنظر رکھے تو بالغرض اور قصد ثانی سے ہو تا اللہ تعالیٰ کے افعال سے مشابہت اور کمال حقیقی حاصل ہو ؛

اور اسیطرح عمل شبیہہ بشجاعت صادر ہوتا ہے اُن لوگوں سے کہ جنکی ذات میں شجاعت موجود نہیں ہے مثل اُن لوگوں کے کہ معرکہ لڑائیوں اور خوفناک مقاموں اور خطرناک محلوں پر اقدام کرتے ہیں طلب مال یا ملک کے لئے یا دیگر ایسے انواع مرغوبات کی ہوس سے جو شمار انکا ناممکن ہے کیونکہ باعث اس اقدام کا حرص ہے نہ تقاضائے فضیلت کا اور صبر اور ثبات ایسے خوفناک مقاموں پر نہ کمال شجاعت سے ہے بلکہ نہایت حرص اور طمع سے ہے کیونکہ نفس شریف کو محل خطر میں ڈالنا اور مکروہات عظیم پر اقدام کرنا طلب مال یا دیگر مثل مال کے لئے نہایت خساست ہمت اور کمینگی طبع کی ہے اور بہت عیار پیشہ ارباب عفت اور شجاعت سے مشابہت کرتے ہیں اور حالانکہ تمام خلقت میں بزرگی فضیلت سے دور اور محروم ہوتے ہیں۔ اس حد تک کہ خواہش نفسانی سے دست بردار ہوجاتے ہیں اور عقوبات سلطانی پر مثل ضرب تازیانہ اور قطع عضو و دیگر جراحات و تکلیفات پر کہ جنکا یہ ہونا محال ہوتا ہے صبر کرتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ نہایت کے درجہ صبر کو پہونچیں جو ہاتھ پانوں اور کانونکا کاٹنا اور آنکھونکا نکالنا اور رنگا رنگ عذاب اور مصیبتوں کا اُٹھانا اور پھانسی ہونی اور قتل ہونے پر راضی ہوجاتے ہیں تا نام اپنا اپنے ہمقوم اور ہمجنسوں اور شرکاء میں جوبے اختیاری اور نقصان فضیلت میں مثل انکے ہیں مشہور کریں اور ایساہی شجاعت عمل میں لاتا ہے وہ شخص جو قوم اور اقربا کی ملامت یا خوف سلطان یا دور ہونے جاہ سے متحرز ہو۔ یا وہ شخص جو بارہا بطریق اتفاق کے اپنے ہمسروں پر فتحمند ہوا ہو تا اُسکے خیال میں بارہا فتحیابی سے ایک گونہ دلیری راسخ ہوجائے اور عدم واقفیت حالت اتفاقات کے باعث ہوتی ہے اور تکرار اور معاودت اُن حالات کے اور ویساہی عاشق لوگ طلب معشوق میں نہایت رغبت فسق اور فجور کے سبب سے یا کمال حرص تمتع مشاہدۂ معشوق کے لئے اپنی ذات کو خوفناک مقاموں میں ڈالتے ہیں اور حیات پر موت کو اختیار کرتے ہیں۔ اِمّا شجاعت شیر اور فیل و دیگر حیوانات کی اگرچہ مشابہ شجاعت کے ہے اِلّا اصل میں شجاعت نہیں ہے کیونکہ شیر اپنی قوت اور زور پر وثوق رکھتا ہے اسواسطے فتحمند ہوتا ہے پس دلیری اُسکی بباعث غلبہ اور قدرت اور قوّت کے ہے نہ از راہ شجاعت باوجود اسکے اکثر موقع پر مقابلہ سے عاجز ہوتا ہے اور نظیر اسکی اپنے شکار کے ساتھ مانند

اُس پہلوان کے ہے جو تمام ہتھیاروں سے آراستہ ہوکر قصد کسی شخص ضعیف بے سلاح کا کرے پھر بھی جو شرط فضیلت کی ہے وہ اسمیں مفقود ہے۔ اِلّا اصل میں شجاع وہ شخص ہے جو خوف ارتکاب امور بد اور قبیح کا اُسکے دلمیں خوف مرگ سے زیادہ تر ہو اور اِس سبب سے موت نیک کو حیات بد پر اختیار کرے اگرچہ لذت شجاعت کی ابتدائے شجاعت میں معلوم نہیں ہوتی کیونکہ ابتدائے حال شجاعت میں مرگ کا اندیشہ ہوتا ہے لیکن اخیر اور انجام کے وقت لذت اُسکی معلوم ہوتی ہے کیا دنیا اور کیا آخرت میں خصوصاً اُس موقع پر جو حمایت حق اور خدائے جلّ شانہٗ کی راہ پر اور اپنی مصلحت دوجہانی اور اہل دین میں اپنی جان کو صرف کیاجائے۔کیونکہ جس کیسکو یہ خصلت نصیب ہوگی وہ جانتا ہے کہ بقا میرا دنیا میں چند روز ہوگا آخرکار فنا اور موت ہے۔اور وہ محبّت الٰہی میں محکم رائے اور طلب فضیلت میں ثابت قدم ہوتاہے۔ پس حفاظت دین کی اور حمایت عزت کی دشمنوں سے اور کوتاہ کرنا ہاتھ زبردستوںکا احوال دوستوں اور قریبیوں اور اہل دین سے اور جہاد کرنا راہِ الٰہی میں اختیار کرتا ہے اور بھاگنے کو عار جانتاہے کہ نامرد واسطے طلب بقا اُس چیز کے بھاگنا اختیار کرتا ہے جو کسی حال میں وہ باقی نہیں رہیگی اور نفس الامر میں وہ طالب محال کا ہے اور بر تقدیر اگر چند روز اُسکی زندگی وفاکرے تو عیش اُسکا منغص اور زندگی اُسکی مکدر ہوتی ہے اور خواری اور ذلت اور مشقت اور مذمت سے روزگار بسر کرتا ہے۔پس جلدی لاحق ہونا مرگ کا فضیلت شجاعت اور ذکر باقی اور ثواب ابدی کے ساتھ عزیز جانتا ہے تاخیر اُسکی سے جو اسقدر محنتوں اور مصیبتوں کے ساتھ ہو۔ اور کلام شجاع متفق علیہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو محض تقاضائے شجاعت سے صادر ہوئی ہے مصداق اِن معنے کا ہے اور وہ یہ ہے "قال رضی اللہ عنہ الاصحابہ یا ایہا الناس انکم ان لاتقتلو اتموتوا والذی نفس ابن ابی طالب بیدہ لالف ضربۃ السیف علی الراس اہون من میتۃ علی الفراش" یعنے فرمایا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے یاروں کو اے مرداں تحقیق تم اگر نہ قتل کیئے جاؤگے تو موت سے ہلاک ہوگے قسم ہے اُس ذات کی جو جان بن ابی طالب کی اُسکے ہاتھ میں ہے کہ البتہ ہزار ضرب تلوار کی سر پر آسان ہے موت سے اوپر بستر کے۔ اور حال شجاع کا نفسانی خواہشوںکے دور کرنے میں

اور شہوات کے پرہیز کرنے سے ہی یہی ہے جو بیان کیا گیا ہے اور جو شخص
تعریف شجاعت کی جو پہلے اس سے بیان کی گئی ہے تصور کر لے تو جان لیتا
ہے کہ وہ افعال جو ہم نے بیان کئے ہیں اگرچہ شجاعت سے مشابہ ہیں الا
اصلی معنے شجاعت سے خارج ہیں اور اسکو معلوم ہو جاتا ہے کہ جو شخص خطر
جگہ پر اقدام کرے یا امور بد سے اندیشہ نہ کرے وہ شجاع نہیں ہوتا کیونکہ جو
لوگ دور ہونے شرف اور خرابی عزت سے خوف نہیں رکھتے یا ہلاک کرنے
والی آفتوں مثل سخت زلزلوں اور مصائب متواترہ سے یا امراض مزمنہ اور
دردناک سے یا مفقود ہوجانے مربیوں اور دوستوں سے یا آشوب دریائی
سے درحالیکہ ان بلاؤں میں مبتلا ہوں خوف نکریں وہ بیحیا اور مجنوں ہیں
نہ شجاع اور ہمچنیں وہ شخص جو امن اور فراغت کی حالت میں اپنے آپکو
تہلکہ میں ڈالے اس وجہ سے کہ بطریق امتحان کسی بلند جگہ سے کود پڑے
یا کسی دیوار یا پہاڑ بلند خوفناک پر چڑھے یا بغیر مہارت شناوری کے اپنے آپکو
گرداب میں ڈالے یا بلا ضرورت کسی شتر مست یا گاؤ نا آموختہ یا اسپ تند
ناریاضت یافتہ کے مقابلہ میں آجائے اس مراد سے جو سبکو شجاع تصور کریں
اور مردی اور قوت دلیری لوگوں پر ظاہر ہو وہ شخص حماقت اور لاف زنی
سے منسوب ہوتا ہے نہ شجاعت سے۔ الا افعال اُن لوگوں کے جو پھانسی
لے مرتے ہیں یا زہر کھا لیتے ہیں یا کنوئیں میں گر مرتے ہیں بباعث خوف
فقر یا خوف دور ہونے جاہ اور مرتبہ کے یا اندیشہ کسی امر ناسزا کے اُنکو نامرد
اور بددل کہنا لائق ہے نہ شجاع کیونکہ موجب اِن افعال کا تقاضائے طبع
نامردی کا ہے نہ شجاعت کیونکہ شجاع صابر ہوتا ہے اور تحمل کرنے سختیوں پر قدرت
رکھتا ہے اور جو حالت اُسپر وارد ہو اُسمیں فعل مناسب اُس حال کے اُس سے
صادر ہوتا ہے اور اسی سبب سے تعظیم کرنی مرد شجاع کی واجب ہے عقلمند پر
اور حکمت کا مقتضا یہ ہے کہ بادشاہ یا وہ شخص جو قائم کرنے والا امور دین
اور ملک کا ہو۔ وہ مرد شجاع کے ساتھ مناقشہ اور دریغ نکرے اُسکی قدر اور
منزلت کرے اور اُسکے رتبہ میں اور اُن لوگوں کے رتبہ میں جو شجاعت میں
اُسکے ساتھ مشابہت کریں اور اصل میں شجاع نہوں۔ تمیز اور فرق کرنا چاہئے
کیونکہ مرد شجاع عزیز الوجود ہوتا ہے نیک امور میں جو مصیبتیں پیش آویں اُنکو
ناچیز جانتا ہے اور مکروہات زمانہ پر صابر ہوتا ہے اور جو چیزیں عوام کی نظر

ہیں بزرگ ہیں مثل قتل ہونے کے اُنکو خفیف سمجھتا ہے نہ اُس مکروہ سے کہ جسکا تدارک ناممکن ہے اندوہگیں ہوتا ہے نہ کسی حادثہ ناگہانی سے مضطرب ہوتا ہے۔ جب غصہ اُسکو لاحق ہوتا ہے تو ایک واجبی مقدار پر ہوتاہے عین موقع میں اُس شخص کے حال پر جو مستحق سزا اور ایذا کا ہووے اور جب کسی سے انتقام لیتاہے تو وہ بھی اِن شرائط سے اور حکماء کا قول ہے کہ جو شخص کسی سے انتقام لینے کا مستعد ہو اور کسی سبب سے انتقام لینے سے باز رہے تو نفس اُسکا پژمردہ اور افسردہ ہوجاتاہے اور وہ افسردگی نفس کی تب زائل ہوتی ہے جب انتقام لیا جائے اور جب انتقام لینے کی مراد پر فائز ہوجاتا ہے تو جو خوشی اُسکی طبیعت میں مرکوز تھی وہ عود کرآتی ہے اور یہ انتقام اگر حسب شجاعت کے ہو تو محمود ہے ورنہ مذموم اور بہت لوگ ایسے ہوئے ہیں کہ بادشاہ قاہر یا دشمن غالب پر واسطے انتقام لینے کے مرتکب ہوئے ہیں اور اپنے آپ کو ورطۂ ہلاک میں ڈالا ہے بغیر اسباب کے جو کسی طرح مضرت یا نقصان اُنکو پہونچادیں ایسا انتقام وبال جان اور موجب مزید ذلت اور عجز کا ہوتاہے۔

پس معلوم ہوا کہ عفت اور شجاعت اچھی طرح پر ظہور میں نہیں آتی اِلّا مرد حکیم سے اور شرائط اسکی تمام نہیں ہوتیں بجز حکمت کے تا ہر ایک قسم کو اپنے موقع اور وقت پر حسب مصلحت بقدار ضرورت عمل میں لاوے پس ہر عفیف اور شجاع حکیم نہیں ہوتا اور ہر حکیم عفیف اور شجاع ہوتاہے اور ویساہی عمل شبیہہ بعدالت صادر ہوتاہے اُن لوگوں سے کہ جنکی ذات میں فضیلت عدالت کی موجود نہیں ہے اور عادل لوگوں کے اعمال کے مطابق اپنے افعال ظاہر کرتے ہیں بنظر ریاکاری اور شہرت کے۔تا اسکے وسیلہ سے مال یا جاہ یا کوئی مرغوب چیز حاصل کریں اور کسی غرض کیواسطے مثل اُن چیزوں کے جنکا دیگر فضائل کی تشریح میں بیان کیاگیا ہے۔ اور لایق نہیں کہ ایسے لوگوں کے افعال کو عدالت سے نسبت کریں کیونکہ عادل حقیقی وہ شخص ہے جو قوتہائے نفسانی کی تعدیل اور افعال اور اقوال جو اُن قوتوں سے صادر ہوتے ہیں اُنکی تقویم جیساکہ ایک دوسرے پر غالب نہوجائے بخوبی کرلے بعد اسکے جو چیزیں کہ اسکی ذات سے خارج ہیں مانند معاملات اور کرامات وغیرہ کے اسیطرح پہ اُن میں رعایت رکھے اور نظر اسکی ہمیشہ عموماً حال

کرنے فضیلت عدالت کیواسطے ہو نہ کسی غرض دیگر کے لئے۔ یہ حالت اُس وقت حاصل ہوتی ہے جسوقت نفس کو وہ ملکہ باطنی جو اندازہ اور حد ہر چیز کو نگاہ رکھنے والا ہو حاصل ہوجائے تا افعال اور آثار اُسکے منتظم ہوجائیں اور دیگر فضائل کے واسطے یہ ہی طریقہ محافظت کا عمل میں لانا چاہئے تا اصل حقایق فضائل کو اور وہ جو تشابہ فضائل کے ہیں شناخت کرلے۔ اللہ تعالےٰ راہ نیک دکھلانے والا اور عقل بخشنے والا ہے ۰۰

ساتویں فصل بیان شرف عدالت میں اوپر دیگر فضائل کے اور تشریح احوال اور اقسام اُسکے کی

لفظ عدالت کا دلالت کے رو سے خبر دیتا ہے یعنے مساوات پر اور دریافت کرنا مساوات کا بغیر اعتبار وحدت کے محال ہے جیساکہ وحدت نہائت کے درجہ اور اعلےٰ مرتبہ مدارج شرف اور کمال پر مخصوص اور ممتاز ہے اور معرایت کرنا آثار اُسکے کا اللہ تعالےٰ کیجانب سے جو واحد حقیقی ہے جملہ معدودات کے درمیان مثل فیضان انوار وجود کے ہے علت اولےٰ کیطرف سے جو موجود مطلق ہے تمام موجودات کے درمیان پس جو کوئی وحدت سے نزدیک زیادہ ہے وجود اُسکا شریف زیادہ ہے اور اسی سبب سے نسبتوں میں کوئی نسبت شریف تر نسبت ساوات سے نہیں جیساکہ علم موسیقی میں مقرر ہوچکاہے اور فضیلتوں میں کوئی فضیلت کامل تر فضیلت عدالت سے نہیں ہے جیساکہ صناعت اخلاق میں معلوم ہوتا ہے کیونکہ وسط حقیقی عدالت ہے اور جو چیز ماسواے اُسکے ہے نسبت عدالت کی اطراف ہیں اور سب کا مرجع عدالت کیطرف ہے۔ جیساکہ وحدت باعث شرف بلکہ موجب ثبات اور قوام موجودات کا ہے۔ اور کثرت باعث خساست بلکہ موجب فساد اور بطلان موجودات کا۔ اور اعتدال سایہ وحدت کا ہے جو قلت اور کثرت اور نقصان اور زیادتی کو اقسام متغائرہ سے دور کردیتا ہے اور زیور وحدت سے اُسکو بیتی نقصان اور رذیلت فساد سے اوج کمال اور فضیلت ثبات پر پہونچا دیتاہے اگر اعتدال نہوتا تو دائرہ وجود کا ظہور میں نہ آتا کیونکہ پیدا

ہونا موالید ثلاثہ کا چاروں عنصروں سے اعتدال امتزاج اور اختلاط انکے پر مشروط
ہے الغرض کہ اسباب میں بحث اور سخن بہت ہی طوالت کے درجہ کو پہنچ جاتی
ہے بہتر یہ ہے کہ ہم مطلب کی طرف متوجہ ہوں - اور کہتے ہیں ہم کہ عدالت
اور مساوات انتظام بخشنے والی مختلف چیزوں کی ہیں اور جیساکہ علم موسیقی
میں جو نسبت کہ نسبت مساوات کی نہو تو اُنکو کسی وجہ سے جوڑ توڑ کرکے نسبت
مساوات کیطرف رجوع کرلیتے ہیں ورنہ حد تناسب سے خارج ہوجاتی ہے۔ اور
دیگر امور میں جنمیں انتظام ہوگا کسی نہ کسی وجہ سے اُنمیں عدالت موجود ہوگی
ورنہ اُنمیں فساد اور خلل واقع ہوجائیگا۔ بیان اسکا اِس وجہ پر ہے کہ نسبت
مساوات کے بعینہ اُس جگہ ہوگی جہاں مماثلت کہ جو مراد وحدت سے ہے جوہر یا
کمیت میں حاصل ہوگی اور جہاں مماثلت نہو وہاں مساوات ایسی ہوگی جیساکہ
کہو تم کہ نسبت اول کی دوم کے ساتھ مثل نسبت دوم کی ہے سیوم کے
ساتھ یا مثل نسبت سوم کی چہارم کے ساتھ پہلی کو نسبت متصلہ کہتے ہیں
اور دوسری کو نسبت منفصلہ۔ اور انواع متناسبات میں بہت طریق سے
استعمال کرتے ہیں مثل نسبت عددی اور نسبت ہندسی اور نسبت تالیفی وغیرہ
نسبتوں کے جیساکہ علوم میں بیان کیا گیا ہے - اور متقدمین کو نسبت کی
تعظیم میں بباعث استخراج کرنے علوم شریفہ کے اسکے ذریعہ سے مبالغہ بہت
ہے - پس جب عدالت کا اعتبار کیا جائے اُن امور میں جو باعث انتظام
معیشت کا ہیں اور ارادہ کو انمیں دخل ہو وہ تین نوع پر ہے - اول وہ
جو تقسیم مال اور منصب اور عہدونسے تعلق رکھتی ہے - دوم وہ جو تقسیم
لین دین و خرید فروخت اور عوض معاوضہ سے متعلق ہے - سوم اُن امور
کی تقسیم سے متعلق ہے جنمیں سزا دینے کو دخل ہے مثل تادیبات و سیاسات
کے - پہلا قسم جیساکہ کہیں کہ جب نسبت اِس شخص کی اس منصب اور
خدمت کے ساتھ یا اس مال کے ساتھ مثل نسبت اُس شخص کے ہے کہ
وہ شخص رتبہ میں مثل اسکے ہے یا منصب اور مال مثل اُسکے رکھتا ہے
پس یہ منصب یا یہ مال حق اُسکا ہے اُسکو دینا چاہیئے اور اگر کمی بیشی ہو تو
اُسکو برابر کرنا چاہیئے یہ نسبت مشابہ ہے نسبت منفصلہ کے ساتھ۔ الا قسم
دوم میں کبھی نسبت مشابہ منفصلہ کے ہوتی ہے اور کبھی متصلہ کے مشابہ
ہوتی ہے۔ مشابہ منفصلہ کے ساتھ یہ ہے جیساکہ کہیں کہ نسبت اِس بزاز

کی اس جامہ کے ساتھ مثل نسبت اس نجار کی ہے اس کرسی کے ساتھ پس
معاوضہ اسکے بیں کچھ ضرر نہیں ہے اور متصلہ جیساکہ کہیں کہ نسبت اس
جامہ کی اس زر کے ساتھ مثل نسبت اس زر کی ہے اس کرسی کے ساتھ
پس جامہ اور کرسی کے معاوضہ میں کچھ ضرر نہیں ہ
اِلّا تیسری قسم میں نسبت مشابہ نسبت ہندسی کے ہوتی ہے جیساکہ کہیں
نسبت اس شخص کی اپنے رتبہ کے ساتھ مثل نسبت دوسرے شخص کی
ہے اپنے رتبہ کے ساتھ پس اگر وہ ضرر یا نقصان پہنچانے سے دوسرے
شخص کی نسبت مساوات کو باطل کرے تو اُسیقدر ضرر اور نقصان اُسکو پہنچانا
چاہئے تا عدالت اور مساوات مثل پہلی حالت کے قائم رہے۔ عادل وہ
شخص ہوتاہے کہ جو چیزیں نا متناسب اور نا متساوی ہیں اُنیں مناسبت اور
مساوات پیدا کردے مثلاً اگر ایک خط مستقیم کو دو حصہ مختلف غیر مساوی پر
تقسیم کیاجائے اور پھر چاہیں کہ اُن دونو حصوں کو باہم مساوی کیاجائے
تو البتہ جو حصہ بڑا ہے وہ کسیقدر کاٹا جائیگا اور جو کم ہے وہ زیادہ کیا جائیگا
تا مساوات حاصل ہوگی اور کمی اور بیشی اور نقصان اور زیادتی مرتفع ہوجائیگی
اور یہ وہ شخص کرسکتاہے جو وسط کی طبیعت پر واقف ہوتا افراط اور
تفریط کو اُس سے دور کرے اور ویساہی حال ہے خفت اور ثقل اور
اور کثرت اور وغیرہ انحرافات میں پس اگر کوئی چیز خفیف چیز پر رکھدیں
اور ثقیل سے اُٹھالیں تو برابری حاصل ہو جائیگی۔ اور اگر دونو برابر ہونگی
جب ایک کو کم کیا جائیگا تو وہ خفیف ہو جائیگی۔ اگر دوسری طرف میں
زیادتی کیجائے تو وہ ثقیل ہو جائیگی۔ اور کمی اور بیشی میں بھی یہ ہی
حال ہے اگر انداز اور حق سے کم لے گا تو زیان میں پڑیگا اگر زیادہ
لے گا تو رنج حاصل کریگا۔ ہر چیز کے وسط کا مقرر کرنیوالا اسصورت پر
کہ وسط کی واقفیت سے ہرچیز کو اعتدال کے مرتبہ پر پہنچادے شریعت
الٰہی ہے پس نفس الامر میں عدالت اور مساوات کے وضع کرنے والی
شریعت الٰہی ہے کیونکہ ذات پاک اللہ تعالےٰ کی چشمہ وحدت کا ہے
جب آدمی مدنی بالطبع ہے اور معاش اُسکی سوائے مدد ایک دوسرے
کے ممکن نہیں جیساکہ بعد اسکے مشروحاً بیان کیا جائیگا اور مدد کرنی ایک
دوسرے کی منحصر ہے اس امر پر کہ بعضے خدمت بعض کی کریں بعضوں

سے خدمت کرائیں اور بعضوں کی خدمت کریں تا مکافات اور مساوات اور مناسبت مرتفع نہو جائے کیونکہ نجار اپنے عمل سے خدمت رنگریز کی بجا لائے اور رنگریز اپنے عمل سے خدمت نجار کی تاکہ برابری ہوجائے اور ہوسکتا ہے کہ عمل نجار کا عمل رنگریز سے بہتر اور زیادہ ہو یا برعکس اسکے پس ضرور تا کسی امر برابری کرنیوالا اور تقسیم کرنیوالا کی احتیاج پڑے اور وہ دینار ہے پس خلقت میں دینار عادل اور متوسط ہے لیکن عادل غیر ناطق اور بے زبان ہے اب عادل ناطق کی احتیاج باقی رہی تا اگر دینار کے وزیعہ سے جو عادل بے زبان ہے معاوضہ اور مبادلہ کرنے والوں میں فیصلہ ظہور میں نہ آسکے تو عادل ناطق سے استمداد اور انتقام طلب کریں اور وہ دینار کی مدد کرے تا انتظام اور راستی بالفعل موجود ہوجائے اور عادل ناطق انسان ہے پس اس سبب سے حاکم کیطرف احتیاج پڑی۔ اس مباحثہ سے معلوم ہوا کہ محافظت عدالت کی خلقت میں ان تین چیزوں کے بغیر نہیں ہوتی۔ شریعت الٰہی اور حاکم انسانی اور دینار اور ارسطاطالیس نے بیان کیا ہے کہ دینار ناموس عادل ہے اور معنے ناموس کے زبان یونانی میں تدبیر اور سیاست ہے اور وہ چیز جو مثل اسکے ہو اور اسی سبب سے شریعت کو ناموس الٰہی کہتے ہیں۔ کتاب حکیم نیقوما میں مذکور ہے کہ ناموس اکبر اللہ تعالےٰ کیجانب سے ہے اور ناموس دوم ناموس اکبر کے قسم سے ہے اور ناموس سوم دینار ہے پس ناموس الٰہی سب نوامیس کا پیشوا ہے۔ اور ناموس دوم حاکم ہے جسکو پیروی ناموس الٰہی کی کرنی چاہیے۔ اور ناموس سوم پیرو ناموس دوم کا ہے اور کلام اللہ شریف میں بھی یہ معنے بعینہ اس آیت سے پائے جاتے ہیں۔ "وانزلنا معہم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس" نازل کیا ہے ہمنے پیغمبروں کے ساتھ کتاب اور میزان کو تاکہ قائم ہو دیں لوگ حصہ اپنے پر اور نازل کیا ہمنے آہن اسمیں خوف ہے سخت اور نفع ہے واسطے لوگوں کے۔ اور دیناروں کیطرف جو مختلف چیزوں میں مساوات دینے والا ہے اس سبب سے حاجت ہے کہ اگر فیصلہ مختلف چیزوں میں بذریعہ قیمت آئے مختلف کے نہوتا تو امور مشارکتی اور معاملہ لین دین درست اور منتظم نہوتے۔ الّا جب دینار بعض چیزوں سے کم کئے جاویں

اور بعض میں ایزاد کئے جاویں تو اعتدال حاصل ہو جاتا ہے اور معاملہ نگینہ کا بنجار کے مساوی ہو جاتا ہے اور یہ قسم عدالت مدنی سے ہے جو مقولہ انکا ہے کہ آبادی دنیا کی عدالت مدنی کے ساتھ ہے اور خرابی دنیا کی جور مدنی سے اور بہت ہوا کرتا ہے جو قلیل عمل کثیر عمل سے مساوی ہوتا ہے مثل نظر مہندس کے مقابلہ رنج اور مشقت مزدور لوگونکے قدر و منزلت میں زیادہ ہے اور مانند تدبیر صاحب لشکر کے جو مقابلہ جنگ پہلوانوں میں زیادہ تر فوقیت رکھتی ہے۔ اور مقابل عادل کے جائر ہوتا ہے۔ اور جائر اسکو کہتے ہیں جو مساوات کو باطل کرے اور بموجب قول ارسطاطالیس اور قواعد گذشتہ کے جائر تین نوع کے ہوتے ہیں اوّل جائر اعظم اسکی وہ صفت ہے جو شریعت الٰہی کا مطیع ہو۔ دوم جائر اوسط اسکی یہ صفت ہے کہ حاکم کی اطاعت نکرے۔ سوم جائر اصغر اسکی وہ صفت ہے کہ دنیا کے حکم پر نہ چلے۔ اور جو فساد اس تیسرے مرتبہ جور سے ظہور میں آتے ہیں وہ غصب اور لوٹ کرنا مال کا اور اقسام چوری اور خیانت کے ہیں۔ اور فساد دونوں پہلے قسم جور سے وقوع میں آتے ہیں وہ ان فسادوں سے بری ہیں۔ ارسطاطالیس کا قول ہے کہ جو شریعت الٰہی کا پابند ہو وہ مساوات کے طریق پر عمل کرتا ہے اور حصول خیر اور سعادت کا وجوہات عدالت سے کرتا ہے اور شریعت الٰہی بجز نیکی کے حکم نہیں فرماتی کیونکہ بارگاہ الٰہی سے سوائے عمل جمیل کے کوئی امر صادر نہیں ہوتا اور حکم شریعت الٰہی کا خیر کے ساتھ ہوتا ہے اور ان چیزوں کے لئے ہوتا ہے جو موجب حصول سعادت کا ہوں اور شریعت الٰہی فساد ہائے مدنی سے ممانعت کرتی ہے۔ پس حکم عمل شجاعت کا فرماتی ہے اور نگہداشت ترتیب کا معرکہ جہاد اور جنگ میں اور حکم عمل کرنے کا عفت کے ساتھ فرماتی ہے اور محافظت اور نگہداشت شہوات کے ناشائستہ امور سے اور گناہ افتراء سازی اور دشنام دہی اور برا کہنے سے باز رکھتی ہے۔ الغرض کہ فضیلت کے حاصل کرنے پر حرص پیدا کرتی ہے اور رذیلت سے امتناع۔ اور عادل آدمی پہلے عدالت کو اپنی ذات میں استعمال کرتا ہے اور بعد اسکے اپنے شہر کے لوگوں میں۔ پس ارسطاطالیس نے بیان کیا ہے کہ عدالت جزو فضیلت کی نہیں ہے بلکہ کل فضیلت ہے بتمامہ اور جور جو ضد اسکی ہے وہ بھی جزو رذیلت کی نہیں بلکہ کل رذیلت ہے۔ بتمامہ الا بعض اقسام جور کے نسبت بعض کے زیادہ ظاہر ہوتے ہیں مثلاً جو کہ خرید فروخت اور ضمانتوں اور مستعار چیزوں

میں عمل میں آتے ہیں وہ ظاہر تر ہیں اہل شہر کے نزدیک چوری اور مخفی گناہ کرنے اور وہوکا دہی اور فریب اور جھوٹی گواہی دینے سے۔ یہ اقسام جور کے خفاء اور پوشیدگی سے زیادہ تر نزدیک ہیں۔ اور بعضے قسم ایسے ہوتے ہیں کہ تغلب سے زیادہ نزدیک ہیں مثل عذاب دہی قید اور طوق ڈالنے کے وغیرہ مثل اس کے اور بادشاہ عادل مساوات سے حکم کرنے والا ہوتاہے جو ان فسادات کو رفع اور باطل کرتاہے اور حفظ مساوات میں شریعت الٰہی کا خلیفہ ہوتاہے پس اپنی ذات کے لئے دوسروں کی نسبت سے حصہ خیرات اور حسنات کا زیادہ اور حصہ بدیوں کا کم نہیں اختیار کرتا۔ اور اسی سبب سے کہتے ہیں کہ الخلافة تطہر یعنے درجہ خلافت کا پاک کرنیوالا ہے۔ بعد اسکے کہاہے کہ عام لوگ مستحق رتبہ حکومت کا اُس شخص کو جانتے ہیں جو حسب و نسب کی بزرگی سے مشہور ہو یا وہ کوئی جو کثرت دولت اور مال سے جمعیت رکھتا ہو اور اہل دانش اور عقلمند لوگ حکمت اور عدالت کو شرط استحقاق اور استعداد میں اس رتبہ کے جانتے ہیں کیونکہ یہ دونوں فضیلتیں موجب ریاست اور سرداری حقیقی کا ہیں اور باعث ہیں اسباب کا کہ ہرایک کو اپنے اپنے درجہ اور رتبہ پر رکھا جائے اور موجبات جملہ اقسام مضرات کے چار نوع میں محصور ہیں اول شہوت رذالت اسکے تابع ہے۔ دوم شرارت جور اسکے تابع ہے۔ سوم خطا حزن اسکے تابع ہے چہارم شقا اور حسرت جو مقارن ندامت ہو۔ اندوہ تابع اسکے ہے۔ اِمّا شہوت جب باعث ہوتی ہے اوپر ضرر رسانی غیر کے تو انسان کو اس ضرر رسانی میں کچھ لذت حاصل نہیں ہوتی مگر جب یہ ضرر رسانی ذریعۂ حصول مشتہی اور مطلوب کا ہوتی ہے تو بالعرض اسپر راضی ہونا پڑتا ہے اور کبھی اس ضرر رسانی کا اکراہ اور رنج طبع کو معلوم ہوتا ہے اور باوجود اسکی۔ قوت شہوت کے ارتکاب اُس مکروہ کا کرتی ہے اِمّا شریر جو دیدہ و دانستہ ضرر رسانی غیر کی از روئے اختیار کے کرے اور اُس سے لذت پائے مثل اُس شخص کے جو غمازی اور چغلی کسیکی ظالموں کے پاس اس نظر سے کرے کہ تا اسکے ذریعہ سے اُس شخص کی نعمتوںکا زوال ہوجائے بغیر اسباب کے جو اسکی ذات کو بھی اس سے کچھ نفع ہو لیکن اُسکو اُس شخص کے تکلیف پہونچنے سے لذت حاصل ہوتی ہے بباعث تعلقی حسد وغیرہ کے۔ اِمّا خطا جب سبب ہو واسطے ضرر رسانی غیر کے وہ اضرار قصداً و اختیاراً نہیں ہوتا اور نہ اُسمیں کسیطرح کی لذت مقصود ہوتی ہے بلکہ قصد اور فعل کا ہوتا ہے اور وہ فعل موجب ہوجاتاہے ضرر غیر کا مثل زخم اُس

تیر کے جو کسی شخص کے بدن پر از روئے قصد کے نہ عارض ہو۔ البتہ غم اور اندوہ تابع اسحالت کے ہوتا ہے الا شقا موجب ایسے فعل کا ہوتا ہے جو اُسکا آسیب ذات اُس شخص سے خارج ہوتا ہے اور اُسمیں اُسکا اختیار اور قصد نہیں ہوتا جیسا کہ صدمہ گھوڑے نا ریاضت یافتہ کا جو اُسپر کوئی شخص سوار ہو کسیکو پہنچے جو اُس شخص کی اُسکے ساتھ دلبستگی ہو اور اُسکو ہلاک کر دے ایسا شخص بے گناہ اور جائے رحم ہوتا ہے اور اس معاملہ میں لایق ملامت کرنے کے متصور نہیں الا وہ شخص جو بباعث مستی یا غصہ یا غیرت کے کسی قبیح امر پر ارتکاب کرے وہ لایق عتاب اور عقوبت کے ہے کیونکہ جو اصل باعث اُس فعل کا ہے یعنی مُسکر چیز کا کھانا اور قوت غضبی اور شہوی کی اطاعت کرنی جو صدور قبائح کا اُسکی متابعت سے لازم ہے اُسکے اختیار اور ارادہ سے ہوا ہے۔ یہ ہے تشریح عدالت اور موجبات اُسکے کی اقسام اور افعال اُسکے اب میں بیان کرتا ہوں۔ حکیم اول یعنی ارسطاطالیس نے عدالت کو تین قسم پر منقسم کیا ہے اول ادا کرنا حقوق الٰہی کا جو بخشنے والا نیکیوں اور بزرگیوں کا ہے بلکہ سبب وجود ہر نعمت کا جو تابع وجود کے ہے اُسی کی ذات پاک ہے اُسپر آدمیوں کو قیام کرنا چاہئے اور عدالت کا یہ مقتضا ہے جو بندہ حسب مقدور اور طاقت اپنی کے جو امور اُسکے اور معبود اُسکے کے درمیان ہیں اُنہیں افضل اور عمدہ طریقہ بجالانے کا عمل میں لائے اور رعایت کرنی شرائط اُن کی میں نہایت جہد اور کوشش کرے۔ دوم حقوق انسانوں سے اور تعظیم روسا کی اور ادا کرنا امانتوں کا اور انصاف کرنا معاملات میں۔ انمیں آدمیونکو قیام کرنا چاہئے۔ سوم ادا کرنا حقوق گذشتگاں کا مانند قرضہ ادا کرنے کے اور وصایا اُنکی پر تعمیل کرنی وغیرہ مثل اسکے۔ انپر قیام کرنا چاہئے اس مقام تک معنے کلام ارسطاطالیس کے ہیں۔ اور وجوب ادائے حقوق الٰہی میں تحقیق اسطرح پر ہے جب شرط عدالت کی لین دین کے معاملات وغیرہ امور میں ظاہر کرنی چاہئے تو پس چاہئے کہ مقابلہ اُن نعمتوں کے جو عطیات خالق کریم عز اسمہ اور نعمائے نا متناہی ذات پاک اُسکی سے ہمکو نصیب ہوتی ہیں اور حق اُنکا ہمارے پر ثابت ہے کسیطرح طاقت اپنی ادا کرنے اُن حقوق میں صرف کریں کیونکہ اگر کوئی شخص تھوڑا سا انعام کسی سے پاوے اور بدلہ اُسکا نکرے تو وہ شخص تقصیر جور سے نسبت کیا جاتا ہے پس اگر نعمتہائے بیشمار اور عطیات بے انداز

سے مخصوص ہو اور پھر متواتر و متوالی لحظ بلحظ نعمتہائے حال کی اُسپر مدد حاصل ہوتی رہے تو کسطرح سے مقابلہ اُن نعمتوں میں خیال کے ساتھ شکر گذاری کرنی یا بجا آوری احکام اُسکے سے کسی حق پر قائم ہونیمیں مشغول ہو بلکہ سیرت عدالت کی اسباب کا تقاضا کرتی ہے کہ اپنی کوشش اور سعی معاوضہ اور مبادلہ نعمتوں میں مصروف رکھے اور اسباب میں سستی اور کاہلی کو نا روا سمجھے کیونکہ اگر مثلاً کوئی بادشاہ عالم فاضل ہو جو اُسکے انتظام میں سیاست سے تمام ملک اور رستوں میں امن وامان اور آبادی ہو اور تمام اطراف اور آفاق میں عدل اُسکا ظاہر اور مشہور ہو اور لوگونکی عزت اور حرمت کی نگہبانی میں اور ممانعت ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے اور اسباب مصلحت معاش اور معاد خلائق کی اشاعت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نکرے تا فیض اُسکا عموماً رعایا اور غریبوں پر بھی شامل ہو اور احسان اُسکا ہر ایک قوی اور ضعیف کے حق میں بھی خصوصاً جاری ہو اور استحقاق اسباب کا کہ ہر ایک باشندہ ملک اُسکے کو علٰحدہ علٰحدہ پاداش اور بدلہ حسنات اُسکی پر قیام رکھنا چاہئے جو سستی کرنی اُنہیں موجب متصف ہونیکا ہے صفت جور کے ساتھ اُسکو حاصل ہوجائے اگرچہ بسبب استغناء اُسکے کے کارگذاری رعایا سے پاداش اور بدلہ کرنا رعایا کے لوگوں کا بجز اسکے کہ اخلاص کے ساتھ دعا مانگیں اور اُسکی ثناء اور بزرگیوں کو مشہور کریں اور اُسکے احسانوں کا شکر بجا لائیں اور محبت صافی رکھیں اور اطاعت پر کمر بستہ رہیں کسیطرح کی ظاہر اور باطن میں مخالفت نکریں اور حتی المقدور اُسکی خدمت بجا لائیں اور تدبیر منزل اور ترتیب عیال اور خانہ داری میں پیروی اُسکی کریں کیونکہ نسبت لوگوں کی اپنے گھرونکے ساتھ مثل نسبت پادشاہ کی ہے ملک کے ساتھ اور کچھ نہیں ہوسکتا اور چشم پوشی اور روگردانی لوگوں کی ایسی مراسم کے ادا کرنے سے اور نا قایم ہونا اِن شرائط پر باوجود قدرت اور اختیار کے سوائے ظلم اور جور حقیقی اور منحرف ہونیکے طریق عدالت سے اور کچھ نہیں ہے کیونکہ لینا بغیر دینے کے انصاف سے خارج ہے۔ جسقدر فیض بخشی نعمتوں اور احسانوں کی زیادہ ہوگی جور جو مقابلہ اُسکے میں ہوگا وہ بھی زیادہ تر فاحش ہوگا کیونکہ ظلم فی ذاتہ اگرچہ قبیح ہے الّا بعض قسم بعض کی نسبت سے زیادہ تر قبیح ہوتے ہیں جیساکہ زائل کرنا ایک نعمت کا نسبت ازالہ نعمت دوسری کے اور انکار کرنا ایک حق کا دوسرے حق کے انکار کی نسبت

سے بدتر ہوتا ہے۔ جب قباحت قصور بدلہ اور پاداش حقوق سلاطین اور رؤسائے
کے از روئے شکر گذاری اور فرمانبرداری اور محبت اور سعی مصالح کے اس نوبت
تک معلوم ہے تو قیاس کرنا چاہیئے کہ بجا آوری حقوق ذات پاک اللہ تعالے
میں جو ہر ساعت بلکہ ہر لحظہ اسقدر نعمتیں اور بخششیں بیشمار فیض بخشی
اُسکی سے ہمارے نفس اور جسم پر فائز ہوتی ہیں جو انداز شمار اور بیان
سے افزوں ہے سستی اور تغافلی کرنی کسقدر مذموم اور شنیع ہوگی اگر پہلی
نعمت کا حال جو وجود ہمارا ہے بیان کریں تو اسکا بدلہ کچھ متصور نہیں اگر
ترکیب بنیاد بدن اور آراستگی صورتونکا حال کہا جائے تو مصنف کتاب تشریح
اور مولف کتاب منافع اعضاء نے زیادہ ایکہزار ورق سے بیان کرنے اُن
چیزونمیں جو وہم انسان وہاں تک پہنچ سکے سیاہ کیا ہے اور ہنوز ایک قطرہ
دریائے تعریف سے بیان نہیں ہوا اور اظہار ایک نکتہ کا جیساکہ چاہیئے
ظہور میں نہیں آیا اور اصل حقیقت ایک دقیقہ کی بھی اُسکی دریافت میں
نہیں آئی۔ اگر نفوس اور قوے اور ملکات اور ارواح اور جسقدر مدد فیض
عقل اور نور اور خوبی اور برکات اور خیرات ذات پاک الٰہی سے ہمارے نفس
پر عطا ہوتی ہیں اُنکو تشریح دینی چاہیں تو مجال اور طاقت اشارت کرنے کی
بھی اسباب میں ہمکو حاصل نہیں ہے زبان اور بیان اور فہم اور وہم کو حقایق
اور دقایق اُس ذات پاک کے تصرف کرنے میں بالکل ہم قاصر اور عاجز جانتے
ہیں۔ اگر نعمت بقائے ابدی اور ملک سرمدی اور قرب ذات پاک اُسکی کا حال
کہا جائے جو ہمکو رتبہ اور استحقاق تحصیل اِن نعمتونکا عطا فرمایا ہے تو بجز عجز
اور حیرت اور قصور کے کچھ حاصل نہیں ولعمری یاجہل ہذا النعم الا النعم یعنے قسم
ہے عمر اپنی کی کہ نہیں فراموش کرتا اِن نعمتونکو مگر چار پایہ اگرچہ اللہ تعالے
جل شانہ کوششوں ہماری سے بے نیاز ہے لیکن بہت اور نہایت سخت
بُری بات ہے جو ہم ادا کرنے حق اور بدل اُس کوشش سے کہ جسکے وسیلہ
سے عیب جور اور ظلم کا اپنی ذات سے دور کریں قاصر رہیں۔ حکیم ارسطاطالیس
نے اُس عبادت کے بیان میں جو بندوں کو اسپر قیام کرنا چاہیئے یوں کہا
ہے کہ لوگونکا اختلاف ہے اسبات میں کہ کس نوع کی عبادت الٰہی پر بندونکو
قیام کرنا چاہیئے بعضوں نے کہا ہے کہ ادائے نماز روزہ اور خدمت عبادت
گاہوں اور مسجدوں کے اور قربانیوں کے ذریعہ سے قرب حاصل کرنا چاہیئے

اور بعضونکا مقولہ ہے کہ اقرار ربوبیت اور احسان اور بزرگی اُسکی کا حتی الوسع کرنا
چاہیئے ۔ اور بعضونکی یہ رائے ہے کہ تحصیل قرب بارگاہ اُسکی کا احسان کرنے کے وسیلے
سے کرنا چاہیئے یا احسان کرنا اپنے نفس پر ساتھ تزکیہ اور پاک کرنے اُسکیکے اور
حُسن تربیت کے یا اپنے ابنائے جنس کے ساتھ مدارا اور حکمت اور نصیحت کے ہے
اور بعض کا مقولہ ہے کہ امور الٰہیات میں فکر اور تامل کرنا اور اُن باتوں میں
کوشش کرنی جو موجب مزید معرفت باریتعالی کی ہیں تا اُسکے ذریعہ سے معرفت
کے درجہ کمال کو پہونچے اور توحید اُسکی رتبہ تحقیق کو فائز ہو اور بعض کا قول
ہے کہ جو حق اللہ تعالےٰ کا خلقت پر واجب ہے وہ ایک چیز معین نہیں جو اُسکو
لازم پکڑا جائے بلکہ بموجب ہر ہر فرقہ کے اور حسب اختلاف آدمیوں کے پایہ
علمی میں مختلف طور پر ہے یہ مقولہ اس مقام تک حکایت الفاظ ارسطاطالیس
کی ہے جو نقل کی گئی ہے اور اُس سے غلبہ اور ترجیح کسی قول کا ان اقوال
سے پایا نہیں گیا اور گروہ حکمائے متاخرین کا یہ قول ہے کہ عبادت اللہ تعالے
کی تین قسموںمیں محدود ہے ۔ اول وہ جو بدن سے تعلق رکھتی ہے مثل نماز
روزہ اور کھڑے ہونا مقامات شریفہ میں بمراد دعا اور مناجات کے ۔ دوم وہ
جو روح کے ساتھ تعلق رکھتی ہے مثل اعتقادات صحیح کے مانند توحید اور بزرگی
اللہ تعالےٰ کے اور فکر کرنا کیفیت فیضرسانی وجود اور حکمت اُسکی کا جہان کے حال
پر وغیرہ مثل اسکے ۔ سوم ۔ وہ جو خلقت کی مشارکت سے اسپر واجب ہو مثل
انصاف کرنے کے معاملات اور امور کشتکاری اور نکاح کے امور میں اور اداء
کرنا امانتوں کا اور نصیحت کرنی اپنے اہلائے جنس کو اور جہاد کرنا دشمنان دین
کے ساتھ اور حمایت کرنی عزت کی اور اس جماعت حکماء سے جو اہل تحقیق کے
ساتھ نزدیک ہیں اُنکا یہ مقولہ کہ عبادت الٰہی تین چیزوں میں ہے اول اعتقاد
حق دوم قول صواب سوم عمل صالح اور تفصیل ان ہر ایک کی ہر زمانہ اور ہر وقت
میں بموجب مصلحت ہر وقت اور زمانہ کے مختلف طور پر ہوتی ہے جو انبیاء اور
علماء و مجتہد کہ وارث انبیا کے ہیں بیان کرتے ہیں اور عام خلقت پر واجب
ہے اطاعت اور فرمانبرداری اُنکی تا حکم الٰہی کی محافظت کرنے والے ہوں اور
جاننا چاہیئے کہ نوع انسانکو بارگاہ الٰہی کی قرب پیدا کرنے کے چار مقام ہیں ۔
مقام اول اہل یقین کا مقام ہے جنکو موقنان کہتے ہیں اور یہ مرتبہ حکمائے
بزرگ اور علمای کبار کا ہے ۔ مقام دوم اہل احسان کا مقام ہے کہ جنکو محسنان

کہتے ہیں اور یہ رتبہ اُن لوگونکا ہے جو باوجود کمال علم کے حلیہ عمل سے آراستہ
ہیں اور جن فضائل کو ہم ذکر کرچکے ہیں اُنسے موصوف ہیں۔ مقام سوم ابرار
کا مقام ہے اور یہ وہ جماعت ہے جو خلقت اور لوگونکی صلاح میں مصروف
ہیں اور سعی انکی کمال کرنے خلقت میں مبذول ہے۔ مقام چہارم اہل فوز
کا مقام ہے جنکو فائزان اور مخلصان کہتے ہیں اور نہایت اسدرجہ کا مقام منزل
اتحاد کی ہے سوائے اِن قسموں کے انسان کے لئے کوئی درجہ اور مقام قرب
الٰہی کا نہیں ہے اور حاصل ہونا استعداد اِن درجوں اور مقامونکا چار خصلت
کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ اوّل طلب میں حرص اور سعی کرنی۔ دوم تحصیل کرنا علم
حقیقی اور معرفت ہائے فرضی کا۔ سوم شرم رکھنی جہل اور نقصان طبیعت سے
جو نتیجہ سستی کا ہے۔ چہارم لازم پکڑنا تحصیل فضائل کا بموجب طاقت کے۔ اِن
اسباب کو اسباب اتصال حضرت حق تعالےٰ کا کہتے ہیں اِلّا اسباب انقطاع کے
قرب بارگاہ الٰہی سے جو لعنت عبارت اس سے وہ بھی چار ہیں اوّل وہ سقوط
اور افتادگی جو باعث رو گردانی کا ہو اور بمتابعت اسکے اہانت لازم آتی ہے
دوم وہ سقوط جو موجب حجاب کا ہو اور تنگی تابع اسکے ہے سوم وہ سقوط جو
موجب مردود ہونے کا ہو اور دشمنی تابع اسکی ہے۔ چہارم وہ سقوط جو باعث
خسارہ اور زیان یعنی دوری بارگاہ الٰہی کا ہو اور بغض تابع اسکے ہے اور اسباب
شقاوت کے جو موجب اِن جملہ اقسام انقطاع کا ہوتے ہیں وہ بھی چار ہیں اول سستی اور بیکاری
ضائع کرنا عمر کا تابع اسکی ہے۔ دوم جہل اور کند ذہن ہونا جو باعث ترک کرنے فکر اور ریاضت نفس کا
پیدا ہوتا ہے۔ سوم وہ بیشرمی جو سستی نفس اور فریب اور بیوفائی شہوت کے تقاضا سے پیدا ہوتی ہے
چہارم اُن رذائل کے استعمال پر راضی اور خوشنود ہوجانا جو کثرت استعمال قبایح
اور نا کرنے توبہ کے سبب سے مستلزم ہوجاتی ہیں۔ لعد قرآن مجید میں یہ
چاروں سبب ان الفاظ سے بیان ہیں زیغ۔ رین۔ غشاوہ۔ ختم۔ معانی اِن
چار لفظوں کے اِن چار سببوں کے معانی سے نزدیک ہیں۔ اور ہر ایک قسم
کے لئے اِن شقاوتوں سے علاج ہے جو بعد اسکے مجمل طور پر کیا جائیگا انشاءاللہ
تعالےٰ۔ یہ ہے قول حکمار کا عبادت الٰہی میں۔ اور حکیم افلاطون الٰہی کا مقولہ
ہے کہ جب فضیلت عدالت کی حاصل ہوجاتے تو انوار قوی اور لمعات نفیس
اسکی ذات میں درخشاں ہوتے ہیں کیونکہ عدالت جامع تمام فضیلتوں کے ہے پس نفس
عمدہ طریق اداے کرنے فعل خاص اپنے پر قادر ہوجاتا ہے۔ اور یہ حالت

نہایت کا درجہ قرب نفس انسانی کا ہے اللہ تعالےٰ کی ذات پاک سے اور نیز
حکیم موصوف کا بیان ہے کہ توسط عدالت کا مثل توسط دیگر فضائل کے نہیں
کیونکہ عدالت کی دونوں طرفوں میں جور ہے اور کسی فضیلت کی دونوں طرف
میں ایک رذیلت نہیں ہے۔ تشریح اسکی اسطرح پر ہے کہ زیادہ طلب کرنا حد وسط
سے وہ بھی جور ہے اور کم طلب کرنا بھی جور ہے کیونکہ جائر آدمی جو چیز نافع
ہے اپنی ذات کے لئے زیادہ طلب کرتا ہے اور دوسرے کیواسطے کم اور جو چیز
ضرر پہنچانے والی ہو وہ اپنی ذات کے لئے کم چاہتا ہے اور دوسروں کے لئے
زیادہ۔ جب عدالت مساوات کو کہتے ہیں اور دونوں طرفیں مساوات کی زیادتی
اور کمی ہے پس دو تو طرفیں عدالت کی جور ہوا اگرچہ ہر فضیلت کے لئے توسط
کی جہت سے اعتدال لازم ہے الّا عدالت عموماً شامل ہے تمام اعتدالات کو۔
اور عدالت ایک ہیئت نفسانی ہے جو اُسکی طفیل اہل عدالت سے پیروی اور
پابندی شریعت الٰہی کی صادر ہوتی ہے کیونکہ جملہ چیزوں کے اور اوضاع
اور اوساط کے تعین کرنیوالی شریعت الٰہی ہے پس اہل عدالت کی طبیعت میں کسی
طرح پر مخالفت اور ضدیت اہل شریعت الٰہی کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ تمامہ ہمت
اُسکی مددگاری اور موافقت اور متابعت اُسکی میں صرف ہوتی ہے کیونکہ طبع اُسکی مائل اور طالب مساوات
کی ہوتی ہے اور معرفت مساوات کی اہل شریعت سے حاصل کرتا ہے۔ اور اقل درجہ مساوات
کرنے کا دو شخصوں میں ہوتا ہے ایک چیز مشترک میں یا دو چیز میں پس نسبت
متصل اور منفصل کے ارکان مقرر اور معین ہوجاتے ہیں اور جاننا چاہئے
کہ یہ ہیئت نفسانی ایک ایسا امر ہے کہ نہ فعل ہے اور نہ معرفت ہے اور نہ
قوّت ہے کیونکہ فعل بغیر اس ہیئت کے بھی صادر ہوجاتے ہیں جیساکہ بیان
کیا گیا ہے کہ افعال عادلوں کے غیر عادلوں سے صادر ہوتے ہیں۔ اور قوت
اور معرفت کا تعلق ضدین کے ساتھ یکساں ہوجاتا ہے کیونکہ علم دونوں
ضدونکا اور قدرت دونوں ضدوں پر ایک ہی ہوتی ہے۔ الّا وہ ہیئت کہ
قابل ایک ضد کے ہوگی وہ غیر اُس ہیت کا ہوگی جو قابل ضد دیگر کے ہے
اور یہ مطلب تمام اقسام فضائل اور ملکات میں تصور کرنا چاہئے کیونکہ یہ امر علم
اخلاق کے اسرار دینی سے ہے۔ اور عدالت کو فضیلت حریت کے ساتھ
درباب معاملات اور لین دین کے امور میں اشتراک ہے کیونکہ عدالت بموجب
شرائط مذکور کے تحصیل* کرنے مال میں بکار آتی ہے اور حریت اُنہیں شرائط

سکے ... ساتھ خرچ کرنے میں بکار آتی ہے اور تحصیل لینا مال کا ہے پر
یہ انفعال سے نزدیک تر ہے اور خرچ کرنا دینا مال کا ہے یہ فعل سے قریب
تر ہے۔ اسی سبب سے لوگ حر کو عادل سے زیادہ دوست رکھتے ہیں باوجود
اسبات کے کہ تعلق انتظام جہان کا عدالت کے ساتھ حریت کی نسبت سے
زیادہ ہے کیونکہ خاصیت فضیلت کی فعل خیر ہے نہ ترک شر اور خاصیت محبت
آدمیوں کی تعریف کرنی لوگوں کی ہے فیض رسانی کے سبب سے اور نہ جمع کرنے
مال کے سبب سے۔ اور حر آدمی جمع کرنا مال کا جمعیت دولت کی نظر سے
نہیں کرتا بلکہ بمراد صرف کرنے کے کرتا ہے اور ظاہرا درویش صورت نظر
آتا ہے۔ کیونکہ نہایت کوشش اُسکی کسب مال میں پسندیدہ طریقوں سے ہوتی
ہے اور وہ کسب مال میں تغافلی اور سستی نہیں کرتا کیونکہ تعلق اور توسل
اُسکا اپنی فضیلت کے ساتھ مال کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور ضائع کرنے مال
یا فضول خرچی کرنے اور یا بخل اور امساک بیجا سے محترز ہوتا ہے۔ پس جو حر
ہوگا عادل ہوگا الا جو عادل ہے وہ حر نہیں ہوتا۔ اس مقام پر ایک اعتراض
بیان کرتے ہیں اور اُسکا جواب بھی دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب عدالت ایک امر
اختیاری ہے جو واسطے تحصیل فضیلت اور پیدا کرنے استحقاق تعریف اور ثنا
کے حاصل کرتے ہیں تو چاہیئے کہ جور جو ضد اُسکی ہے وہ بھی امر اختیاری ہو
کہ واسطے تحصیل رذیلت اور پیدا کرنے استحقاق مذمت کے حاصل کریں اور عاقل
اور دانشمند سے آدمی کا رذیلت اور مذمت کو اختیار کرنا بعید از عقل ہے پس چاہیئے
کہ وجود جور کا محال ہو۔ اسکے جواب میں بیان کیا ہے کہ جو کوئی ایسے فعل پر ارتکاب
کرتا ہے جو موجب ضرر کا ہو تو وہ شخص اپنے نفس کا ظالم ہے کیونکہ باوجود قدرت
اسبات کے جو اپنے نفس کو نفع پہنچاوے پھر جو اُسنے فعل مضر اختیار کیا ہے
تو مصلحت اور مشاورت عقل کو ترک کردیا ہے۔ اور اُستاد شیخ ابوعلی رحمتہ اللہ علیہ
نے جواب اِس اعتراض کا اس سے بہتر دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب انسان کی
ذات میں مختلف قوتیں ہیں تو ممکن ہے جو بعض اُنمیں سے موجب ایسے فعل
کا ہوں جو وہ فعل مخالف تقاضائے دوسری قوت کا ہو جیسا کہ اہل غضب یا
صاحب شہوت یا وہ کوئی جو مستی کیحالت میں لڑائی سے پیش آوے ایسے افعال
بعید از عقل اختیار کرتا ہے جو بعد رفع ہونے اُن حالات کے خود پشیمان اور نادم
ہوتا ہے اور سبب صدور اِن افعال کا یہ ہوتا ہے کہ ایک حالت میں جو اسکی

قوت کا غلبہ ہو جو موجب اُس فعل کی ہے تو وہ فعل اُسکو نیک نظر آتا ہے
اور جب اُس قوت نے عقل کو بھی مثل خادم کے تصور کیا ہوا ہوتا ہے تو عقل
کو اُسحالت میں مجال اعتراض کی نہیں ہوتی جب تیزی اور غلبہ اُس قوت
کا فرو ہوجاتا ہے تو اُسوقت قباحت اور فساد اُس فعل کا ظاہر ہوتا ہے۔ الّا
وہ لوگ جو سعادت فضیلت سے موصوف ہیں انکی عقل کسی وقت میں مغلوب
نہیں ہوتی فعل جمیل کا صادر ہونا انکی طبائع پر ملکہ ہوجاتا ہے۔ ایک اور اعتراض
پہلے اعتراض سے مشکل تر بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ تفضل محمود ہے
اور عدالت میں داخل نہیں کیونکہ عدالت مساوات کو کہتے ہیں اور تفضل زیادتی
کو اور ہم بیان کرچکے ہیں کہ عدالت جامع تمام فضیلتوں کی ہے اور اُسکے لئے
مرتبہ وسط کا ہے پس جیساکہ کمی اور نقصان حد وسط سے مذموم ہے ویسا ہی
زیادتی مذموم ہے پس تفضل مذموم ہوا اور یہ خلاف مفروض کا ہے۔ جواب اسکا
اسطرح پر ہے کہ تفضل احتیاط ہے عدالت میں تا ظہور نقصان سے ایمنی اور
دلجمعی حاصل ہوجائے اور متوسط ہونا فضائل کا ایک طریق پر نہیں ہوتا کیونکہ سخاوت
باوجود اسکے کہ وسط ہے درمیان اسراف اور بخل کے زیادتی کرنی اس میں
احتیاط میں داخل ہے کمی کرنے کی نسبت سے۔ اور عفت باوجود وسط ہونے
کے شرہ اور خمود کے درمیان کمی کرنی اسمیں قرین احتیاط ہے زیادتی کی نسبت
سے۔ اور وجود تفضل کا ظہور میں نہیں آتا الّا بعد رعایت اور کمال شرائط عدالت
کے کہ پہلے جو چیزیں ضروری اور واجب تھیں وہ ادائے کرلی ہیں۔ پھر احتیاطاً
زیادتی کو بھی اسکے ساتھ اضافہ کیا جائے۔ اور اگر مثلاً تمام مال کسی غیر مستحق
کو دیا جائے اور مستحق کو محروم چھوڑا جائے تو اسکو متفضل نہیں کہا جائیگا بلکہ مبذر
کہیں گے یعنی "فضول خرچ" کیونکہ حد عدالت کو چھوڑ دیا ہے۔ پس معلوم ہوا
کہ تفضل زیادتی عدالت کی ہے اور متفضل عادل با احتیاط ہے عدالت میں
اور خصلت اُسکی وہ ہے کہ نافع چیز میں اپنا حصہ کم کرے اور دوسروں کو زیادہ
دے اور مضر چیز میں اپنا حصہ زیادہ کرے دوسرونکی نسبت سے برعکس جور
کے اور معلوم ہوا کہ تفضل عدالت کی نسبت سے شریف تر ہے اس نظر
سے کہ اس میں عدالت کا مبالغہ ہے نہ اُس جہت سے کہ حد عدالت سے خارج
ہے۔ اور اشارت صاحب شریعت کی عدالت کی طرف اشارت کلی ہے نہ جزوی
کیونکہ عدالت جو معنے اسکے مساوات ہے کبھی جوہر میں ہوتی ہے اور کبھی کم میں

اور کبھی کیف ہیں اور اسیطرح دیگر مقولات میں بیان اسکا اسطرحپر ہے کہ پانی اور ہوا باہم برابر ہیں کیفیت میں۔ کمیت میں برابر نہیں کیونکہ اگر کمیت میں برابر ہوتے تو وزن ان دونوں کا برابر ہوتا اور کیفیت میں ایک کا دوسرے پر غلبہ ہوجاتا پس جسکی کیفیت زیادہ ہوتی وہ کم کیفیت والے پر غالب ہوجاتا اور کم کیفیت والا فاسد ہوجاتا۔ اور ایسا ہی آگ اور ہوا میں اگر کیفیت کی روسے ان میں برابری نہوتی اور ایک دوسرے کو فانی اور فاسد کرسکتا تو جہان تھوڑی مدت میں نیست اور نابود ہوجاتا اِلّا اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے ایسا مقرر فرما دیا ہے کہ چاروں عنصر قوت اور کیفیت میں برابر اور مساوی ہیں تا ایک دوسرے کو فنا نکرسکے لیکن وہ جزو جو طرف میں واقع ہوگی اُس پر اگر جزو عنصر دیگر کی محیط ہوجائیگی تو اُسکو فانی کردیگی تا اُس سے کسی نوع کی حکمت پیدا ہو اور ان معنی کی طرف ہے اشارہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس کلام سے جو فرمایا ہے بالعدل قامت السموات والارض یعنے عدل سے قائم ہیں آسمان اور زمین غرض یہ ہے کہ شریعت الٰہی کا حکم واسطے عدالت کُلی کے ہے تا حصت الٰہی کی پیروی حاصل ہو اور تفضل کلی کے واسطے حکم نہیں ہے کہ تفضل کُلی نامحدود ہے اور عدالت محدود ہے کیونکہ مساوات کی حد مقرر ہوتی ہے اور زیادتی کی کوئی حد نہیں بلکہ عدالت کو کمال احتیاط سے عمل میں لانیکا حکم فرماتی ہے اور ایسی پر ترغیب اور تحریص کرتی ہے کیونکہ تفضل عام کل امور میں شامل نہیں ہوسکتا جیساکہ عدالت عام اور شامل ہوتی ہے۔ اور وہ جو ہمنے بیان کیا ہے کہ تفضل احتیاط اور مبالغہ ہے عدالت میں وہ قول بھی عام نہیں کیونکہ یہ احتیاط عادل کے واسطے سوائے اپنے نفیبہ اور حصہ کے نہیں ہوسکتا مثلاً اگر حاکم ہوگا درمیان دو متخاصمین کے کسی کی نسبت تفضل نہیں کرسکتا بجز عدالت محض اور مساوات مطلق کے اگر کچھ کمی بیشی کریگا تو قبیح ہوگی اور وہ جو ہمنے بیان کیا کہ عدالت ایک ہیئت نفسانی ہے یہ قول ہمارا مخالف اور منافی اس قول کا نہیں ہے کہ عدالت ایک فضیلت نفسانی ہے کیونکہ اُس ہیئت نفسانی کو تین وجہ پر اعتبار کرتے ہیں۔ اول باعتبار ذات ہیئت کے۔ دوم باعتبار اہل اثر ہیئت کے۔ سوم باعتبار اُس شخص کے اُس ہیئت میں اُسکے ساتھ معاملہ پڑے پہلے اعتبار سے اُسکو ملکہ نفسانی کہتے ہیں اور دوسرے اعتبار سے فضیلت نفسانی اور تیسرے اعتبار سے عدالت۔ جملہ اقسام اخلاق اور ملکات ہیں

یہی اعتبارات ملحوظ رکھنے چاہئیں۔ اور مرد عاقل پر واجب ہے عدالت
کلی کا استعمال کرنا اِس وجہ پر کہ اول خاص اپنی ذات میں استعمال کرے اور
وہ معتدل کرنا قوائے اور کامل کرنا ملکات نفسانی کا ہے جیسا کہ ہمنے پہلے بیان
کیا ہے کیونکہ اگر عدالت سے اپنی قوتونکی تعدیل اور درستی نہ کریگا تو شہوت
اُسکو برانگیختہ کریگی کسی ایسے امر پر جو مرغوب طبع اُسکی ہے اور غضب کسی
دوسرے امر مخالف اُسکے پر آمادہ کریگا تا مختلف خواہشوں کے تقاضاے سے
بہت قسم کے مرغوبات اور کراہات کا طالب ہوگا اور اضطراب اور انقلاب
اِن حالات اور کشمکش مختلف قوتوں کے باعث سے شر اور ضرر پیدا ہوگا
اور ویساہی حال ہے اُس جگہ پر کہ جہاں ایک جماعت کثیر آدمیوں کی ہو
بغیر ایسے افسر اور رئیس زبردست کے کہ اُنکو منتظم طور پر رکھے اور اتحاد
اور وحدت کے ذریعہ سے جو ظل الٰہی ہے اُنکو ثبات اور قیام بخشے۔ اور
ارسطاطالیس نے اُس شخص کو کہ جسکا حال کشمکش قواے سے ایسا غیر منتظم
ہو اُس شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جسکو دو جانب سے ایسا کھینچیں
جو دو ٹکڑے ہوجائے یا بہت طرفوں سے کھینچا جائے تا پارہ پارہ ہوجاے
لیکن جب قوت تمیز کو جو خلیفہ الٰہی ہے ذات انسانی میں حاکم جملہ قواے
کا بنایا جائے تا وہ اعتدال اور مساوات کی شرائط کو نگاہ رکھے تو ہر ایک
حق پر فائز ہوجائے اور بے انتظامی جو کثرت کا نتیجہ ہے دور ہوجائے پس
جب اس طریق پر نفس کی تعدیل اور درستی سے فارغ ہوجائے تو واجب ہے
تعدیل اور درستی دوستوں اور عیال اقربا کی اسی طریق پر بعد اسکے غیر اجنبی
آدمیونکی تعدیل واجب ہے اور اس سے بعد حیوانات کی تعدیل کرنی چاہئے
تا شرف اس شخص کا ابنائے جنس پر ظاہر ہوجائے اور عدالت اُسکی کمال
کے درجہ کو پہنچے اور ایسا شخص جسکی عدالت اس غایت تک پہنچے وہ ولی اور
خلیفہ خدا تعالےٰ کا اور بہترین خلقت کا ہوتا ہے اور مقابلہ اسکے میں تمام
مخلوق سے بدتر وہ شخص ہے جو اول اپنی ذات پر ظلم کرے اور بعد اُسکے
دوستاں اور متعلقاں اپنے پر اور بعد اسکے باقی تمام آدمیوں پر اور تمام
حیوانات پر فروگذاشت کرنی سیاستوں کے سبب سے کیونکہ تعلق علم کا دونوں
حدوں سے ایک ہی ہوتا ہے پس بہترین انسانوں کا مرد عادل اور بدترین
ظالم ہے۔ اور ایک جماعت حکماء کا مقولہ ہے کہ قوام موجودات کا اور انتظام جہاں کا

محبت کے ساتھ ہے اور تردد آدمیوں کا واسطے حاصل کرنے فضیلت عدالت کے
لسبب مفقود ہونے شرف محبت کے ہے کیونکہ اگر اہل معاملات ایک دوسرے کی
محبت سے موصوف ہوویں تو آپہیں ہی انصاف ایک دوسرے کا دیویں اور
مخالفت مرتفع ہوجائے اور انتظام ظہور میں آوے جب یہ بحث حکمت
مدنی اور منزل سے متعلق ہے تو تشریح کرنی امر محبت میں توقف اولے ہے
واللہ اعلم بالصواب ؛

آٹھویں فصل ترتیب حاصل کرنے فضائل اور مراتب سعادت میں

علوم حکمت میں مقرر ہے کہ اسباب اقسام اُن حرکات کے جو موجب تحصیل
انواع کمالات کا ہیں ایک اِن دو چیزوں میں سے ہوگا یا طبیعت یا صناعت
الا طبیعت کا مبادی ہونا مثل مبداء تحریک نطفہ کے ہے اکثر مراتب تغیرات
اور ہیئت سے استحالات میں - اس حد تک کہ وہ نطفہ کمال حیوانی پر فایز
ہوجاوے - الا صناعت کا مبادی ہونا مثل مبدار تحریک چوب کے ہے آلات
کے ذریعہ سے اُس پایہ تک جو کمال تختہ ہونے کو پہنچ جائے - اور طبیعت
مقدم ہے اوپر صناعت کے ہم وجود میں اور ہم رتبہ میں کیونکہ صدور اُسکا
محض حکمت الٰہی سے ہے اور صدور صناعت کا جستجوئے اور ارادہ انسانی
سے ہے امور طبیعی کی مدد اور اشتراک سے - پس طبیعت منزلہ معلم اور
اُستاد کے ہے اور صناعت مثل متعلم اور شاگرد کے جب کمال ہر چیز کا منحصر
ہے اوپر پیدا ہونے مشابہت صناعت کے طبیعت کے ساتھ - اور مشابہت
اُسکی طبیعت کے ساتھ اسطرح پر ہوتی ہے کہ اسباب کی تقدیم اور تاخیر
میں اور ہر چیز کو اپنے محل اور موقع پر رکھنے میں اور ہر امر کی ترتیب نگاہ
رکھنے میں پیروی طبیعت کی کرے تا وہ کمال جو قدرت الٰہی سے طبیعت
کو بطریق تسخیر کے دیا گیا ہے صناعت سے بطریق تدبیر کے ظہور میں آوے
اور باوجود اسکے جو فضیلت کہ لازمہ صناعت کا ہے اور وہ حاصل کرنا کمال
... کا ہے اپنے ارادہ اور فکر سے کمال طبیعت کے ساتھ مقارن ہوجائے
مثلاً جب انسان انڈے جانوروں کو کسی ایسی گرم جگہ میں رکھے جو گرمی
اُسکے مطابق گرمی سینہ جانوروں کے ہو تو جو کمال یعنے برآمدگی چوزوں

اور بچوں کی جو طبیعت کے ذریعہ سے متوقع تھی وہ اس تدبیر سے ظاہر ہوجائیگی اور اسکے ساتھ ایک اَور فضیلت جو وہ یکبارگی پیدا ہونا بہت مرغوں کا ہے مقارن ہوجائیگی کیونکہ اسقدر مرغوں کا ایک دفعہ پیدا ہونا جانور کی سعی سے شکل ہے - بعد اظہار اِس مقدمہ کے میں بیان کرتا ہوں کہ جب تہذیب اخلاق اور تحصیل فضائل کہ جبلی معرفت اور علم حاصل کرنے کے لئے ہم ساعی ہیں ایک امر صناعی ہے تو اسباب میں طبیعت کی پیروی کرنی لازم ہے اور وہ اِس طرح پر ہوسکتی ہے کہ ہم تامل اور فکر کریں کہ ترتیب وجود اور ملکات اور قوتوں کی اصل پیدایش میں کس روش اور طریق پر ہے پس تہذیب اخلاق میں بھی وہ ہی طریق ملحوظ رکھیں اور ظاہر ہے کہ سب سے پہلے بچوں کی طبع میں قوت طلب غذا کی پیدا ہوتی ہے اور غذا کے حاصل کرنے میں کوشش کرتے ہیں کیونکہ لڑکا جب شکم مادر سے جدا ہوتا ہے بلا تعلیم سابقہ کے پستانوں سے شیر طلب کرتا ہے جب قوت اُسکی زیادہ ہوتی ہے تو آواز کرنے اور رونے سے غذا طلب کرتا ہے اور جب قوت خیال اُسکے کی محافظت صورتوں پر قادر ہوتی ہے تو جو صورتیں حواسوں کے ذریعہ سے حاصل کی ہوئی ہیں اُنکا مطالبہ کرتا ہے مثل صورت مادر وغیرہ کے بعد اسکے قوت غضبی اُس میں ظاہر ہوتی ہے اور موذی چیزوں سے احتراز کرتا ہے اور جو امر نافع چیز کے وصول ہونے سے مانع ہوتا ہے اسکے ساتھ مقاومت اور کوشش شروع کرتا ہے پس اگر انتہا انتقام اور دفع اُسکا کرسکے تو تنہا اسپر قیام کرتا ہے ورنہ فریاد اور رونے سے استغاثہ کرتا ہے اور اپنی ماں اور دایہ سے اسباب میں استعانت چاہتا ہے اور بعد اسکے وہ قوتیں اور شوق جو موجب تحریک آلات کے ہیں زیادہ ہوتے ہیں تا اثر خاصہ نفس کا جو وہ قوت تمیز ہے ظاہر ہوتا ہے اور ابتدائی علامت ظہور اُسکے کی ظاہر ہونا قوت حیا کا ہے اور یہ دلیل ہے اوپر دریافت امور نیک اور بد کے پس یہ قوت بھی روز بروز ترقی پر ہوتی جاتی ہے اور ہر ایک اِن قوتوں سے جب اُس کمال پر جو اُسکے وجود کے واسطے ممکن ہے نہایت ہوجاوے تو کوشش کرتا ہے رعایت کرنی اُس کمال کی اپنی نوع میں جسطرح سے جو ہوسکے - الّا پہلی قوت جو سبب حاصل کرنے مرغوب چیز کا ہے اور واسطے پرورش وجود کے مقرر ہے جب اُس شخص کو غذا اور نمو کے ذریعہ سے اُس کمال کے نزدیک پہنچا دیوے کہ جسکی طرف توجہ اُسکی ہے تو پھر وہ قوت برانگیختہ ہوتی ہے اور پر سعی کرنے بقائے نوع کے پس شہوت نکاح کی اور

شوق تناسل کا اُسکے وجود میں پیدا ہوتا ہے۔ الّا دوسری قوت جو دافع دشمن
کی ہے جب محافظت اپنے وجود پر قادر ہوجاتی ہے تو اپنی نوع کی محافظت
کے لیئے اقدام کرتی ہے پس شوق بڑے بڑے منصبوں اور بزرگیوں اور ریاستوں
کا ظاہر ہوتا ہے۔ الّا تیسری قوت جو سبب ادراک اور تمیز کا ہے جب اشخاص
اور جزویات کے ادراک پر مہارت حاصل کرلیتی ہے تو واسطے دریافت انواع اور
کلیات کے مشغول ہوتی ہے اور عقل کا اطلاق اسپر کیا جاتا ہے اسوقت انسانیت
بالفعل کا نام اسپر واقع ہوتا ہے اور جو کمال طبیعت کی تدبیر پر مفوض تھا وہ
تمام ہوجاتا ہے بعد اسکے نوبت تدبیر کی صناعت کے ذریعہ سے پہنچتی ہے تا اُس
انسانیت نے جو طبیعت کے وسیلہ سے وجود تام حاصل کیا ہے صناعت کے ذریعہ
سے بقاے حقیقی حاصل کرے۔ پس طالب فضیلت کو حاصل کرنے کمال کے لیئے کہ
جسکی طرف توجہ اسکی ہے اسی قانون کی پیروی کرنی چاہیئے اور قوتوں کی
تہذیب کے واسطے جو طریقہ اور ترتیب طبیعت سے آموختہ کیا ہے رعایت رکھنا
چاہیئے پہلے قوت شہوت کی تعدیل بعد اسکے قوت غضب کی پس تعدیل قوت
تمیز پر ختم کرنا چاہیئے۔ اگر ایسا اتفاق پڑا ہو جو لڑکپن کے دنوں میں موافق
قاعدہ حکمت کے اسنے تربیت اور پرورش پائی ہو جیساکہ بعد اسکے بیان کیا جائیگا
تو شکر نعمت اور احسان عظیم الٰہی کا ادا کرنا چاہیئے کیونکہ اکثر مشکلات اسکی
آسانی کے پایہ کو پہنچ گئی ہیں اور طریق تحصیل فضائل میں حرکت کرنی اسکو بہت
سہل ہوگئی ہے اور اگر ابتدا نشو و نما میں برعکس قاعدہ حکمت کے پرورش پائی ہو
تو آہستگی اور تدریج سے نفس کو عادات بد اور ملکات ناپسندیدہ سے جدا کرنا چاہیئے
اور قصور سختی سے مایوس نہ ہونا چاہیئے جو سستی اور فروگذاشت کرنی موجب بدبختی
ابدی کا ہے اور روز بروز تلافی مافات کی مشکل اور دشوار ہوتی جائیگی تاکہ درجہ
امتناع اور محال کو پہنچ جائیگا اور سوا افسوس اور تاسف کے کچھ حاصل ہوگا پناہ
بخش ہمکو اے اللہ تعالے بدی کینہ سے اور پہنچا ہمکو اُس چیز کے ساتھ جو
راضی ہووے تو اپنی رحمت سے۔ اور جاننا چاہیئے کہ اصل پیدائش میں کسی
شخص کو صاحب فضیلت کا نہیں پیدا کیا چنانچہ کوئی شخص کاتب یا نجار یا عالم
پیدا نہیں ہوتا اور ہم بیان کرچکے ہیں کہ فضیلت امور صناعی میں سے ہے
الّا یہ بات کثیرالوقوع ہے کہ اصل پیدائش میں بعض لوگ فضیلت کو آسانی
سے قبول کرتے ہیں اور استعداد اور قابلیت کی شرائط اُنکی طبائع میں زیادہ

تر ہوتی ہیں۔ اور جیساکہ طالب کتابت یا طالب تجارت کو ہنر حرفہ کی کثرت استعمال کرنی چاہیئے تا وہ ہیئت اور قاعدہ اُسکی طبیعت میں راسخ ہوجائے جسکے سبب سے فعل اُسکا اُسکی ذات سے عین مصلحت کے طریق پر صادر ہو اُسوقت اُسکو باعتبار اس ملکہ کے صانع اور کاریگر کہیں گے اور اُس حرفہ کے ساتھ اسکی نسبت ہوئیگی ویساہی طالب فضیلت کو اُن افعال پر کہ وہ فضیلت تقاضائے اُنکا کرتی ہے اقدام کرنا چاہیئے تا وہ ہیئت اور ملکہ اُسکی ذات میں پیدا ہوجائے جو صادر کرنے اُن افعال میں بوجہ کمال اُسکو قدرت ہوجائے۔ اُسوقت اس فضیلت کی صفت سے موصوف ہوگا۔ جیساکہ بیان کیاگیا ہے کہ صناعت میں پیروی طبیعت کی کرنی چاہیئے اور جملہ صناعات سے صناعت طب کی اس صناعت کے ساتھ مناسب تر ہے جیساکہ اس صناعت میں تہذیب اور تکمیل نفس کی مطلوب ہے ویساہی اُس میں تجوید اور تکمیل بدن کی مدنظر ہے۔ پس جوکہ اس صناعت میں پیروی طبیعت کی لازم ہے وہ مشابہہ اُس پیروی کے ہے جوکہ طب کی صناعت میں پیروی طبیعت کی ہے ؛؛

اسی سبب سے بعض حکما اِس صناعت کو طب روحانی کہتے ہے۔ جیساکہ علم طبابت کے دو جزو ہیں ایک وہ جو موجب محافظت صحت نفس کا ہو۔ دوم وہ جو باعث ازالہ مرض کا ہو۔ ویساہی اس علم کے بھی دو فن ہیں ایک وہ جو موجب محافظت فضیلت کا ہو اور دوم وہ جو مقتضی ازالہ رذیلت کا ہو اور ہم ہرایک فن کو کمال کوشش سے بیان کرینگے انشا اللہ تعالےٰ۔ پس اس مباحثہ سے معلوم ہوا کہ اول طالب فضیلت کو قوت شہوت کے حال سے بحث کرنی چاہیئے اور بعد اُسکے قوت غضبی کے حال سے اور نگاہ کرنی چاہیئے کہ آیا ہرایک قوت اصل پیدایش میں قانون اعتدال پر ہے یا منحرف ہے اعتدال سے اگر اعتدال پر ہے پس محافظت اُس اعتدال میں اور اسباب کے ملکہ پیدا کرنے میں کہ جو فعل نسبت اُس قوت کے نیک اور پسندیدہ ہے وہ اُس سے صادر ہو کوشش کرنی چاہیئے اور اگر اعتدال سے منحرف ہے تو پہلے اُس انحراف کو دور کرکے اعتدال حاصل کرنا چاہیئے بعد اُسکے تحصیل اُس ملکہ کے لیئے سعی کیجائے۔ جب اِن دونوں قوتوں کی تہذیب سے فراغت حاصل ہو تو تکمیل قوت نظری میں مصروف ہونا چاہیئے اور اُس میں ترتیب ملحوظ رکھی جاوے پہلے جو تعلیم علوم کی شروع ہو تو وہ

علم اور فن شروع کرانا چاہیئے جو ذہن اُسکے کو گمراہی اور ضلالت سے نگاہ رکھے اور طریق حاصل کرنے حقایق کی ہدایت کرے بعد اُسکے وہ فن شروع کرایا جاوے جو قوانین اُسکے میں وہم کو عقل کے ساتھ مدد ہو اور حیرانی اور پریشانی کو دخل نہوتا ذہن کو لذت یقین کی حاصل ہوجائے اور حق امر کے لازم پکڑنیکا ملکہ ہوجائے اور بعد اسکے دریافت کرنے اہیات موجودات اور کشف حقایق اور احوال اُسکے میں بحث کرنی چاہیئے اور ابتداء مبادی محسوسات سے ہوکر انتہا اس بحث کا معرفت مبادی موجودات پر کیا جائے۔ جب اس رتبہ پر فائز ہوچکے تو اِن تینوں قوتوں کی تہذیب سے فراغت یافتہ متصور ہوگا بعد اسکے محافظت عدالت کے قواعد میں سعی بلیغ کرنی چاہیئے اور افعال اور احوال اور معاملات کو موافق عدالت کے عمل میں لانا چاہیئے جب اِس وقیقہ کو بھی ادا کریگا تو انسان بالفعل ہوجائیگا اور استحقاق اطلاق حکمت اور فضیلت کا اُسکو حاصل ہوگا پس اگر چاہے کہ سعادت خارجی اور سعادت بدنی دونوں میں کوشش کرے تو نوراً علےٰ نور ہوجائیگا ورنہ اپنے ضروری کاموںکو انجام دیدیا ہے اُنکو معطل نہیں چھوڑا اور فضول باتوں میں اپنے اوقات صرف نہیں کیئے ؞

سعادت تین قسم پر ہے اول سعادت نفسانی دوم سعادت بدنی۔ سوم مدنی جو شہرت اور جمعیت آدمیوں سے تعلق رکھتی ہے۔ اما سعادت نفسانی وہ ہے کہ تشریح اُسکی بیان کی گئی ہے اور ترتیب مدارج اُسکے کی پانچ قسم پر ہے اول علم تہذیب اخلاق۔ دوم علم منطق۔ سوم علم ریاضی۔ چہارم علم طبعی پنجم علم آلہی۔ یعنے طریقہ تعلیم کا اسطرح پر مقرر کرنا چاہیئے تا نفع اُسکا دونوں جہان میں جلدی حاصل ہو۔ اما سعادت بدنی وہ علوم ہیں کہ انتظام حال بدن کے ساتھ تعلق اُنکا ہے مثل معالجات اور حفظ صحت اور علم تربیت کے جو مراد اُس سے علم طب کا ہے اور مثل علوم نجوم کے جو فائدہ علم استقبال کا بخشتا ہے۔ اما سعادت مدنی کے لیئے وہ علوم ہیں کہ انتظام حال ملت اور دولت اور امور معاش اور جمعیت سے تعلق رکھتے ہیں مثل علم فقہ اور عقائد اور حدیث اور تفسیر اور تصوف کے جو علوم شریعت کے ہیں اور علوم ظاہر مثل علم آدب اور علم بلاغت اور علم نجوم اور کتابت اور حساب اور مساحت اور استیفا وغیرہ مثل اسکے منفعت ہر ایک علم کی موافق قدر اور منزلت اُسکی کے ہے واللہ اعلم ؞

نانویں فصل محافظت صحت نفس میں جو وہ او پر حفظ فضائل کے منحصر ہے

جب نفس مجرد اور فاضل ہوجائے اور ادراک فضیلت اور تحصیل سعادت میں کامل ہو اور حاصل کرنے علوم حقیقی اور حقایق یقینی میں شایق ہو تو واجب ہے صاحب اُسکے پر کوشش کرنی اُن امور میں جو موجب محافظت اِن شرائط اور قائم رکھنے اِن حالات کا ہوں جیساکہ حفظ صحت بدن کے لئے طب میں یہ قاعدہ ہے کہ جو چیزیں موافق مزاج کے ہیں اُنکو استعمال میں لایا جاوے ویساہی محافظت نفس کے واسطے یہ قانون مقرر ہے کہ اُن لوگوں کی صحبت اور اختلاط اور ہم نشینی اختیار کیجائے جنکی خصلتیں اور اطوار اسکے ساتھ مشاکل اور مشارک ہیں کیونکہ کسی چیز کی تاثیر نفس کے حق میں تاثیر ہمصحبتی اور ہم نشینی سے زیادہ نہیں ہے اور ہمچنیں محبت اور ہمصحبتی اُن لوگوں سے پرہیز رکھنی چاہیئے جو اِن فضائل سے متحلیے اور آراستہ نہیں ہیں خصوصاً اختلاط ارباب شر اور نقصان سے مثل اُن لوگوں کے جو مسخراپن اور واہیات گفتگو کرنے میں مشہور ہیں یا وہ کہ ہمت اپنی استعمال قبائح شہوات اور تحصیل فواحش لذات میں مصروف رکھتے ہیں کیونکہ اس گروہ سے پرہیز کرنی حافظ صحت نفس کے لئے ایک امراہم اور واجب ہے۔ اور جیساکہ ہمصحبتی اُنکی سے پرہیز واجب ہے ویساہی اُنکی باتوں اور حکایات اور اخبار اور اشعار اور بیہودہ گوئی کے سُننے سے اور اُنکی مجالس اور محافل کے حاضر ہونے سے خصوصاً اُس حالت میں کہ رغبت اور میلان طبع کے ساتھ ہو پرہیز واجب ہے۔ کیونکہ ایک دفعہ ایسی مجلس کے حاضر ہونے یا اُنکی ایک بات عجیب یا شعر کے سُننے سے اس قدر کدورت اور خباثت نفس کو لاحق ہوجاتی ہے جو سوائے ایک زمانہ دراز اور بہت سے معالجات کے اُس کدورت کا رفع ہونا محال ہوتا ہے اور ایسا بہت ظہور میں آتا ہے کہ ایسے ایسے حالات سبب فساد اور خرابی بڑے بڑے فاضلوں اور موجب گمراہی عالمان اجل کا ہوجاتے ہیں تا بغیر اور جوان لوگوں کے برقرار رہنے کا کیا پایہ ہے اور سبب اسکا یہ ہے کہ لذات بدنی کی محبت اور راحات جسمانی کا شوق انسان کی طبع میں بسبب نقصانات جبلی اور فطرتی کے بخوبی ممکن ہے اگر لگام عقل کی اور قید حکمت

کی ہوتی تو بنی نوع انسان اِس بلا میں مبتلا ہوجاتے اور راست روی اہل
فضیلت اور قناعت ورزی نیک بختوں کی مقدار ضروری پر اجرا نہ پاتی
اور چاہیئے کہ اس امر کو بخوبی جان لے کہ الفت کرنی دوستان حقیقی اور
یاران موافق کے ساتھ اور باتیں اور خوش طبعی پسندیدہ کرنی جو موجب لذت
کا ہو جائز اور مباح ہے مگر اس شرط سے جو مقتضائے اُسکا عقل ہو نہ شہوت
اور اندازۂ وسط سے درجہ اسراف اور مرتبہ نقصان کو نہ پہنچے تا اُن امور
میں داخل نہو جنسے ہمنے احتراز کرنا بیان کیا ہے کیونکہ مثل دیگر اخلاق کے خوش
طبعی کی بھی دو طرفیں ہیں ایک درجہ افراط کا اور وہ صفت مسخرہ پنے
اور مادر پدر آزاد ہونے اور فسق سے موصوف ہے دوسرا مرتبہ تفریط کا
اور وہ درشت خوئی اور ترش روئی اور تند مزاجی سے معروف ہے اور
مرتبہ وسط کا جو شرائط اعتدال پر مشتمل ہے وہ شادمانی اور خوش زبانی اور
حُسن و تازہ سے موصوف اور مشہور ہے اور اطلاق خوش طبعی کا اہل اس رتبہ
پر منحصر ہے۔ اور موجبات محافظت صحت نفس سے لازم پکڑنا شرائط اور وظائف
افعال جمیلہ اور نیک کا ہے ہم اقسام علوم اور نظریات سے اور ہم انواع
عملیات سے۔ اور پر ایسے وجہ کے جو ہر روز نفس کو وفا کرنے ذمہ واری ہر ایک
وظیفہ میں مواخذہ کرے اور سستی اور فروگذاشت اُسکی کو کسی وجہ پر جائز نرکھے
اور یہ امر بمنزلہ ریاضت بدنی کے ہیں طب جسمانی میں جسقدر اطباء نفس
نے تعظیم اور تکریم کرنے اس ریاضت نفسانی میں مبالغہ کیا ہے وہ اُس مبالغہ
سے جو تعظیم ریاضت بدنی کے لئے اطباء بدنی نے کیا ہے زیادہ تر ہے۔ کیونکہ
نفس جب ریاضت نظر سے بیکار ہوجائے اور فکر کرنے حقایق اور خوض کرنے
معانی سے روگردانی کرے تو کند اور بے جودت ہوجاتا ہے اور فیضان حیات
عالم قدس کا اُسکے حال سے منقطع ہوجاتا ہے۔ جب عمل سے بیکار رہا اور
سستی سے الفت پکڑی تو قرین ہلاکت ہوجائیگا کیونکہ یہ بیکاری اور سُستی
اُسکو انسانیت سے خارج کر دیتی ہے چار پایوں کے مرتبہ پر رجوع کرنا اور
حقیقی نگونسار ہونا یہی ہے نعوذ باللہ منہ۔ الّا جب طالب نو آموز امور فکری
اور فضائل چارگانہ میں ریاضت کرنی شروع کرے تو راستی سے اُسکو اُلفت
ہوجاتی ہے اور محنت فکر اور نظر کی اُسکو گراں نہیں معلوم ہوتی راستی
دوست ہوجاتا ہے جھوٹ اور باطل سے طبع اُسکی متنفر ہوتی ہے تا جب کمال

کے درجہ کو نزدیک ہوجائے اور مطالعہ کرنے کتب حکمت میں باریک بینی سے مشغول ہو اور تمام اسرار اور راز اور وقایق اُس علم پہ حاوی ہوجاسے تو نہایت کے درجہ پر پہنچ جائیگا۔ اگر یہ طالب کمال علم اور فضل میں یگانۂ روزگار اور اپنے ہمسروں سے ممتاز ہوجائے چاہیئے کہ غرورت علمی اُسکو اپنے استعمال وظیفہ معتاد اور طلب زیادتی سے مانع نہو اور اپنے دل میں یہ بات مقرر کرلے کہ علم کی نہائت نہیں ہے بڑے سے بڑا عالم ہوتا ہے اور جو کچھ علم سے اُسپر ظاہر ہوتا ہے اُسکو تکرر دیکھنے اور مطالعہ کرنے سے غافل نہونا چاہیئے تکرار اور مباحثہ سے اُسکو ملکہ کرلے کہ بڑی آفت علم کے حق میں نسیان ہے اور مقولہ حضرت حسن بصری کا ہروقت یاد رکھے۔ اقدعوا ہٰذہ النفوس فانہا طلیقۃ وحادثوہا فانہا سریعۃ الدثور کہیچو ان نفسوں کو یعنے معطل نہ چھوڑو کہ تحقیق یہ ہرکام میں سبقت کرنیوالے ہیں اور کلام کرو یعنے یاد دلاؤ اُنکو تکرار سے کہ تحقیق یہ جلدی فراموش کرنے والے ہیں کیونکہ یہ کلمات باوجود قلت حرفوں اور نہائت فصاحت اور تمامی شرائط بلاغت کے بہت فواید پہ مشتمل ہیں۔ اور چاہیئے کہ حافظ صحت نفس کا اپنے دل میں یہ مقرر کرلے کہ میں بڑی بڑی نعمتیں شریف اور ذخیرہ ہاے عظیم اور دولت بیشمار کی حفاظت کررہا ہوں اور وہ شخص جو بغیر خرچ کرنے مال اور تحمل محنتوں اور مشقتوں کے ایسی نعمتوں پہ فائز ہوجائے اور پھر اُنکو روگردانی اور سستی اور تغافلی سے برباد کردے اور بالکل مُعرا اور خالی رہجائے تو فی الحقیقت بڑا زیانکار اور قابل ملامت کرنے کے ہوتا ہے اور بزرگی اور توفیق سے بے بہرہ اور محروم۔ حالانکہ وہ دیکھتا ہے کہ نعمتہائے عرضی اور دولت مجازی کے طالب کس طرح سے محنتیں اور مشقتیں اور سفر دور دراز اور جنگل اور بیابانہائے خوفناک سے گذرنا اور ہولناک دریاؤں سے عبور کرنا اور دیگر نہایت سخت بلاؤں میں کہ جن میں اندیشہ تلف ہوجانے جان کا ہو مثل خوف درندوں اور راہزنوں وغیرہ کے ان سب باتوں کو تحمل کرتے ہیں اور اکثر حالات میں باوجود اسقدر رنج اور تکلیف کھینچنے کے اُن نعمتوں سے نا اُمید اور محروم رہتے ہیں اور بہت ندامت اور حسرت میں کہ جو موجب ہلاکی کا ہو مبتلا ہوجاتے ہیں اور اگر کسی چیز پہ اپنے مطلوبات سے فائز ہوجاتے ہیں تو خوف زوال

اور انتقال اُسکے کا ہروقت لاحق ہے اُسکی قائمی اور بقاپر تسلی اور طمانیت نہیں
کیونکہ بنیاد اُسکی امور خارجی اور اسباب عرضی سے حاصل ہے اور خارجی امور حوادث
سے محفوظ نہیں ہوتے حوادث زمانہ کے اُسپر وارد ہوتے رہتے ہیں۔ خوف
اور اندیشہ اور سختی نفس کی جو مدت بقا اُسکے تک محافظت اُسکی میں نصیب
ہوتی ہے وہ حد شمار سے خارج ہے اگر طالب اس قسم کی نعمتوں کا بادشاہ
یا کوئی مقربان بارگاہ اُسکی سے ہو تو اُسکے حق میں یہ مکروہات اور سختیئں
دوچنداں ہوتی ہیں اور دشمنوں کی مزاحمت اور حاسدوں کے تنازعہ کیا نزدیک
اور کیا دور سے باوصف زیادہ ہونے حاجت کثرت مال اور ایحتاج کے جو اصلاح
ملازماں اور لشکر اور رعایت دوستاں اور دفع دشمناں کے واسطے ضروری ہے
یہ علاوہ اُسکے ہے۔ باوجود اِسکے حاصل کرنا ہیبت کا اعتراض اور عیب جوئی خویش
واقربا اور متعلقان سے جو اوپر خوشنود کرنے ایک کے ان میں سے انسان
قادر نہیں ہوتا تو ایک جماعت کے راضی کرنے پر قدرت ہونی ناممکن ہے۔
مصیبت علے السبیل تواتر اُسکے ساتھ پیوستہ ہے۔ جو اشخاص اسکے ساتھ بہت
پایہ خصوصیت کا رکھتے ہیں بلکہ عیال و اطفال اور خادماں سے وہ کلمات
اسکو سُننے پڑتے ہیں جو اُن کلمات کی سختی اور رنج اور برانگیختہ ہونے غصہ
سے اور نا ہونے قدرت اظہار اُنکی کے بموجب مصلحت کے موت کو آرزو سے
چاہتا ہے۔ باوصف اِن تمام سختیوں کے حسد اور تنازعہ دوستاں اور مددگاراں
اور فریب دشمنوں سے خوف جان کا ہے۔ جسقدر زیر دست لوگ اور لشکر
زیادہ ہوگا مصروفیت اسکے کاموں میں اور محافظت پرورش اور روزی کی زیادہ
تر ہوگی کیونکہ یہ قوم کسی مقدار گذارہ پر کفایت اور بس نہیں کرتی ہروقت
موجب افزونی فکر اور حیرت کا ہوتی ہے ایسا آدمی اگرچہ لوگوں کے تصور
میں تونگر اور بے احتیاج ہوتا ہے مگر فی الحقیقت سب سے زیادہ زیادہ ہوتا
ہے کیونکہ درویشی مراد احتیاج سے ہے اور احتیاج موافق خرچ کے ہوتی ہے
پس جس شخص کی حاجت پورا ہونے میں سامان دنیاوی زیادہ بکار ہو درویشی
اُسکی زیادہ ہوگی اور جسکی ضرورت تھوڑے سامان سے رفع ہوسکے گی تونگری
اُسکی زیادہ ہوگی اور اسی سبب سے سب غنیوں سے بڑا غنی اللہ تعالےٰ
ہے جو اُسکو کسی چیز اور کسی شخص کی طرف احتیاج نہیں اور بادشاہ تمام خلقت
سے مال اور دولت کے زیادہ تر محتاج ہیں پس سب خلقت سے زیادہ تر درویش

ہی لوگ ہیں۔ اور جناب حضرت امیرالمومنین ابوبکر صدیق اکبر نے خطبہ میں فرمایا
ہے کہ اشقی الناس فی الدنیا والآخرت الملوک یعنے تمام خلقت سے زیادہ تر بدبخت
دنیا اور عاقبت میں بادشاہ ہیں بعد اسکے بادشاہوں کی صفت میں بیان کیا
ہے کہ جو کوئی مرتبہ بادشاہی پہ فائز ہوتا ہے اللہ تعالیٰ رغبت اسکی اُس مال کی نسبت سے جو تصرف
میں ہے دور کردیتا ہے تا جو چیز جو لوگوں کے تصرف میں ہو اُس کے مطالبہ کی حرص اُن کے دل میں پیدا
ہوجاتی ہے اور انقطاع حیات اسکی کے لئے بہت سبب ہوتے ہیں اور خوف پیدا ہوتی
اُسپر غالب ہوجاتا ہے تھوڑی بات پر حسد کرتا ہے اور کثرت سے غصہ میں آجاتا
ہے اور سلامتی سے ملول اور دلگیر رہتا ہے اور اوراک لذتوں سے محروم نہ کسی
چیز کا اعتبار اور نہ کسی شخص پہ اعتماد کرتا ہے اور درم کیطرح جیسے برجبیں اور
کلہ کی مثل جائے فریب ظاہرا خوش اور باطن میں غمناک ہوتا ہے جب دولت
اسکی انجام کو پہنچتی ہے اور مادہ عمر کا منقطع ہوجاتا ہے تو اللہ تعالے موافق عدالت
کے اسکی نسبت مواخذہ حساب کا کرتا ہے اور امر بخشش میں تنگی ہوتی ہے۔
الا ان الملوک ہم المرحومون یعنے خبردار ہو کہ بادشاہ لوگ رو کئے گئے ہوتے ہیں
تا اس مقام تک فرمودہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے بیشک
بادشاہوں کے احوال بیان کرنے میں تیر عین نشانہ پر لگایا ہے۔ اُستاد
ابوعلی رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ بادشاہان عظیم الشان روزگار سے مینے عضد الدولہ
کو مشاہدہ کیا ہے جو اِن کلمات کو تکرار سے پڑھتا تھا اپنے حال کے ساتھ مطابق
ہونے مضمون اور معانی اِن کلمات سے تعجب کرتا تہا۔ وہ لوگ جو ظاہر احوال
بادشاہوں کا دیکھتے ہیں اور زینت اور مسند اور تخت اور سامان فرش اور
لباس اور غلام اور نوکر اور نواب اور لشکر اور دربان اور گھوڑے اور کوتل
اور دبدبہ اور حشمت انکی دیکھتے ہیں تو گمان کرتے ہیں کہ اس حشمت اور تجمل
سے انکو بہت خوشی اور عیش اور لذت بے نہایت ہوگی۔ قسم ہے مجھکو اپنی
عمر اور ذات اللہ تعالے کی بادشاہ ایسے حالات کی اثنار میں ناظرین کے اندیشوں
سے غافل ہوتے ہیں اور ضروری فکروں میں مثل تدبیر اور ترتیب اپنے کاموں
کے جو بعض کی اُن میں سے تشریح بیان کی گئی ہے مشغول ہوتے ہیں اگر
کوئی شخص چاہے تو اپنے حال مالکیت اور ملکیت کو اگرچہ قلیل ہو دلیل کرسکتا
ہے اوپر حال بادشاہ اور ملک اُسکے کے اگرچہ وہ کثیر ہوتا جو کچھ مینے بیان کیا ہے
تجربہ اور قیاس سے اُسپر واضح ہوجائے اور ممکن ہے کہ اگر کوئی شخص ناگاہ

کسی ریاست یا پایۂ سلطنت پر فائز ہوجائے ابتدا میں چند روز اُسکو لذت
حاصل رہتی ہے جب اُسکی آنکھوں میں وہ منزلت سما جاتی ہے بعد اُسکے مثل
دیگر امور طبعی کے اُسکو شمار میں لاتا ہے اور اُن چیزوں پر نظر اُسکی جا پڑتی ہے
جو قبضہ تصرف اُسکے سے خارج ہیں اُنکے حاصل کرنے کی حرص اُس کے دل میں
پیدا ہوجاتی ہے اگر بالفرض تمام دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اُسکو دیدیویں تو
بھی تمنا اور آرزو کسی اور عالم کے واسطے کرتا ہے یا ہمت اُسکی طلب بقای ابدی
اور ملک حقیقی کے لئے ترقی کریگی۔ اس حد تک کہ جملہ امور پادشاہی اور اسباب
جہانداری کے اُسکے اوپر وبال ہوجاتے ہیں الغرض کہ محافظت ملک کی اور
ضبط سلطنت کا نہایت سخت امر ہے بسبب اُن تغیرات کے جو امور دنیا کے
واسطے لازم ہیں اور پراگندگی اور تفرقہ جو جمعیت خزانوں اور ذخیروں اور
فراہمی لشکر اور سپاہ کے لئے ضروری ہیں اور دیگر حادثات اور آفات کہ ہر قسم
دولت اور حشمت ظاہری کے حق میں وارد ہوتی ہیں۔ یہ ہی حال طالبان
نعمت مجازی کا ہے۔ الّا نعمتیں حقیقی جو صاحبان فضل اور ارباب کمال
کی ذات میں ہوتی ہیں اُنکی مفارقت کسی طرح پر نہیں ہوسکتی کیونکہ بخشش
بارگاہ الٰہی کی زوال پذیر نہیں ہوتی جیساکہ حکیم ثنائی کا قول ہے ؎
دادۂ خویش چرخ بستاند ٭ نقش اللہ جاوداں ماند ٭ اور اللہ تعالےٰ واسطے
طلب کرنے ثمرہ اسکے کے جو مراد شکر گذاری کے حکم ہے۔ اگر اس حکم کی
ہم فرمانبرداری کریں تو ہر لحظ نعمت دیگر بخشتا ہے۔ اس حد تک کہ نعمتیں
ابدی حاصل ہوجاتی ہیں اگر اُن نعمتوں کو ضائع کریں تو شقاوت اور ہلاکت
پر رضا ہے ہماری پائی جاتی ہے کونسی بات اس سے زیادہ زیانکاری اور
نقصان کی ہوگی کہ جوہر نفس ذاتی اور باقی رہنے والے اور حاضر رہنے والے
کو ضائع کیا جائے اور مطالب خسیس عرضی اور فانی ہونے والے اور گم ہوجانے
والے کی طلب میں کوشش کیجائے اگر بعد ترددات چیں و چناں سے کوئی
چیز اُن مطالب سے حاصل ہوجائے یا مطالبہ اُسکا کریں تو ضرور وہ چیز
اسکی ذات سے علیحدہ ہوجائیگی یا اسکو اُس سے جدا کیا جائیگا۔ حکیم ارسطاطالیس
کا بیان ہے کہ جو شخص اپنے گذارہ کی قدرت رکھتا ہو اور میانہ روی کے
طریق سے زندگی بسر کرسکتا ہو تو اسکو مناسب نہیں کہ زیادہ طلبی میں مصروف
ہو کیونکہ زیادہ طلبی کی کوئی حد اور نہایت مقرر نہیں ہے طالب زیادتی

کو وہ مکروہات پیش آئینگے کہ جنکا نہایت نہو - اور ہمنے پہلے گذارہ اور میانہ روی کے باب میں بیان کیا ہے کہ اصلی غرض اُس سے معالجہ کرنا درد اور بیماریوں کا ہے مثل بھوک اور پیاس کے - اور پرہیز کرنا بلاؤں اور آفتوں کے مبتلا ہونے سے - نہ قصد اُن لذات کا جو اصل میں وہ درد اور مرضیں ہیں اگرچہ ظاہرا لذت معلوم ہوتی ہیں بلکہ سب لذتوں سے کامل تر لذت صحت کی ہے جو لازمہ میانہ روی کا ہے پس معلوم ہوا کہ اُس لذت سے روگردانی میں صحت بھی ہے اور لذت بھی ہے اور اُسپر اقدام کرنے میں نہ لذت ہے اور نہ صحت - الّا وہ شخص جو اپنے ایحتاج کے گذارہ پر قادر نہو محتاج کوشش اور طلب کا ہو تو اُسکو چاہئے کہ اندازہ ضرورت سے تجاوز نکرے غلبہ حرص اور اختیار کرنے کمینہ کسبوں سے پرہیز رکھے اور معاملات میں نیکی کا طریقہ ملحوظ رکھے اور اپنی سعی کو لوگوں کی نظر میں ایسا دکھلائے جو ضرورت کیواسطے خسیس کاموں میں خوض کرنا پڑا ہے - دیگر جانوروں کے حال میں کہ جب شکم انکا پُر ہوجاتا ہے تو زیادہ طلبی میں سعی کرنی چھوڑ دیتے تامل کرے - بعضے اقسام حیوانات کے مردار اور بعضے سرگین کے کھانے پر اوقات اپنی بسر کرتے ہیں اور جسقدر حسب قسمت حاصل ہوجائے اُسپر قناعت کرتے ہیں اور پرہیز اور نفرت کسی غذا سے نہیں کرتے سوائے اُس غذا کے جو وہ چیز غذا ضد اُس جانور کی ہے مثل نجاست کے کرم اور شہد کی مگس کے - جب ہر حیوان کی نسبت اپنی قوت کیطرف مثل نسبت دیگر حیوانات کے ہے اپنی اپنی غذاؤں کی طرف اور ہر ایک اُس مقدار پر جو واسطے حفاظت بقا اُنکی کے کافی ہو قانع اور خوش ہے - انسان جو بباعث مشارکت نفس حیوانی کے محتاج غذا کا ہے چاہئے کہ وہ بھی روزی اور غذا پینے میں یہ ہی طریقہ اختیار رکھے اور غذا کو دفع کرنے فضلہ پر درباب رفع ضرورت اور احتیاج کے فضیلت اور ترجیح ملے اور مشغول اور مستغرق کرنا اپنی عقلوں کو تیاری اور درستی مطعومات میں اور فنا کرنا اپنی عمروں کو اِن لذتوں میں قبیح تصور کرے جیساکہ سستی اور فروگذاشت کرنی طلب مقدار ضروری سے قبیح ہے اور اس بات کو یقین سے جانے کہ فضیلت کھانے کی اوپر دفع فضلہ کے اور نیک جاننا سعی کرنے کو واسطے طلب ایک کے سوائے دوسرے امر کے یہ مقتضیات طبع سے ہے نہ ازروئے عقل کے کیونکہ طبیعت کو مادہ غذا کی طرف اس سببسے

کہ اُس سے بدل ما یتحلل کا حاصل ہوتا ہے زیادہ تر توجہ اور رغبت ہے اور وہ ایسی چیز پر مشتمل ہے جو جزو بدن کی بنجائے اس باعث سے اُسکو مرغوب جانتی ہے اور دفع کرنے فضلہ میں جب یہ بات حاصل نہیں اور بسبب استفراغ اور خالی کرنے مکان کے منافی بدلہ کا ہے طبع اُس سے متنفر ہوتی ہے اور اس باب میں تابع ہونا عقل کا طبیعت کے ساتھ اُس قسم سے ہے جو اشرف چیز خسیس چیز کی خدمتگاری کرے جیساکہ بارہا ہمنے بیان کیا ہے حافظ صحت نفس کو چاہئے کہ قوت شہوت اور قوت غضب کو کسی حالت میں برانگیختہ نکرے بلکہ تحریک اُنکی طبیعت پر چھوڑ دے اور مطلب اس سے یہ ہے کہ ایسا بہت اتفاق پڑتا ہے کہ کسی ایسی لذت کے یاد کرنے سے جو حالت شہوت رانی یا موقع بلندی جاہ اور کرّوفر کے زمانہ میں اسکو حاصل ہوئی ہو شوق تکرر کرنے اُسکے کا طبیعت میں پیدا ہوکر باعث تحریک اِن قوتوں کا ہوجاتا ہے اور واسطے حاصل کرنے اُس امرکے جو مطلوب شوق کا ہے فکر اور رویت کو استعمال کیا جاتا ہے اور پھر قوت تمیز اور عقل سے واسطے دور کرنے اُس شوق کے استعانت اور مدد لینی پڑتی ہے کیونکہ سوائے اسکے مقصد حاصل نہیں ہوتا اس حالت کی یہ مثال ہے کہ کوئی شخص کسی بیل تند یا سگ درندہ کو اول غصہ میں لاوے اور برانگیختہ کرے اور بعد اُسکے اُس سے خلاصی حاصل کرنے کی تدبیریں میں مصروف ہووے اور ظاہر ہے کہ سوائے پاگلوں اور دیوانوں کے ایسے کام کوئی نہیں کرتا - اِلّا جب عقلمند برانگیختگی اِن قوتوں کی طبیعت پر چھوڑ دے تو خود طبیعت کی خواہشیں اس مہم کے انجام دینے کے لئے قیام کرینگی کیونکہ اُنکو اس باب میں فکر اور رویت سے استعانت اور مدد لینے کی چنداں حاجت نہیں ہوتی اور جب وقت برانگیختہ ہونے قوت کے بموجب اُس اندازہ اور مقدار کے جو واسطے حفظ صحت بدن اور بقائے نوع کے ضروری ہو فکر اور تمیز کے ذریعہ سے حد مقرر کرے تا استعمال میں حد مناسب سے تجاوز نہوجائے تو اجرائے سیاست الٰہی اور مقتضائے اور مشیت ربانی کو ادا کرنیوالا ہوگا - اور ویساہی چاہئے کہ اپنے انواع حرکات اور سکنات اور اقوال اور افعال اور تدابیر اور تصرفات میں باریک نظری رکھنی مقدم جانے تا عادت کے بموجب کوئی امر مخالف ارادہ عقلی کے اُس سے صادر نہو اگر ایک دو دفعہ وہ عادت ظہور کرے اور کوئی

فعل مخالف عزم اور ارادہ کے اُس سے وجود میں آوے تو بمقابلہ اُس گناہ
کے تکلیف اور عذاب نہانی کو لازم پکڑے مثلاً اگر کسی طعام مضر کے کہانے
پر نفس دلیری کرے جسوقت میں کہ پرہیز کرنی ضروری ہتی تو اُسکو تنبیہ کرنی چاہئے
نا دینے غذا سے اور روزہ رکھنے سے جسقدر مصلحت تقاضا کرے۔ اور سرزنش
کرنے اور سزا دینے میں مبالغہ کیا جائے اور اگر نفس بیموقع اور بے محل غصہ میں
جلدی کرے تو اُسکو اِس وجہ سے تادیب کرے کہ کسی ایسے کمینہ شخص کے ہاتھ
اُسکو مبتلا کرے کہ جو اُسکے جاہ اور غرور کو توڑے یا نذر اور صدقہ جو ادا
کرنا اُسپر دُشوار ہو وہ مقرر کرے۔ حکمت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ اقلیدس
صاحب ہندسہ اپنے شہر کے کمینہ لوگوں کو مخفی طور پر مزدوری دیکر ظاہرا
اپنی ہتک کراتا تہا تاکہ نفس اُسکا اُس ہتک سے الش اور تنبیہ حاصل کرے۔
اگر نفس اپنے سے سستی بیموقع معلوم کرے تو اُسکو نیک کاموں کی زیادہ
شقت اور کثرت سختی میں تکلیف دے الغرض کہ ایسے کام اختیار کرے جو
خلل کو دخل نہو تا باقی امور میں نفس مخالفت عقل کی نکرے اور اُسکی تجویز سے
تجاوز نکرے۔ اور چاہئے کہ ہر وقت اور ہر حال میں آلودگی رذایل اور مددگاری
اِن رذائل سے احتیاط رکھے اور چھوٹی چھوٹی بُرائیوں کو حقیر تصور نہ کرے
اور اُنکے استعمال اور ارتکاب کرنے کے لئے مُجوز رخصت نہووے کیونکہ یہ
امر تدریج اور آہستگی سے باعث ارتکاب بڑے بڑے گناہوں کا ہوجاتا ہے
اگر کوئی شخص ابتداء جوانی میں نفس کو اپنی خواہشیں سے باز رکھے اور
تیزی غصہ میں حلم کرنے کی اور زبان کی حفاظت اور اپنے ہمسروں کی بات
کے تحمل کرنیکی عادت کرے تو اِن اداب کا لازم پکڑنا اُسپر دشوار نہیں ہوتا
کیونکہ جو خدمتگار کمینوں کی خدمتگاری میں مبتلا ہوجاتے ہیں وہ کمینہ پن
ہونے اور دشنام کے برداشت کرنیمیں فرسودہ ہوجاتے ہیں ایسی قباحات کا
سُننا اُنپر آسان ہوجاتا ہے۔ اس حد تک کہ اِن باتوں کا اثر اُنکے دلوں
میں نہیں ہوتا بلکہ کبھی ایسی ایسی باتوں کے سُننے سے ہنسی کرتے ہیں اور
اُسکو خوش طبعی میں تصور کرتے ہیں اگرچہ پہلے اس سے ایسی باتونکا برداشت
اور تحمل کرنا اُنکو ناجائز ہوتا ہے اور بدلہ اور جواب دینے سے پہلوتہی نہیں کرتے
ویساہی حال ہے اُس شخص کا جو فضیلت کو دوست رکھے اور کمینوں کی
ہمصحبتی اور ہم نشینی سے پرہیز کرے اور چاہئے کہ شہوت اور غضب کی حرکت

کرنے سے پیشتر استعداد صبر اور حلم کرنے کی پیدا کرے اور اُن بادشاہوں
ہوشیار کی پیروی کرے کہ جو پہلے ہجوم دشمنوں سے ایام فرصت اور مہلت
میں فکر طیاری سامان اور ہتھیاروں کا اور مستحکمی قلعوں کی کرکے مستعد جنگ
کے رہتے ہیں۔ اور حافظ صحت نفس کو چاہئے کہ اپنے جملہ معائب کی بجوبی
جستجو رکھے اور اس باب میں صرف اسی قول جالینوس پر انحصار نرکھے جو اُسنے
اُس کتاب میں جو واسطے دریافت عیوب آدمیوں کے تصنیف کی ہے بیان
کیا ہے کہ جب ہر ایک شخص اپنے نفس کو دوست رکھتا ہے تو عیوب اُس کے
اُسپر مخفی رہتے ہیں اگرچہ ظاہر ہوں مگر اُنکو دریافت نہیں کرسکتا۔ پس واسطے
تدبیر اس نقص اور خلل کے بیان کیا ہے کہ کوئی دوست کامل اور فاضل اختیار
کرنا چاہئے بعد ایک مدت دوستی کے اُسکو اختیار دے اور کہے کہ علامت صدق
دوستی کی وہ ہے جوکہ معائب نفسانی سے مجکو مطلع کرنا واجب جانے تا اُن
سے پرہیز کیجائے اور اس باب میں اُس سے عہد اور اقرار سخت لے۔۔ اور
اگر وہ یہ کہے ......کہ تم میں کوئی عیب مجکو نظر نہیں آتا تو اس بات پر
راضی نہو جائے بلکہ اُسکو عتاب کرے اور اسبات کا کہ وہ معلوم ہوتا اُس پر
ظاہر کرے اور اُسکو دوستی کے معاملہ میں تہمت خیانت کی نسبت دے اور
پھر وہ ہی پہلا سوال کرے اور زیادہ الحاح اور تکرار عمل میں لاوے پس اگر
عیبوں پر اطلاع دینے سے بالکل انکار کرے تو اس بات سے اپنی تنگ دلی
اور اندوہ زیادہ تر اُسپر اظہار کرے تاکہ اس بات پر وہ قائم ہوجائے اور
جب وہ عیبوں سے اطلاع دے تو اُسکے روبرو دلتنگ و اندوہ ناک نہووے
بلکہ کشادہ پیشانی اور خوشی سے اُسکے ساتھ ملاقات کرے اور شکر گذاری
اُس کی خلوت کے وقت بعد ایک مدت کے ادا کرے تا وہ دوست عیبوں
سے خبردار کرنیکو ایک تحفہ اور ہدیہ تصور کرے پس ان معائب کا معالجہ ایسی
تدابیر سے کرے جو بالکل بیخ اور جڑھ اُنکی جاتی رہے تا اعتماد اُس دوست
کا اسکی کلام پر اور اسبات پر کہ مطلب اسکا اصلاح نفس اپنے کی ہے محکم ہوجائے
اور مکرر نصیحت کرنے سے رد گردانی نہ کرے۔ اس مقام تک کلام جالینوس
کی ہے۔ الّا ایسا دوست کمیاب ہوتا ہے اور اکثر ایسے آدمیوں سے امید اس
قسم نفع کی نہیں ہوتی ممکن ہے کہ اس مطلب کے واسطے دشمن بہ نسبت
دوست کے زیادہ تر مفید اور کار آمد ہو کیونکہ دشمن عیبوں کے ظاہر کرنے میں

کچھ شرم اور باک نہیں رکھتا اور جسقدر جانتا ہے اُسی پر حصر نہیں رکھتا بلکہ حد سے متجاوز ہوکر افترا اور بہتان بھی ذمہ لگا دیتا ہے پس آدمیوں کو اپنے عیبوں پر آگاہی ہوجاتی ہے اور جو بات افترا ہوتی ہے اُسکو تہمت تصور کرتا ہے اور جس امر میں خلل واقع ہونے کا خوف ہوتا ہے اُسمیں احتیاط کرتا ہے اور نیز جالینوس نے دوسرے مقالہ میں بیان کیا ہے کہ نیک آدمیوں کو دشمنوں سے فائدہ ہوتا ہے اُسکا یہ ہی سبب ہے کہ ہمنے بیان کیا ہے۔
اور یعقوب کندی کہ حکماے اہل اسلام سے تھا اُسکا مقولہ ہے کہ طالب فضیلت کو چاہیئے کہ اپنے دوستوں اور آشناؤں کی صورت کو آئینہ تصور کرے تا جس صورت سے وضع بدی اور عیب کی معلوم کرے اُس سے اپنے عیبوں پر اطلاع حاصل کرے یعنے لوگونکے عیب دیکھکر مقابلہ ہر ایک عیب کے اپنے آپکو عتاب اور ملامت کرے کہ گویا وہ فعل اسکی ذات سے بھی صادر ہوا ہے رات دن میں جو عمل اسنے کیا ہے بغیر فروگذاشت کرنے کسی امر کے اخیر دن میں سب کا تفحص کرے کیونکہ یہ امر زشت اور قبیح ہے کہ محافظت اُس چیز کے لیئے کہ جسکے خرچ کرنے کا اتفاق پڑا ہو مثل پتھر کے ٹکڑوں اور گھاس خشک کے ریزوں کے کہ اُن کے معدوم ہوجانے سے ہماری ذات سے کوئی چیز ناقص نہیں ہوجاتی۔ ہم کوشش کریں اور اس چیز کی حفاظت میں جو ذات ہماری میں داخل ہے اور بقا ہماری اُسکی زیادتی پر منحصر ہے اور فنا ہماری اُسکی کمی پر موقوف ہے اُس میں ہم سستی کریں۔ اور جب ہم بدی اور عیب پر واقفیت حاصل کریں نفس کے ملامت کرنے میں ہم مبالغہ کرنا واجب جانینگے اور اُسپر تقریر مقرر کرینگے اسمیں فروگذاشت عملیں نہ آئیگی کیونکہ اگر ہم ایسا کرینگے تو نفس بدیوں سے پرہیز کریگا اور نیکیوں کو دوست پکڑیگا۔ اور چاہیئے کہ ہمیشہ قبائح پیش نظر حاضر ہوں تا اُنکو ہم بھول نہ جائیں اور یہ ہی شرط حسنات اور نیکیوں میں ہم رعایت رکھیں گے تا ہم سے کوئی نیکی فوت نہوجائے بعد اسکے اُسنے بیان کیا ہے کہ ہمکو اس بات پر قناعت کرنی نہ چاہیئے کہ مثل دفتر اور کتابوں کے غیر کو افادۂ حکمت کا کیا جائے اور اپنی ذات اُس سے بے نصیب رہے یا ہم مثل سان کے پتھر کے ہوجائیں جو لوہے کو تیز کر دیتا ہے اور خود کسی چیز کو نہیں کاٹ سکتی بلکہ چاہیئے کہ مثل آفتاب کے ہم فیضان نور کا کریں اپنی ذات سے ماہ کے

اوپر تا اُسکو اپنی ذات سے نور میں مشابہ کرویں اگرچہ نور اُسکا آفتاب کے نور سے کم ہوتا ہے یہ ہی حال ہمارا ہے فضائل کی فیض وہی ہیں۔ اس مقام تک مقولہ حکیم کندی کا ہے۔ یہ معانی دوسروں کی کلام سے اس بات میں قرین مبالغہ ہیں واللہ اعلم بالصواب ❖

دسویں فصل امراض نفسانی کے معالجہ میں اور وہ دور کرنے رذائل پر منحصر ہے

جیساکہ علم طب میں دور کرنا مرضونکا ضد کے استعمال کرنے سے کرتے ہیں طب نفسانی میں بھی رذیلتوں کا دور کرنا ضد اُن رذائل سے کرنا چاہیئے اور ہمنے پہلے اس سے اجناس فضائل کو حصر کردیا ہے اور اجناس رذائل جو مثل اطراف اُن اوساط کی ہیں اُنکو شمار کیا جب فضیلتیں چار ہیں اور رذائل آٹھ اور ایک چیز کے واسطے ایک ہی ضد ہوتی ہے زیادہ نہیں ہوتی کیونکہ دو ضدیں باہم نہایت بُعد میں ہوتی ہیں پس اس اعتبار کے رو سے رذائل کو ضد فضائل نہیں کہنا چاہیئے مگر مجازاً۔ الّا دو رذیلتیں جو ایک جنس سے ہوویں ایک غائت افراط میں اور دوسری غائت تفریط میں اُنکو باہم ضدیں کہا جاتا ہے۔ اور جاننا چاہیئے کہ عقل کے رو سے قانون مقررہ علاج امراض کے واسطے یہ ہے کہ پہلے اقسام بیماریوں کو معلوم کریں بعد اسکے موجبات اور علامات اُنکی دریافت کریں پھر معالجہ میں مشغول ہوں۔ مرض منحرف ہونا مزاج کا ہے حد اعتدال سے اور علاج دفع کرنا انحراف کا ہے اعتدال کی جانب حیلۂ صناعی کے ذریعہ سے جب نفس انسانی کی قوتیں تین قسم میں محدود ہیں جیساکہ ہم بیان کرچکے ہیں اول قوت تمیز۔ دوم قوت دفع۔ سوم قوت جذب۔ اور ہرایک قوت کا انحراف دو وجہ پر ہوتا ہے یا قوت کی کمیت یعنے مقدار میں خلل واقع ہوجائے یا کیفیت قوت میں اختلال ہو اور رفع ہونا خلل کا مقدار قوت میں یا جانب تفریط میں یعنے اندازہ اعتدال سے یا زیادہ ہوجائیگی یا کم پس ہرایک قوت کے مقابلہ میں تین قسم کی مرض ہوگی یا بسبب افراط یا بسبب

تفریط اور یا بسبب رداءت۔ اِلّا افراط قوت تمیز کا مثل خباثت اور فریب اور دھوکا دہی کے ہے اُن امور میں جو عمل سے متعلق ہیں اور مثل تجاوز فکر اور ادراک کے اور حکم کرنا مجردات پر قوت وہم اور حواس کے ذریعہ سے جیساکہ محسوسات پر کیا جاتا ہے اُن امور میں جو فکر اور ادراک سے متعلق ہیں۔ اِلّا تفریط قوت تمیز کی مثل کند ہونا ذہن اور فہم کا علمیات میں اور قصور فکر اور ادراک کا مقدار واجبی سے مانند جاری کرنے احکام محسوسات کے مجردات پر امور علمی میں۔ اِلّا رداءت قوت تمیز کی یعنی ردی ہوجانا اصلی جوہر اسکے کا مثل پیدا ہونے شوق اُن علوم کے جو ثمرہ یقین اور کمالیت نفس کا اُنسے حاصل نہیں ہوتا مثل علم جدل اور مباحثہ کرنے اور مغالطہ دینے کے اُس شخص کی نسبت جو اِن علوم کو بجائے یقینیات کے استعمال کرے اور مثل علم کہانت یعنی غیب کی خبر دینے اور فال پکڑنے اور علم کیمیا کے اُس شخص کی نسبت جو غرض اُسکی ان علوم سے حاصل کرنا خسیس خواہشوں کا ہو۔ اِلّا قوت دفع کا افراط مثل شدت غصہ اور کثرت انتقام لینے اور غیرت کرنیکے ہے بیموقع اور بھیڑیے اور درندوں کے مشابہ ہوجانا۔ اِلّا تفریط قوت مذکور کی مثل بے غیرتی اور بزدلی اور عورتوں اور لڑکوں کے اخلاق سے مشابہ ہونا۔ اِلّا رداءت اسکی مثل شوق انتقامات فاسد کے ہے مثل اسکے کہ پتھر اور چارپایوں پر غصہ کرنا یا انسان پر غصہ کرنا اُس امر سے جو لائق غصہ کرنے کے نہیں ہے۔ اِلّا افراط قوت جذب مانند شکم پرستی اور حرص کھانے پینے پر اور عاشق اور مفتون ہونا اُن لوگوں پر جو محل شہوت کا نہوں۔ اِلّا تفریط قوت مذکور کی مثل کم ہمتی اور سستی کرنے کے طلب کرنے قوت ضروری اور حفظ نسل میں اور فرو ہونا آتش شہوت کا۔ اِلّا رداءت اُسکی مثل خواہش مٹی کھانے اور علت بچہ بازی کے یا استعمال کرنا شہوت کا ایسی وجہ پر کہ قانون اور قاعدہ واجب سے خارج ہو۔ یہ اجناس بسیط مرضوں کی ہیں جو قوائے نفسانی میں پیدا ہوجاتے ہیں اور انواع اسکے بہت ہیں جو مرکب ہونے امراض سے پیدا ہوجاتے ہیں اور اصل اُنکا اِن اجناس کیطرف رجوع ہوجاتا ہے۔ اور اِن امراض سے کئی مرضیں ایسی ہیں جو اُنکو مُہلک کہتے ہیں کیونکہ اکثر امراض مزمنہ کا وہ اصول ہوتے ہیں اور وہ مثل حیرت اور جہل کے ہیں قوت نظری میں اور غصہ اور بزدلی اور خوف اور غم اور حسد اور امید اور عشق کے ہیں دیگر قوائے میں بدی اور نقصان اِن امراض کا نفس کے حق میں بہت عظیم ہے اور معالجہ کرنا اُنکا نہایت ضروری اور اہم ہے اور عام کے حق میں نفع رسانی ہے بعد اسکے تشریح

ہر ایک کی اپنے محل پر بیان کیجائیگی انشاء اللہ تعالے۔ اِلّا موجبات انحراف کے دو قسم پر ہیں ایک نفسانی دوسرا جسمانی بیان اسکا اِسطرح پر ہے کہ جب عنایت الٰہی نے نفس انسانی کو بنا جسمانی کے ساتھ ربط اور پیوند بخشا اور ایک کی دوسرے سے مفارقت ہونی اپنی تقدیر اور ارادہ پہ منحصر فرمائی ہے اور کسی سبب یا بیماری سے ایک کا متاثر ہونا موجب تغیر دوسرے کا ہوجاتا ہے مثلاً متاثر ہونا نفس کا کثرت غصہ یا غلبہ عشق یا متواتر ہونے غم سے موجب تغیر صورت بدن کا بہت طرح کے تغیرات سے ہوجاتا ہے مثل بیقراری اور لرزہ اور زردی اور لاغری بدن کے۔ اور متاثر ہونا بدن کا امراض اور بیماریوں سے خصوصاً جب کسی عضو شریف میں مثل دل اور دماغ کے پیدا ہوں باعث تغیر حال نفس کا ہوتا ہے مثل نقصان قوت تمیز اور فساد قوت خیال اور قصور ملکات اور قوتوں کا ہوجاتا ہے پس نفس کے معالج کو چاہیئے کہ پہلے تفحص حال سبب کا کرے تا اگر مرض نفسانی کا باعث خلل بدنی ہو تو اُسکا معالجہ جیسا کہ کتب طبی میں درج ہے عمل میں لاوے اگر خلل نفسانی ہے تو اُسکا معالجہ موافق طریق کُتب فن تہذیب اخلاق کے کرنا چاہیئے کہ جب سبب مرض کا مُرتفع ہوجائیگا تو ضرور مرض بھی مُرتفع ہوجائیگی۔ اِلّا معالجات کلی طب میں چار چیزوں کے استعمال سے ہوتے ہیں۔ غذا دوا زہر اور داغ دینا یا کاٹنا امراض نفسانی میں بھی یہی طریق اختیار کرنا چاہیئے اسطرح پہ کہ اوّل قباحت اُس رذیلت کی کہ جسکا دفع اور زائل کرنا مطلوب ہو اچھی طرح سے کہ جسمیں کسی طرح کا شک نرہے معلوم کریں اور اُس خلل اور نقصان پہ کہ جسکا اُس رذیلت کے لاحق ہونے سے اندیشہ اور خوف ہے کیا امر دینی اور کیا امور دنیا میں واقف ہوں اور اُسکو اچھی طرح سے اپنے خیال میں منقوش کریں پس ارادہ عقلی سے اُس سے پرہیز کریں اگر مطلب حاصل ہو تو بہتر ورنہ اُس فضیلت کے استعمال میں جو مقابلہ رذیلت مذکور کے ہے ہمیشگی اور کثرت کرنی چاہیئے اور تکرار کرنے اُن افعال میں جو اُس قوت کے متعلق ہیں بہت اچھی طرح مبالغہ کرے اور یہ تمام قسم معالجات کے مقابلہ اُس علاج کے ہیں جو طب میں غذا سے علاج کیا جاتا ہے اگر اس قسم کے علاج سے مرض زائل نہو تو نفس کو اُس فعل کے کرنے پر سرزنش اور ملامت اور مذمت از رو ے قول اور عمل اور فکر کے کریں اگر حصول مطلب کیواسطے یہ بھی کافی نہو تو تعدیل ایک کی دونوں قوتیں حیوانی سے یعنے قوت شہوی یا غضبی سے کریں اس وجہ سے کہ ایک

قوت کے استعمال کرنے سے دوسری قوت کی تعدیل اور تسکین کریں کیونکہ ان
دونوں میں سے جب ایک غالب ہوجاتی ہے تو دوسری خود مغلوب ہوجایا کرتی
ہے اور اصل پیدائش انہی میں جیساکہ فائدہ قوت شہوی کا بقائے شخص اور نوع
کا ہے ویساہی فائدہ قوت غضبی کا توڑنا غلبۂ تیزی قوت شہوت کا ہے تاجب
یہ دونوں اعتدال پر آجاویں تو قوت ادراک کے لئے طاقت تمیز کرنے کی پیدا
ہوجاتی ہے یہ قسم علاج کا مثل علاج دوا کے ہے طبیبوں کے نزدیک۔ اور اگر
اسطرح سے بھی مرض زائل نہو سکتی اور محکمی مرض کی نہائت درجہ پر ہو تو
پس اسکی بیخ اور جڑھ نکالنے کے لئے جو رذیلت جو ضد اس رذیلت کی ہے اسکے
اسباب اور موجبات کا ارتکاب کرنا چاہئے اور شرط تعدیل کی ملحوظ رکھیں یعنے
جب وہ رذیلت نفس سے دور ہونے لگے اور وسط کے درجہ سے جو مقام فضیلت
کا ہے نزدیک ہوجائے تو ارتکاب ضد اُسکی کا ترک کرنا چاہئے تا اعتدال سے متجاوز
ہوکر دوسری جانب مائل نہوجائے اور دوسری مرض پیدا نکرے اس قسم کا علاج
زہر کے ساتھ علاج کرنے سے مشابہ ہے کہ جب تک بہت لاچاری اور بیقراری
طبیب کو لاحق نہو اس قسم کے علاج کو اختیار نہیں کرتا اور درصورت اختیار
کرنے کے بڑی احتیاط عمل میں لاتا ہے تا مزاج دوسری طرف منحرف نہوجائے
اگر اس قسم کا علاج بھی کافی نہو اور ہروقت نفس اپنی عادت محکم کے بمقرر کرنے
پر ارتکاب کرے پس اسکو عذاب اور تکلیف ذمہ داری سخت کاموں اور مشقت
والے امور سے تادیب کرنی چاہئے اور جن عہدوں اور نذروں کا ادا
کرنا مشکل ہو اُنکا بجالانا اُسکے ذمہ پر ڈالا جائے تا ان امور سے اُسکو تکلیف
پہنچکر سزایاب ہو۔ یہ قسم علاج کا مثل قطع کرنے اعضا اور داغ دینے کے ہے
علم طب میں آخرالدواء الکی یعنے آخر دواؤں کا داغ دینا ہے۔ یہ معالجات
کلی دور کرنے امراض نفسانی کے لئے اور استعمال کرنا ان معالجات کا ہر مرض
میں اُس شخص پر جو ابتدا کتاب سے اس مقام تک واقف مسائل کا ہو
اور فضیلتوں اور رذیلتوں پر علم حاصل کیا ہو مشکل نہیں ہے اور ہم تشریح
علاج چند بیماریوں کی منجملہ امراض مُہلکہ سے جو بہت زبون تر ہیں امراض
نفسانی میں سے بیان کرتے ہیں تا واسطے دور کرنے دیگر امراض کے اُسی قیاس
اور قاعدہ کا اعتبار کرنا موجب آسانی علاج کا ہوجائے واللہ الموفق والمعین۔
اگرچہ قوت نظری کے امراض بہت ہیں کیا مفرد اور کیا مُرکّب الّا سب سے

سے زیادہ تر خراب اور زبون تین ہیں اوّل حیرت۔ دوم جہل بسیط۔ سوم جہل مرکب۔ پہلا قسم قبیل افراط سے ہے اور دوسرا قسم جنس تفریط سے اور تیسرا قسم جنس رواہت سے علاج حیرت۔ حیرت کے معنے یہ ہیں کہ مشکل مسائل میں جو کئی طرح کی دلایل طبیعت میں پیدا ہوں اور وہ ایک دوسرے کو رد کریں اور نفس تحقیق کرنے حق اور باطل کرنے جھوٹ میں عاجز ہوجائے اسکو حیرت کہتے ہیں اور طریق زائل کرنے اس مرض کا جو سب رذیلتوں سے مہلک تر ہے اسی طرح پر ہے کہ پہلے اس قاعدہ کو بخوبی ذہن نشین کرلے کہ جمع اور رفع اور نفی اور اثبات کا ہونا ایک وقت میں محال ہے تا مجمل طور پر ہر مسئلہ میں کہ جسمیں حیرت واقع ہو حکم پختہ کرے ایک طرف کے باطل ہونے پر اُن دونوں طرفوں متعارضہ سے بعد اسکے موافق قوانین علم منطق کے درستی مقدمات اور تفحص حال نتیجہ کا بہت احتیاط اور جستجو کے ساتھ تمام جہتوں سے عمل میں لاوے تا مقام خطا اور محل غلطی کا معلوم کرلے اور غرض کلّی علم منطق سے خصوصاً کتاب قیاسات سوفسطائی جو معرفت مغالطوں پر مشتمل ہے علاج اسی مرض کا ہے۔ علاج جہل بسیط۔ اصل حقیقت اس جہل کی یہ ہے کہ نفس فضیلت علم سے خالی ہوتا ہے اور اپنے آپ کو باعلم تصور نہیں کرتا یہ جہل ابتداء حال میں مذموم نہیں کیونکہ شرط پڑھنے اور علم حاصل کرنے کی یہی ہے یہ جہل حاصل ہو اس سبب سے کہ جو شخص یہ جانے کہ میں سب کچھہ جانتا ہوں تو وہ پڑھنے سے فارغ ہوتا ہے اور اصل پیدائش نوع انسان کی اسی حالت پر ہے اِلّا اسی جہل پر قائم رہنا اور واسطے تحصیل علم کے حرکت نہ کرنی مذموم ہے اگر اسی حالت پر راضی اور قانع ہوجاے تو نہایت خراب رذیلت میں مبتلا ہوجاتا ہے علاج اسکا اسطرح پر ہے کہ بنی نوع انسان اور دیگر حیوانات کے حال میں تامل سے نظر کرے تا واقف ہوجاے اس بات پر کہ انسان کی فضیلت دیگر جانوروں پر ادراک اور تمیز سے ہے جاہل آدمی جسمیں یہ فضیلت نہو وہ حیوانوں میں سے شمار کیا جاتا ہے نہ انسانوں میں شاہد اور مصداق اس قول کا یہ ہے کہ جب وہ شخص کسی ایسی مجلس میں جو واسطے بحث علمی کے منعقد ہوئی ہو حاضر ہووے اور خاصیت نوع انسان کی یعنے ادراک اور نطق بالکل چھوڑ دے تو دیگر حیوانات سے جو کہ کلام کرنے سے عاجز ہیں مشابہت رکھتا ہے جب اس حال میں اچھی طرح سے فکر کرے تو آگاہ ہوجاتا ہے اس بات پر کہ جو باتیں ہم بیچے اس جماعت ارباب علم کے کرسکتے ہیں

وہ دیگر جانوروں کی آواز سے زیادہ مناسبت رکھتی ہیں نسبت انسانوں کی گفتگو سے کیونکہ اگر گفتگو انسانوں سے تعلق رکھتیں تو اُس مجلس میں کہ جہاں اہل تمیز اور ارباب انسانیت کے جمع تھے وہاں بھی گفتگو کرسکتے اور چاہئے کہ اس اندیشہ میں یہ غلطی اُسکو واقع نہو کہ مجھ پر نام انسان کا بولا جاتا ہے میں کیونکہ انسانوں سے خارج ہوں کیونکہ گندم کی گھاس کو بھی مجازاً گندم کہتے ہیں اس مراد سے کہ اُس میں استعداد اور قابلیت ہوتی ہے قبول کرنے صورت گندم کی۔ اسی طرح یہ جو ظاہرا آدمی کی صورت ہو اُسکو بھی آدمی کہا جاتا ہے کیونکہ صورت میں آدمیوں سے مشابہت رکھتا ہے بلکہ اگر خود انصاف کرے تو جان لیتا ہے کہ اقسام حیوانات سے مرتبہ میں کمتر ہے کیونکہ ہرایک حیوان اُس قدر ادراک اور تمیز پر جو واسطے ترتیب امور معاش اور حفظ نسل کے بکار ہو قدرت رکھتا ہے اور جو کمال جو علت غائی وجود اُس کے سے ہے اُس پر فائز ہے اور حال جاہل کا برخلاف اس کے ہے۔ پس جیسا کہ خواص اپنی نوع کے اُسکی ذات سے مفقود ہیں اور اس سبب سے دیگر حیوانات سے زیادہ تر مشابہت رکھتا ہے ویسا ہی اس اعتبار سے کہ دیگر حیوانات اپنے خواص اور کمال پر فائز ہیں اور یہ اپنے کمال سے محروم مرتبہ جمادات کو یہ نزدیک تر ہے اور یہ ہی اعتبار جب جمادات میں تصور کیا جائے تو یہ اُنسے بھی فروتر ہے اور اسی طرح سے اسفل السافلین کے پایہ پر پہنچ جاتا ہے۔ پس جب اِس فکر کے ذریعہ سے اپنے نقصان رتبہ اور خساست جوہر اور زبونی طبع پر کہ سب مخلوقات سے خسیس تر ہے واقفیت حاصل کریگا اگر اسمیں کم وبیش اثر غیرت کا باقی رہا ہوا ہے تو طلب فضیلت علم کے واسطے حرکت کریگا کل میسر لما خلق لہ یعنے ہرایک چیز آسان کی گئی ہے واسطے اُس کسی کے جو پیدا کی گئی ہے وہ چیز واسطے اُس کے۔ علاج جہل مرکب کا حقیقت اس جہل کی یہ ہے کہ نفس وصف علم سے خالی ہو اور ازروئے اعتقاد باطل کے اپنے آپ کو عالم جانے۔ کوئی رذیلت اس رذیلت سے خراب زیادہ نہیں ہے جیسا کہ اطباء بدنی بعضی بیماریوں بد اور امراض مزمنہ کے علاج سے عاجز ہوتے ہیں ویسا ہی اطباء نفسانی اس بیماری کے علاج سے عاجز ہیں کیونکہ باوجود بے علمی کے اپنی بے علمی سے خبردار نہیں ہوتا اور جب تک خبردار نہو طلب علم کی کیونکر کریگا اور یہ اعتقاد اور علم اُس کا سد درجہ

جہل سے بدتر ہے۔ سب تدبیروں سے نافع تدبیر جو اس باب میں استعمال کیجئے
یہ ہے کہ اس بیمار کو واسطے تحصیل علوم ریاضی کے مثل ہندسہ اور حساب
اور دلائل ان علوم میں ریاضت کرنے کی تحریص اور ترغیب کرنی چاہئے
اگر اس ہدایت کو قبول کرے اور ان علوم میں ہر طرح سے خوض کرے
تو لذت یقین اور اہل کمال سے آگاہ ہوجائیگا اور البتہ اُسکی ذات میں کچھہ تیزی
اور جنبش پیدا ہوجائیگی پس جب اپنے خیالات اور اعتقادات کی طرف متوجہ ہوگا
اور لذت یقین کی اُس سے نہ پائیگا تو اُسکی طبع مین ایک گونہ شک واقع ہوگا۔
پس اگر شرط انصاف کی نگاہ رکھے تو تھوڑی دیر میں خلل عقیدہ اپنے پر واضح ہوجائیگا
اور جہل بسیط کے مرتبہ کو پہنچ جائیگا پس تحصیل علم میں ساعی ہوجائیگا۔ جب یہ امراض
قوت نظری سے متعلق ہیں اور حکمت علمی مشتمل ہے اوپر زائل کرنے امراض اس
قوت کے اس لئے اس فن میں اس قدر بیان پر اختصار کرتا ہوں اور علاج دیگر
قوائے کی بیماریوں میں جو اس فن سے خصوصیت رکھتیں ہیں زیادہ تر تشریح
کیجائیگی۔ الا امراض قوت دفع کے اگرچہ بے شمار ہیں مگر اُن میں سے جو بہت
خراب اور زبون ہیں وہ تین مرضیں ہیں۔ اول غضب۔ دوم جبن۔ سوم خوف
پہلی مرض افراط قوت غضبی سے پیدا ہوتی ہے اور دوسری تفریط سے اور تیسری
روایت جوہر سے۔ معالجات ان امراض کی تفصیل اسطرح پر ہے۔ علاج غضب۔
غضب اُس حرکت نفس کو کہتے ہیں جو موجب اُسکا ارادہ بدلہ لینے کا ہو جب یہ
حرکت زیادہ اور سخت ہو تو آگ غصہ کی افروختہ ہوجاتی ہے اور خون جوش میں
آجاتا ہے اور دماغ اور رگیں سیاہ دخان سے پُر ہوجاتی ہیں تا عقل محجوب اور
دب جاتی ہے اور عمل اُسکا ضعیف ہوجاتا ہے جیساکہ حکماء کا مقولہ ہے کہ اس
حالت میں بدن انسان کا مثل ایک غار پہاڑ کے ہوتا ہے جو دخان اور آتش سوزاں
اور مشتعل سے پُر ہو جو سوائے آوازہ اور شور شعلہ آگ کے اور کچھہ اُس غار سے
سُنا نہ جائے اس حالت میں علاج اور سرد کرنا اس آگ کا نہایت مشکل ہے کیونکہ
جس چیز کو اُس کے سرد کرنے کے واسطے استعمال کریں وہ ہی چیز سبب اور مادہ
اشتعال اُس آگ کا بن جائیگا اگر نصیحت کرنے پر عمل کریں تو غصہ زیادہ ہوجائیگا
اگر کوئی اور حیلہ اُسکی تسکین کے واسطے کریں تو وہ آگ زیادہ مشتعل ہوجائیگی اور
آدمیوں میں حسب اختلاف مزاجوں کے حالت غصہ کی مختلف ہوتی ہے کیونکہ ایک
ترکیب مثل ترکیب گندہک کے ہوتی ہے جو بہت کمتر چنگارہ آگ سے مشتعل ہوجاتی

گل محمد

ہے اور ایک ترکیب مثل ترکیب روغن کے ہوتی ہے جو اُس کے مشتعل کرنے کے واسطے زیادہ آگ کی ضرورت ہوگی اور ویساہی ایک ترکیب مثل ترکیب لکڑی خشک اور لکڑی تر کے ہوگی۔ اس حد تک کہ جسکا مشتعل کرنا نہایت دشوار ہوگا پہنچ جائیگی یہ فرق اور ترتیب غصہ کے حالات کی ابتداءِ حرکت غصہ میں ہے اِلّا جسوقت کہ موجبات متواتر اُسکے ہوجائینگی اور آگ غصہ کی مشتعل ہوجائیگی تو اُس حالت میں سب قسم برابر اور مساوی ہیں جیساکہ قدرے قلیل آگ جو مساس متواتر ایک دوسرے سے کسی لکڑی میں پیدا ہوجائے تو بڑے بڑے جنگل عظیم اور درخت گنجان کیا خشک اور کیا تر سب سوختہ ہوجاتے ہیں۔ تامل کرنا چاہئے بادل اور صاعقہ کے حال میں جو کسطرح مساس بادل تر اور خشک سے برق اور صاعقہ جو اوپر سخت پہاڑوں اور پتھروں کے پڑتا ہے مشتعل ہوجاتا ہے یہی اعتبار وقت برانگیختگی غصہ کے اور زیان اور آسیب اُسکے میں اگرچہ تھوڑی کلام سبب اُسکا ہو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اور سقراطیس حکیم کا قول ہے کہ اگر کشتی سخت طوفان اور شدت آشوب دریائی میں واقع ہوکر کسی ایسے گرداب میں پڑجائے کہ جسمیں پہاڑ عظیم ہوں اور سخت پتھروں کا صدمہ لگے میں اُسکی سلامتی میں امید رکھتا ہوں بہ نسبت سلامتی اہل غضب سخت کے کیونکہ ملاحوں کو اُس کشتی کے خلاص کرنے کے واسطے قدرت اور مجال اس بات کی ہے جو بہت حیلہ اور نیک تدبیریں عمل میں لائیں اور تسکین شعلہ غضب کے لئے جو نہایت تیز اور مشتعل ہو کوئی حیلہ نافع نہیں ہوتا جسقدر نصیحت اور عاجزی اور معذرت زیادہ تر عمل میں لائیں مثل اُس آگ کے جو ہیزم خشک اُسمیں ڈالیں زیادہ تر غلبہ کرتی ہے۔ اور موجبات غضب کے دس ہیں پہلا عُجب۔ دوسرا افتخار۔ تیسرا مراء چوتھا لجاج پانچواں مزاج چھٹا تکبر ساتواں استہزا آٹھواں غدر۔ نانواں ضیم دسواں طلب کرنا اُن نفیس چیزوں کا کہ کمیابی کے باعث موجب باہمی جھگڑے اور حسد کا ہوں علت غائی ان جملہ اسباب کی شوق بدلہ لینے کا ہے شرکت کے طریق پر۔

لوازمات غضب کے جو عوارض اس مرض کے ہیں سات قسم پر ہیں اوّل ندامت دوسری امید کرنے پاداش اور بدلہ لینے کی جو جلدی سے حاصل ہو۔ تیسرا دشمنی کرنی دوستوں کے ساتھ۔ چوتھا خوش طبعی کرنی رذیل آدمیوں کے ساتھ۔ پانچواں خوشی دشمنوں کی۔ چھٹا متغیر ہونا مزاج کا ساتواں درد اور الم بدنی فی الحال کیونکہ غصہ ایک ساعت کی دیوانگی ہے اور حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالے عنہ کا فرمودہ ہے الحدۃ نوعٌ من الجنون لان صاحبہ یندم فان لم یندم فجنونہ مستحکم۔ یعنے تیزی غصہ کی ایک قسم کی دیوانگی

ہے کیونکہ تحقیق اہل غضب پشیمان ہوجاتا ہے۔پس اگر پشیمان نہوگا تو دیوانگی اسکی محکم ہے اور کبھی ہوتا ہے کہ غصہ دل کی گرمی اور حرارت کو بند کردیتا ہے اور اُس سے بڑی بڑی مرضیں مہلک پیدا ہوجاتی ہیں۔ اِن اسباب اور موجبات کا علاج کرنا علاج غضب کا ہے کیونکہ سبب کے دور ہونے سے مسبب خود دور ہوجاتا ہے اور جب مادہ مرض کا قطع کیاجائے تو مرض خود زایل ہوجاتی ہے۔ اور جب سبب کے علاج کرنے کے بعد قدرے قلیل بقیہ مرض کا باقی رہجاے تدبیر عقلی سے اُسکا دفع کرنا سہل ہے۔

اور موجبات غضب کا علاج یہ ہے۔ اِلّا عُجب اور وہ ایک ظن باطل ہے اپنے نفس میں مثل اسکے کہ اپنے آپ کو مستحق اُس رتبہ اور منزلت کا سمجھے کہ جس کا استحقاق اسکو حاصل نہیں اور جب اپنے نقصانوں اور عیبوں پر واقف ہوجائے اور اس بات کو جان لے کہ فضیلت خلقت کے درمیان مشترک ہے تو عُجب سے بے غم ہوجاتا ہے کیونکہ جو شخص کمال اپنا دوسروں کی مددگاری سے حاصل کرے معجب نہیں ہوتا۔اِلّا افتخار وہ فخر کرنا ہے اُن خارجی چیزوں کے سبب سے جو قابل زائل اور دور ہونے کے ہیں اور اُنکی بقا اور ثابتی کی امید قوی نہو کیونکہ اگر مال سے فخر کریں تو اُسکے لوٹے جانے اور تلف ہونے سے بے اندیشہ نہونگے اگر بزرگی نسب سے فخر ہے تو اس فخر کرنے میں وہ شخص صادق ہے جو اُسکے باپ دادا سے کوئی شخص صاحب فضیلت ہوا ہو۔پس جب یہ فرض کریں کہ وہ باپ فاضل اُسکا حاضر ہوکر کہے کہ جس بزرگی اور شرف کا تم دعوی کرتے ہو وہ حق میرا ہے نہ تمہارا اور تمکو اپنی ذات میں کیا فضیلت ہے جو اُس پر تم فخر کرسکو تو اُسکے جواب دینے میں عاجز ہوجائیگا۔کسی شاعر نے اس مضمون کو نظم میں بیان کیا ہے شعر اِن افتخرت بآباءٍ مضو سلفا ؛ قالو صدقت ولکن بیس ما ولدوا۔ اگر تم فخر کرتے ہو باپ دادا پر جو گذر چکے ہیں تو کہتے ہیں کہ راست کہا ہے تمنے الا بُری ہے اولاد اُنکی اور جناب عرفان مآب پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ و سلم کا فرمودہ ہے لاتاتونی بانسابکم واتونی باعمالکم یعنے نہ لاؤ تم میرے پاس اپنی نسبوں کو اور لاؤ تم میرے پاس اعمال اپنے حکایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رؤسائے یونان سے ایک غلام جو حکیم تھا اُس پر افتخار کیا غلام نے کہا کہ اگر موجب فخر تمہارے کا مجھ پر یہ عمدہ جامہ ہے کہ جس سے تمنے اپنے جسم کو آراستہ کیا ہوا ہے تو یہ خوبی جامہ میں ہے نہ تمہاری ذات میں اور اگر موجب فخر کا یہ گھوڑا

ہے کہ جسپر تم سوار ہو تو یہ چالاکی اور فراست گھوڑے میں ہے نہ تمہارے میں
اگر اپنے باپ دادا کی فضیلت کے سبب فخر ہے تو وہ صاحب فضیلت ہوئے نہ
تم جب اِن فضیلتوں سے کوئی فضیلت حق تمہارا نہیں ہے اگر ہر ایک صاحب
فضیلت کا اپنی اپنی فضیلت واپس لے لے بلکہ کسی کی فضیلت نے اُسکی ذات سے
خارج ہوکر تمہاری ذات میں انتقال نہیں کیا تا واپس لینے کی ضرورت پڑے پس
کون ہوئے اور کیا تمہارے میں فضیلت ہے ✦

اور ویسا ہی کہتے ہیں کہ ایک حکیم کسی ایسے دولتمند آدمی کے پاس بیٹھا تھا جو
زینت اور حشمت اور کثرت مال اور سامان سے اُسکو فخر تھا اثنائے گفتگو میں حکیم
نے چاہا کہ لعاب دہن کا کہیں ڈالوں پس و پیش دیکھا کوئی جگہہ لائق تھوک ڈالنے
کے نظر نہ آئی۔ آخر اُس دولتمند صاحب خانہ کے مُنہہ پر تھوک دیا۔ حاضرین نے حکیم
کو عتاب دیا اور ملامت کی حکیم نے کہا کہ مقتضائے ادب کا یہ ہے کہ خسیس
اور قبیح اور خراب جگہہ پر تھوک ڈالا جائے میں نے ہر چند داہیں بائیں نگاہ کی کوئی
جگہہ خسیس اور قبیح زیادہ اس شخص کے مُنہہ سے جو جہل سے متصف ہے
نہ پائی۔ الّا مراد لجاج باعث دور ہونے الفت اور پیدا ہونے مغائرت اور بغض
اور دشمنی کا ہوتا ہے۔ اور جہان کی پائداری اور قیام اُلفت اور محبت کے ساتھ
ہے چنانچہ بعد اسکے تشریح اسکی یگانگی میں مرا اور لجاج اُن امور فاسدہ سے ہوا جو
جو موجب بے انتظامی جہان کا ہیں اور یہ رذیلت جملہ رذائل سے خراب تر ہے
الّا مزاح اگر اعتدال کے مقدار پر اسکو استعمال کریں تو نیک ہے جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم مزاح کرتے تھے اور ہزل نہیں کرتے تھے۔ امیرالمومنین علی رضی اللہ
تعالے عنہ بہت مزاح کیا کرتے تھے۔ اس حد تک کہ لوگ اس بات کا عیب پکڑتے
تھے اور کہتے تھے کہ کاشکے نہوتی مزاح اُنمیں اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ
تعالے عنہ کے ساتھ جو حضرت علی نے مزاح کی تو اُنہوں نے کہا۔ ہذا اخرک الی الرابعۃ
یعنے اسبات نے موخر کیا تمکو چوتھے درجہ پر۔ الّا اسکا حد اعتدال پر قائم رہنا بہت
دشوار ہے اکثر آدمی ارادہ اعتدال کا کرتے ہیں مگر جب اسمیں شروع کرتے ہیں
تو حد اعتدال سے متجاوز ہوکر موجب وحشت کا ہوجاتا ہے اور غصہ دلی کو ظاہر
کرتا ہے اور دلوں میں دشمنی محکم کردیتا ہے پس خوش طبعی اور مزاح کرنی اُسکے
حق میں جو اندازہ اعتدال کا نگاہ نرکھ سکے خطرناک ہے کیونکہ کہتے ہیں رب جد جرہ اللعب
یعنے بہت جنگ لہو و بازی سے برپا ہوجاتے ہیں **مصرع** صد بشے بود مایہ کارزار ۰۰

اِلّا تکبر عجب کے ساتھ قریب تر ہے اسقدر فرق ہے کہ معجب آدمی اپنے نفس کے
ساتھ دروغ کہتا ہے بسبب اُس گمان کے جو اُسکے نفس میں متمکن ہے۔ اور متکبر
دوسروں کے ساتھ دروغ گوئی کرتا ہے اگرچہ اُس گمان سے خالی ہوتا ہے۔ علاج
تکبر کا قریب علاج عجب کے ہے۔ اِلّا استہزا۔ یہ افعال بیباک اور مسخرہ پن لوگوں کے
ہیں وہ شخص ہر اقدام کرتا ہے کہ ایسی باتوں کے تحمل کرنے سے اندیشہ نہیں رکھتا اور
ذلت اور حقارت اور دیگر ایسے رذایل پر مرتکب ہونا جو موجب یعنی دولتمندوں کا
ہو وسیلہ معاش اپنی کا جانتا ہے جو شخص شرافت اور فضیلت سے موصوف ہوگا
عزت اور نفس اپنے کو عزیز اور بلند رکھے گا اِس امر سے جو کسی ذلت میں مبتلا
کرے اگرچہ معاوضہ اُسکے میں مال اور زر مقابلہ خزانہ پادشاہی کے اُسکو دیں۔ اِلّا
غدر کے بہت قسم ہیں۔ کیونکہ وہ مال اور جاہ اور دوستی اور ہوشیاری وغیرہ سب
میں واقع ہوتا ہے کسی وجہ پر وجوہات سے ایسے شخص کے نزدیک جو تھوڑا سا بھی
پایہ انسانیت کا رکھتا ہو غدر نیک نہیں ہے۔ اسی سبب سے کوئی شخص اس کا
مقر نہیں ہوتا۔ یہ خصلت ترکوں میں دیگر خلقت کی نسبت سے زیادہ تر ہوتی ہے
اور وفا جو ضد غدر کی ہے روم اور حبش میں زیادہ تر ہے۔ رذالت اور بدی غدر
کی تشریح اور بیان سے زیادہ ہے۔ اِلّا ضیم۔ وہ غیر شخص کے واسطے تحمل اور برداشت
کرنے ظلم کے تکلیف دینی ہے بدلہ اور انتقام کے طور پر قباحت اسکی ظلم اور مظلومی
کی قباحت سے جو بیان کی گئی ہے معلوم ہوجاتی ہے۔ اور عقلمند کو بدلہ اور انتقام
لینے پر اقدام کرنا نہ چاہیے جب تک اس بات کو نجانے کہ درصورت نہ بدلہ لینے کے
ضرر عظیم واقع ہوگا اور یہ امر مشورہ عقل اور تدبیر رائے سے ہوتا ہے اور یہ حالت
بعد حاصل ہونے فضیلت حلم کے حاصل ہوسکتی ہے۔ اِلّا طلب کرنا اُن نفیس چیزوں کا
جو موجب جھگڑے اور تنازع کا ہوں خطرۂ عظیم پر مشتمل ہے اُن لوگوں کے حق میں
جو دولت اور مال میں قدرت وسیع رکھتے ہیں تا اوسط درجہ کے لوگوں کا کیا حساب سمجھا جائے۔ کیونکہ
جس پادشاہ کے خزانہ میں کوئی تحقیق نفیس یا جوہر شریف ہوگا وہ محل تلف یعنی اور اُس افسوس کے
عاید ہونیکے مقام میں ہے جو اُسکے تلف ہونیسے لازم ہوتا ہے اور طبیعت اس عالم کون و فساد کی جو متغیر کرنے
اور فاسد کرنے چیزوں پر مقدر ہے راضی اور خوش نہیں ہوتی۔ گرد وارد کرنے آفات
سے اوپر حال اقسام مرکبات کے اور جب بادشاہ گم ہونے کسی چیز عزیز الوجود اور کمیاب
میں مبتلا ہوجائے تو جو حالت مصیبت زدہ لوگوں کی ہوتی ہے اُسکے حال پر ظاہر ہوجائیگی
اور دوست اور دشمن کو پادشاہ کے عجز اور غم پر واقفیت ہوگی اور ضرورت اور احتیاج

اُسکی مثل اُس چیز کے طلب کرنے میں عیان ہوگی پس وقار اور عزت اور خوف اُسکا لوگوں کے دلوں میں کم ہوجائیگا۔ **حکایت** کرتے ہیں کہ ایک قبہ بلوریں نہایت صفا اور پاکیزہ اور بہت عمدہ تراشیدہ اور مدور اور اکثر خطوط اور تصاویر نہایت باریک کاریگری اور کمال دانائی سے اُسمیں بنائی ہوئی تھیں اور نہایت عمدہ نقش اور خط اُسمیں منقوش تھے بطور ہدیہ کے ایک پادشاہ کی خدمت میں لے گئے جب بادشاہ کی نظر اُسپر پڑی اُسکی خوبی سے نہایت متعجب ہوا اور فرمایا کہ خزانہ خاص میں رکھا جائے ہروقت اُسکے معائنہ سے خوش اور محظوظ ہوتا تھوڑے عرصہ میں گردش زمانہ کی تاثیر سے وہ تلف ہوگیا اسقدر غم اور افسوس بادشاہ کے دل پر وارد ہوا کہ تدبیر ملک اور توجہ امور سلطنت اور دربار کرنے سے عاجز ہوگیا ارکان سلطنت اور ملازمان شاہی نے مثل اُس قبۂ بلوریں کے طلب اور جستجو میں بہت سعی اور جہد کی جب کسی صورت سے مثل اُسکے دستیاب نہوا تو عدم دستیاب ہونا اُسکا موجب دوچنداں ہونے غم اور افسوس پادشاہ کا ہوا اس نوبت تک کہ بے اختیار اور بے حواس ہوئے بادشاہ کا اندیشہ پیدا ہوا۔ جب پادشاہونکا یہ حال ہو تو اوسط درجہ کے لوگ اگر کسی عجایب متاع پر یا کسی بیش بہا موتی یا جوہر شریف یا کسی جامۂ فاخرہ یا گھوڑے تیز رو یا کنیزک صاحب جمال پر متصرف اور قابض ہوجائیں تو البتہ زبردست اور سرکش لوگ اُسکے طامع اور خواہاں ہوجاتے ہیں اگر اُنکو دیدیں تو غم اور افسوس میں مبتلا رہیں اگر اُنکے طمع اور خواہش کی مخالفت کریں تو اپنے آپ کو ہلاکی میں ڈالیں۔

الّا اگر ابتدا رہی میں ایسی عمدہ چیزوں کے حاصل کرنے کی رغبت نرکھیں تو ایسی آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ اور بیغم رہیں باوجود اسکے اقسام جواہر نفیس مثل لعل اور یاقوت وغیرہ کا تلف ہوجانا بہت وجہ مکر اور فریب اور چوری وغیرہ سے وقوع میں آتا ہے اور اُسکے وجود سے انتفاع اور رفع ضرورت کا فی الحال میسر نہیں ہوتا خصوصاً جو مالک اُسکے کو ضرورت درپیش ہو اور خواہشمند تجارت کا ہو۔ اور ایسا بہت وقوع میں آیا ہے کہ بڑے بڑے بادشاہوں کو وقت خالی ہوجانے خزانوں اور اتفاق مصارف کثیرکے جواہرات بیش قیمت اور بے مثل کے فروخت کرنے کی حاجت پڑی ہے جب اُنکو قیمت برابر یا اضافہ سے بیچ کرنا چاہا ہے اور تجار اور دلالوں کے ہاتھ دیا ہے ایسا کوئی شخص پیدا نہیں ہوا جو اُنکی برابر قیمت یا قریب اس قیمت کے سرمایہ پر قادر ہو اگر کوئی شخص اُس قدر دولت پر

قدرت بھی رکھتا ہو اُس حالت میں اقرار کرنے اس قدر جمعیت سرمایہ سو اندیشہ ناک
ہو کر اعتبار نہیں رکھتا حاصل اسکا سوائے اس بات کے کہ عام لوگ عجز اور
احتیاج اُس شخص کے پر واقفیت پاویں اور کچھ نہیں ہے - اور اہل تجارت اگر ایسی
چیزوں کی رغبت کریں تو امن اور فراغت کی حالت میں نقصان اور زیان
سے بے اندیشہ نہیں ہوتے کیونکہ طالب اور خواہان اس قسم کی چیزوں کے سلاطین
مغرور کثیر المال اور فارغ البال ہوتے ہیں اور وجود ایسے سلاطین کا جو فارغ البال
ہوں بہت کم ہے اور حالت تشویش اور اندیشہ میں خود جان اہل تجارت کی ہتلکہ
اور خطرہ میں پڑی ہوئی ہوتی ہے یہ ہیں موجبات غضب کے. علاج اسکا جو شخص
شرط عدالت کی نگاہ رکھے اور اس خلق کو ملکہ نفس کا بنالے علاج غضب کا اُسپر
آسان ہوتا ہے کیونکہ غضب جور ہے حد اعتدال سے افراط کی جانب تجاوز ہے
اور لایق نہیں کہ اسکو اوصاف جمیلہ سے صفت کریں مثل اُن لوگوں کے جو یہ
گمان کرتے ہیں کہ نہایت غضب کا علامت کمال مردانگی کا ہے اور اسکو فاسد
خیال سے شجاعت تصور کرتے ہیں - کیونکہ اُس خلق کو فضیلت کے ساتھ نسبت
کر سکیں کہ جسکے سبب افعال قبیح صادر ہوں مثل ظلم کرنے کے اپنے نفس پر اور دوستوں
اور متعلقوں اور غلاموں اور خدمت گاروں اور عیال کے حال پر اور صاحب اس
خصلت کا ہمیشہ اِن لوگوں کو عذاب سے تکلیف دیتا ہے نہ انکے افعالوں سے
درگذر کرتا ہے اور نہ انکے عجز پر اُسکو رحم آتا ہے اور نہ عذر انکا قبول کرتا ہے
بلکہ تھوڑی تھوڑی باتوں پر بدگوئی اور مارپیٹ کرتا ہے جسقدر یہ لوگ گناہ ناکردہ
پر اقرار کرتے ہیں اور عجز اور فرمانبرداری میں کوشش کرتے ہیں تا کسی طرح
سے اسکا غصہ فرو ہووے اور شر اسکا تسکین پکڑے اُسی قدر وہ شخص ناہموار
اور حرکات بیجا اور ایذا دینے انکے میں مبالغہ زیادہ کرتا ہے - اگر بدی جوہر
غضب کی زیادتی مقدار کے ساتھ منضم ہوجاوے تو اس حد سے گذر کر چارپایہ
بے زبانوں اور جمادات پر مثل ظروف وغیرہ متاع و اسباب پر بھی معاملہ غلیظ لاتا
ہے اور قصد مارنے گدھے اور بیل اور قتل کرنے کبوتروں اور بلیوں کا کرتا ہے
وہ غصہ میں آلات اور ادوات کو توڑ دیتا ہے منجملہ اِس جماعت سے بہت ایسے
ہیں جو غلبہ تہور سے نامزد ہیں وہ بادل اور ہوا اور بارش پر جو موافق اُنکی مرضی
نہو غصہ اور سختی کرتے ہیں اور اگر قط قلم کا موافق ارادہ انکے کے نہ لکھے یا تالا
سے نہ کھلے تو اُنکو توڑ دیتے ہیں اور دانتوں میں چبا لیتے ہیں

اور گالوں اور نہ لائق باتوں سے زبان کو آلودہ کرتے ہیں۔ اور سلاطین متقدمین
سے ایک پادشاہ کا ذکر ہے کہ جب جہاز اور کشتیاں اُسکے سفر دریائی سے دیر کے ساتھ
پہنچتیں تو از راہ دیوانگی دریائے پر غصے ہوتا اور دریا ہے کو اس امر کی سیاست
دیتا کہ پانی تیرا باہر پھینک کر یہاں پہاڑ بلند بنائے جائینگے +

اُستاد ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ہمارے زمانہ کے کمینوں سے ایک شخص
جب رات کو چاند کی چاندنی میں سویا کرتا تو بیمار ہوجاتا اس سبب سے چاند پر غصے
ہوتا اور بدگوئی اور گالی دینے پر زبان دراز کرتا اور شعروں میں ہجو کرتا۔ چاند کی
نسبت ہجو کرنی اُسکی مشہور ہے۔ الغرض ایسے افعال باوجود کثرت قباحت کے
موجب ہنسی کا ہیں اور اہل ان افعالوں کا مستحق مسخری کا ہے۔ نہ تعریف مردانگی
کا اور لائق مذمت اور فضیحت کے ہے نہ عزت اور بزرگی کے۔ اگر فکر کیا جائے
تو یہ قسم عورتوں اور لڑکوں اور بڈھوں اور بیماروں میں نسبت مردوں اور
جوانوں اور تندرستوں کے زیادہ تر ہوتا ہے۔ اور رذیلت غضب کی حرص کی رذیلت
سے بھی جو ضد اُسکی ہے پیدا ہوجاتی ہے کیونکہ اہل حرص جب مرغوب چیز اپنی سے
محروم رہتا ہے تو غصہ میں گرفتار ہوجاتا ہے اور جو لوگ ترتیب اور طیاری اُس
چیز میں مامور ہوتے ہیں مثل عورتوں اور خدمتگاروں وغیرہ سے آمیز غصے
ہوتا ہے۔ بخیل آدمی کا مال اکثر ضایع ہوجاوے تو وہ بھی دوستوں اور ہمنشینوں
کے ساتھ یہ ہی معاملہ کرتا ہے اور نیک آدمیوں پر تہمت لگاتا ہے۔ ثمرہ ان خصلتوں
کا سوائے معدوم ہوجانے دوستوں اور نصیحت کرنے والوں کے اور پشیمانی شرم
اور ملامت سخت کے اَور کچھ نہیں ہوتا اور اہل ان خصلتوں کا لذت اور خوشی سے
محروم رہتا ہے ہمیشہ عیش اُسکا منغص اور عمر اُسکی ناگوار ہوتی ہے اور وہ شخص
خصلت شقاوت سے موصوف ہوتا ہے۔ اور اہل شجاعت اور مردانگی جب حلم
کی فضیلت سے اس عادت پر قہر کرے اور علم کے ذریعہ سے موجبات ان خصائل
سے روگردانی کرے تو جس امر میں خواہ عفو کرنے اور درگذر کرنے خواہ مواخذہ اور
انتقام لینے میں عمل کرے گا سیرت عقل کو ملحوظ رکھیگا اور شرط عدالت کو جو باعث
اعتدال کا ہے نگاہ رکھے گا۔ سکندر اعظم سے حکایت کرتے ہیں کہ ایک کمینہ نے
اُسکے نقص اور عیب بیان کرنے میں زبان دراز کی ملازمان خاص سے ایک
نے کہا کہ اگر پادشاہ واسطے عذاب کرنے اسکے کی حکم دے تو اس فعل سے
باز آئیگا اور دوسروں کو عبرت ہوگی سلطان سکندر نے کہا کہ یہ امر عقل سے

بعید ہے کیونکہ اگر بعد عقوبت کرنے کے زیادہ دلیر ہوجائے اور اظہار و افشاء میرے معایب میں زیادہ تر مشغول ہو تو گویا مدد زبان درازی کی میری طرف سے اسکو پہنچی اور اُسکے واسطے لوگوں کے نزدیک عذر بنجائیگا۔ایک روز ایک سرکش آدمی کو جو سلطان سکندر پر اُسنے خروج کیا تہا اور فتنہ اور فساد بہت سا برپا کیا قید کرکے لائے سکندر نے عفو کا حکم دیا ایک نے وزیروں میں سے نہایت غصہ سے کہا کہ اگر میں تمہارے منصب پر فائز ہوتا تو اسکو قتل کرتا۔سکندر نے کہا پس جب میں مثل تمہارے نہیں ہوں اسکو ہلاک کرنا نہیں چاہتا۔بڑے موجبات غضب کے جو جملہ امراض نفسانی سے عظیم تر ہیں یہ ہیں۔جب موجبات اس مرض کو منقطع کیا جائے تو عوارض اور لواحق اُسکے کا دفع کرنا آسان ہے کیونکہ عقل کو فضیلت حلم کے اختیار کرنے میں اور بدلہ اور پاداش لینے یا درگذر کرنے میں جیساکہ مصلحت ہو اچھی طرح نظر اور فکر کرنے کی مجال حاصل ہوجاتی ہے واللہ الموفق والمعین۔ علاج بددلی کا۔جب ایک ضد کا علم موجب حصول علم ضد دوسرے کا ہوجاتا ہے اور ہمنے بیان کیا ہے کہ غضب ضد بددلی کی ہے کیونکہ غضب حرکت کرنی نفس کی ہے براہ خواہش بدلہ لینے کے۔پس جبن سکون کرنا نفس کا ہے اُس مقام میں جہاں حرکت کرنی مناسب ہو۔بسبب باطل ہونے خواہش بدلہ لینے کے اور عوارض اور لواحق اس مرض کے چند چیزیں ہیں پہلا مہانت نفس۔ دوسرا بدی عیش۔تیسرا طمع فاسد۔خسیس لوگوں وغیرہ مثل عیال و اطفال و اہل معاملات کے۔چوتھا کم ثباتی کاموں میں۔پانچواں سُستی اور محبت آرام طلبی کی جو موجب بہت رذیلتوں کا ہو۔چھٹا قادر ہونا ظالموں کا ظلم کرنے پر ساتواں اُن فضیحتوں پر راضی ہونا جو اسکی ذات اور عیال اور مال میں واقع ہوں آٹھواں سُننا قبیح اور فاحش باتوں کا مثل دشنام وغیرہ کے۔نانواں اُن باتوں سے ننگ نرکھنا جو موجب ہتک عزت اور ناموس کا ہوں۔دسواں کاموں میں التواء واقع ہونا۔علاج اس مرض اور اعراض اسکی کا دور کرنے سبب سے ہوتا ہے جیساکہ ہمنے غضب میں بیان کیا اور وہ اس طرح پر ہوتا ہے کہ نفس کو نقصان پر آگاہ کرے اور جو امور کہ موجبات غضب کے ہیں اُنپر نفس کو تحریک کرے کیونکہ کوئی آدمی غضب سے خالی نہیں ہوتا الّا جب قوت غضبی ناقص اور ضعیف ہو۔تو تحریک متواتر سے مثل آگ کے قوت پکڑ جاتی ہے اور نہایت سوزاں اور مشتعل ہوجاتی ہے۔ بعض حکماء سے روایت کرتے ہیں کہ وہ خوفناک مقاموں اور معرکہ کی لڑائیوں میں جاتے اور اپنے آپ کو خطرناک محلوں میں ڈالتے اور وقت طغیانی دریا سے

کے کشتی میں بیٹھتے تا فضیلت ثبات اور صبر کی حاصل کریں اور رذیلت سستی اور
لوازمات اُسکے سے پرہیز کریں اور تحریک قوت غضبی کی جو شجاعت فضیلت اِس
قوت کی ہے عمل میں لائیں اور ہر باب میں اُس کسی کے ساتھ خصومت اور جھگڑا
کرنا اختیار کریں جنکی خصومت سے کچھ اندیشہ ہو تا نفس طرف اور کنارہ سے وسط
کی جانب حرکت کرے جب اپنی ذات میں فکر کرنے سے معلوم کریں کہ حد وسط کے
قریب پہنچ گیا ہے تو مناسب ہے کہ تجاوز نہ کریں تا جانب مخالف پہ مایل ہوجائے
واللہ اعلم بالصواب ؛

علاج خوف - خوف اُس شے مکروہ اور اندیشہ ناک کے توقع اور انتظار سے پیدا
ہوتا ہے کہ نفس اوپر دفع کرنے اُسکے کے قادر نہیں ہوتا اور توقع اور انتظاری اُن
حادث کی ہوتی ہے جنکا وجود زمانہ مستقبل میں ہو اور یہ حادثہ یا بڑے بڑے
امور سے ہوگا یا سہل امور سے اور دونوں تقدیر پر وہ حادثہ یا ضروری
ہوگا یا ممکن اور ممکن کے لئے باعث اُس حادثہ کا فعل اِس شخص کا ہے یا غیر
کا اور کسی قسم میں ان اقسام سے خوف کرنا مقتضائے عقل کا نہیں پس عقلمند
کو لایق نہیں کہ کسی چیز سے منجملہ اِن موجبات کے خایف ہووے بیان اسکا
اس طرح پر ہے کہ جو امر ضروری ہے جب جانے کہ دفع کرنا اُسکا طاقت اور اختیار
بشر سے خارج ہے تو جاننا چاہئے کہ اُس امر میں خوف کرنا سوائے اسکے کہ جلدی
سے بلا اور محنت کو اپنی طرف کھینچا جائے فائدہ نہیں رکھتا اور اُس قدر عمر
جو اُس خوفناک امر کے وقوع سے پہلے ہے اگر خوف اور اندیشہ اور بیقراری اور
رنج میں منغص کرے تو تدبیر مصلحت دنیاوی اور تحصیل سعادت ابدی سے
محروم رہیگا اور زیان دنیا کا وبال عاقبت کے ساتھ جمع کرکے بدبخت دو جہانی
ہوجائیگا اور جب اپنے آپ کو تسلی اور تسکین دیکر جو امور ضروری ہونے والے
ہیں اُنپر دل شاد ہوجائے ہم دنیا میں سلامتی پائیگا اور ہم آخرت کی تدبیر کریگا
اور وہ حادثہ جو ممکن ہے اگر سبب اُسکا فعل اس شخص کا ہے جو خوف سے نامزد
ہے چاہئے کہ اپنے دل میں فکر کرے کہ معنے ممکن کے یہ ہیں کہ ہم وجود اُسکا
جائز ہو اور ہم عدم اُسکا پس یقین کرنا وقوع اُس امر اندیشہ ناک کا اور مبتلا ہونا
خوف میں سوائے جلدی حاصل کرنے الم اور درد کے فایدہ نہیں رکھتا اور وہ
ہی لازم آتا ہے جو قسم گذشتہ میں بیان کیا گیا۔ اِلا اگر ظن نیک اور امید قوی
اور ترک اندیشہ کے ساتھ جو امور ضروری الوقوع نہیں ہیں اُنمیں خوش عیش رہے

امور دینی اور دنیاوی میں قیام کرسکتا ہے۔ اور اگر سبب اُس حادثہ کا فعل اسی شخص کا ہے تو چاہئے کہ بد اختیاری اور خیانت اپنے نفس سے احتراز کرے جن کاموں کی عاقبت اور انجام بد ہے اُنپر اقدام نہ کرے کیونکہ قبیح امور پر ارتکاب کرنا اُس شخص کا فعل ہوتا ہے جو معنے ممکن سے بیخبر ہووے اور جو شخص یہ جانے کہ ظاہر ہونا اُس امر قبیح کا کہ موجب خرابی کا ہے امکان رکھتا ہے اور جب ظاہر ہوگا تو مؤاخذہ اور گرفت اُس امر کی بابت ممکن ہے اور جو چیز ممکن ہوتی ہے وقوع اُسکا تعجب نہیں رکھتا تو ضرور اُسپر اقدام نہیں کریگا پس سبب خوف کا پہلی قسم میں یہ ہے کہ ممکن پر حکم وجوب کا کرے اور دوسری قسم میں ممکن پر حکم محال کا کرے اگر شرط ہرایک کی اپنے موقع پر اعتبار کرے تو اُس دونوں قسم خوف سے سلامت رہے واللہ اعلم ٭

علاج خوف مرگ۔ جب خوف مرگ کا جمیع خوفوں سے سخت تر اور عام تر ہے تو اس باب میں بخوبی گفتگو کرنے کی ضرورت پڑی ٭ ہم بیان کرتے ہیں کہ خوف مرگ کا خاص اُس شخص کو ہوتا ہے جو نہیں جانتا کہ مرگ کیا ہے یا نہیں جانتا کہ رجوع کرنا نفس کا کہانتک ہے یا ظن کرتا ہے کہ شکستہ ہونے اجزای بدن اور باطل ہونے ترکیب جسم اُسکے سے معدوم ہونا ذات اُسکی کا لازم آویگا تا جہان موجود رہیگا اور وہ اُسکے حال سے بیخبر ہوگا یا ظن کرتا ہے کہ درد اور رنج موت کا بہ نسبت درد اور الم اُن امراض کے جو موجب موت کا ہوں زیادہ تر ہوگا یا جو عذاب کہ موت سے بعد ہوتا ہے اُس سے خوف کرتا ہے یا حیران ہے اور نہیں جانتا کہ حال اُسکا بعد از مرگ کس طرح پر ہوگا یا مال اور اولاد جو اُس سے پیچھے رہ جائیگی اُس سے تاسف کرتا ہے اکثر یہ ظن باطل اور بے حقیقت ہوتے ہیں اور موجب اُسکا جہل محض ہے بیان اُسکا اسطرح پر ہے کہ جو شخص معنے مرگ کے نہیں جانتا چاہئے کہ جانے کہ مرگ اس امر سے مراد ہے کہ نفس آلات بدنی کو استعمال نہ کرے مثل اُسکے کہ کوئی صاحب صناعت یا کاریگر اپنے آلات اور ہتھیاروں کو استعمال میں نہ لاوے جیسا کہ کتب حکمت میں بیان ہے اور ہمنے ابتدائے کتاب میں اُن معنوں کی طرف اشارہ کیا ہے معلوم کرے کہ نفس ایک جوہر باقی رہنے والا ہے جو شکستہ ہونے بدن سے فانی اور معدوم نہیں ہوتا الا اگر خوف اُس کا مرگ سے اس سبب سے ہے جو محل رجوع نفس کا نہیں جانتا کہ کہانتک ہے پس خوف اُسکا اپنے جہل سے ہوا نہ مرگ سے اور اسی جہل کے خوف نے علماء و حکماء

کو اوپر سختی طلب کرنے علم کے برانگیختہ کیا ہے اور انہوں نے جسمانی لذتوں اور بدنی
راحتوں کو ترک کرکے بے خوابی اور رنج کو اختیار کیا تا رنج اس جہل اور محنت اس
خوف سے سلامتی پائے ۔ جب راحت حقیقی یہ ہے کہ رنج بدنی سے رہائی
حاصل کریں اور رنج حقیقی جہل ہے پس راحت حقیقی علم ہوا اور اہل علم کو وہ راحت
اور خوشی علم سے حاصل ہوتی ہے جو دنیا اور جو چیز دنیا میں ہے سب اُنکی نظر
میں حقیر اور بے رتبہ دکھلائی دیتی ہے جب بقاے ابدی اور دوام سرمدی اُس
راحت سے پائی ہے جو علم سے حاصل کی ہے اور جلدی زائل ہوجانا اور انتقال
پکڑنا اور فانی ہونا اور کم پائداری اور کثرت غم اور فکروں کے اور بہت طرح کی سختیں
امور دنیاوی میں ہوتی ہیں پس ضروری مقدار پر قناعت کرکے زیادتی عیش سے
دل اُٹھائے کیونکہ زیادتی عیش کی کوئی نہایت نہیں جو زیادہ اُسکے کوئی درجہ ہو
اور حقیقت میں مرگ یہ ہی ہے حرص ہے نہ وہ کہ جس سے خوف کرتے ہیں
اور اسی سبب سے حکمار کا مقولہ ہے کہ مرگ دو قسم پر ہے ایک ارادی دوسری
طبعی اور اسیطرح حیات کی دو قسم ہیں ۔ موت ارادی دور کرنے شہوات اور
خواہشوں سے مراد ہے اور ترک کرنا شہواتی شغلونکا ۔ اور موت طبعی مفارقت
کرنا نفس کا بدن سے اور حیات ارادی حیات فانی دنیاوی جو مشروط ہے
ساتھ کہانے پینے کے ۔ اور حیات طبعی ہمیشگی بقا اور سرور دائمی ہے ۔ حکیم افلاطون
کا مقولہ ہے مت بالارادۃ تحیی بالطبیعۃ ۔ یعنے مرو ارادہ سے اور زندہ رہو
طبیعت سے ۔ اور حکماے صوفیہ کا قول ہے موتوا قبل ان تموتوا یعنے مرو تم پہلے
اس سے جو موت وارد ہو ۔ پھر جو شخص موت طبعی سے اندیشہ ناک ہو تو گویا
لازم ذات اور تمام ماہیت اپنی سے خوف کرنے والا ہوا کیونکہ انسان زندہ ناطق
مائت ہے ۔ پس مائت کہ ایک جزو اُسکی ہے تمام ماہیت ہوئی اس سے کونسی
جہالت زیادہ ہوگی کہ حیات کو فنا سمجھے اور تمام ہونے کو نقصان تصور کرے عقلمند
کو چاہئے کہ نقصان سے پرہیز کرے اور کمال کے ساتھ الفت رکھے اور ہمیشہ
طالب اُس چیز کا ہو جو وہ اسکو تام اور شریف اور باقی رہنے والا کردے اور
قید اور بند طبیعت سے آزاد کردے اور اس امرکو جانے کہ جب جوہر شریف
الٰہی جوہر کثیف تاریک سے صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ خلاصی پاوے نہ وہ
خلاصی جو آلودہ کدورت کی ہو ۔ پس سعادت اپنی پر فتحمند ہوجاتا ہے اور عالم
بالا اور قرب الٰہی اور صحبت ارواح پاکان کے مرتبہ کو فائز ہوجاتا ہے اور مخالف

چیزوں اور آفتوں سے خلاصی پاتا ہے۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ بجنت
وہ شخص ہے کہ جسکا نفس پہلے مفارقت کرنے بدن سے آلات جسمانی اور
لذائذ نفسانی کیطرف مائل اور مشتاق ہو اور اُنکی مفارقت سے اسکو اندیشہ
ہو کیونکہ ایسا شخص اپنے اصلی مقام سے نہایت بعد اور دوری میں ہوتا ہے اور
اُس منزل کی طرف متوجہ ہوتا ہے جہاں زیادہ تر تکلیف اُٹھائے۔ اِلّا جو شخص
مرگ سے بباعث تصور درد اور رنج حالت موت کے خوف کرے علاج اُسکا یہ
ہے کہ وہ اس تصور اور گمان کو کاذب اور دروغ جانے کیونکہ درد زندہ شے کو
ہوتا ہے اور زندہ اثر قبول کرنے والا نفس کا ہوسکتا ہے اور جب جسم میں اثر
نفس کا نہوگا اُسکو ادراک درد اور الم کا نہیں ہوتا کیونکہ ادراک الم کا نفس
کے وسیلہ سے ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ موت وہ حالت ہے کہ اُسکے ہونے سے
بدن کو ادراک الم کا نہیں ہوتا اور اُس سے درد نہیں پہنچتا کیونکہ جس چیز کے
ذریعہ سے درد پہنچتا ہے وہ اس سے علحدہ ہوگئی ہے جو شخص اُس عذاب
سے جو بعد موت کے ہوتا ہے خوفناک ہے وہ موت سے خوف نہیں کرتا بلکہ
عذاب سے ڈرتا ہے اور عذاب اُس چیز پر ہوتا ہے جو باقی رہنے والی ہو۔
پس وہ شخص اس بات کا معترف اور مقر ہوا کہ بعد موت کے کوئی چیز اپنی
ذات سے باقی رہتی ہے اور نیز گناہ اور برائیوں پر کہ جنکے سبب مستحق عذاب
کا ہوتا ہے مقر ہوا جب ایسا ہوا تو خوف اُسکا اپنے گناہوں سے ہوا نہ موت
سے پس چاہئے کہ گناہ نہ کرے اور ہم بیان کرچکے ہیں کہ موجب ارتکاب گناہونکا
خراب عادتیں جو نفس میں پیدا ہوجاتیں ہوتی ہیں اور ہدایت کی ہے ہمنے
واسطے دور کرنے آثار اُن عادتوں کے۔ پس اس باب میں جو چیز ڈرانے والی
ہے اُسکا کچھ اثر و دخل نہیں ہے اور جس چیز کا خوف دینے میں دخل ہے اُس
سے غافل اور جاہل ہے اور علاج جہل کا علم ہے۔ اور اسی طرح پر ہے حال اُس
شخص کا جو نہیں جانتا کہ بعد موت کے حال اسکا کس طرح پر ہوگا کیونکہ جب شخص
نے کسی حالت کا حالات بعد مرگ سے اقرار کیا اُسنے بقا کا اقرار کیا اور جب کہتا ہے
کہ نہیں معلوم کہ وہ کیا حالت ہے تو جہل کا اقرار کیا اور علاج اُسکا بھی علم ہے
تا جب اُسکو یقین حاصل ہوجائیگا خوف اُسکا دور ہوگا۔ اِلّا جو شخص پس اندگان
عیال و اولاد اور مال و ملک سے خوف اور تاسف کرتا ہے چاہئے کہ اس بات
کو سمجھے کہ حزن جلدی طلب کرنا الم اور درد کا ہے اُس چیز پر کہ جسمیں حزن

اور غم کچھ فائدہ نہیں رکھتا علاج حزن کا بعد اسکے ہم بیان کرینگے۔ بعد اظہار اس مقدمہ کے ہم بیان کرتے ہیں کہ آدمی منجملہ کائنات سے ہے اور علم فلسفہ میں یہ بات مقرر ہے کہ ہر کائن فاسد ہوجاتا ہے۔ پس جو شخص فاسد ہونا نہیں چاہتا تو کائن ہونا بھی نہیں چاہتا اور جو شخص کائن ہونا چاہے اپنی ذات کا فساد چاہنے والا ہوا۔ پس فساد نہ چاہنا اسکا فساد چاہنا اسکا ہوا اور کون چاہنا اسکا کون نہ چاہنا اسکا ہوا اور یہ محال ہے اور عقلمند محال امر کی طرف التفات نہیں کرتا۔ اگر پچھلے بزرگ اور باپ دادا ہمارے فوت نہوتے تو ہمارے موجود ہونے کی نوبت نہ پہونچتی کیونکہ اگر بقا ممکن ہوتا تو جو لوگ پہلے ہم سے گذر چکے ہیں انکا بقا بھی ممکن ہوتا اگر تمام آدمی جو وجود میں آچکے ہیں باوجود توالد اور تناسل کے باقی اور زندہ ہوتے تو زمین میں گنجایش نہ رہتی۔ استاد ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ایک تقریر روشن کی ہے کہتا ہے کہ ہم فرض کریں کہ ایک آدمی بزرگان سلف سے جسکی اولاد اور فرزند مشہور اور معروف ہوں مثل حضرت جناب امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کے اپنی اولاد اور فرزندوں کے ساتھ جو اُنکے عہد میں اور بعد وفات اُنکی کے اس چارسو برس کی مدت میں پیدا ہوئے ہیں تمام زندہ ہوتے تو ضرور شمار انکا ایک کروڑ سے زیادہ ہوتا کیونکہ جو لوگ اولاد جناب ممدوح سے باقیماندہ اب جہان میں متفرق طور پر موجود ہیں باوصف اسکے کہ اس خاندان عالیہ میں بہت دفعہ بڑے بڑے معرکوں میں قتل ہونے اور تلف ہونے کا اتفاق پڑا قریب دو لاکھ آدمی کے ہوگا جب پچھلے زمانہ کے لوگ اور وہ لڑکے جو ماں کے شکم سے جدا ہوگئے ہیں تمام اسکے ساتھ جمع کئے جاویں تو خیال کرنا چاہئے کہ شمار انکا کس قدر ہوگا اور جو شخص جو ہم عہد حضرت موصوف کے ہوئے ہیں اس چارسو برس کی مدت میں بھی قیاس اُنکی اولاد کا کرکے تعداد مذکورہ میں اضافہ کرنا چاہئے تا معلوم ہوجائے کہ اگر چارسو برس کی مدت میں موت خلقت میں سے دور ہوجائے اور توالد اور تناسل بدستور قائم رہے تو تعداد آدمیونکا کس غائت تک پہنچے اگر ان چارسو برس کو دوچندان کیا جائے تو دوچنداں ہونا اس خلقت کا مثل دوچند ہونے شطرنج کے خانوں کے اندازہ ضبط اور بیان سے متجاوز ہوجائیگا اور وسعت اور فراخی ربع مسکون کی جو اہل پیمایش کے نزدیک محدود اور معین ہے جب اس جماعت پر تقسیم کیجئے تو حصہ ہر ایک کا اسقدر ہوسکے کہ صرف قدم رکھکر کھڑے ہوں تا اگر تمام خلقت

ہاتھ اٹھاکر اور سیدھے کھڑے ہوکر اور آپسمیں ملکر کھڑے ہونا چاہیں تو زمین کی سطح پر گنجایش نہ کریگی تا سونے اور بیٹھنے اور حرکت کرنے کی کیا گنجایش ہے اور کوئی مکان واسطے عمارت اور زراعت اور دفع کرنے فضلہ کے خالی نرہیگا یہ حالت تھوڑی مدت میں واقع ہوجائے پس کس طرح سے ہوسکے کہ ایک زمانہ دراز کے گذرنے سے اور زیادتی بیشمار کے ہونے سے اسی طریق پر ایک دوسرے کے سر پر بیٹھیں۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ہمیشہ زندہ رہنے کی آرزو کرنی اور موت فوت کو مکروہ سمجھنا جاہلوں کے خیالات اور احمقوں کے محالات میں سے ہے عقلمند اور اہل دانش اپنے دلوں کو اس قسم کے فکروں سے پاک رکھتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ حکمت کامل اور عدل شامل الٰہی نے جس چیز کو از روئے مصلحت بنایا ہے اُس میں کسی بات کی زیادتی کا امکان نہیں ہے اور وجود آدمی کا اس وضع اور صورت پر وہ وجود ہے کہ ماسوائے اسکے کوئی ہیئت اور غائت مقصود نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ موت کچھ قبیح امر نہیں ہے جیساکہ عام لوگ تصور کرتے ہیں۔ بلکہ مذموم وہ خوف ہے جو جہل سے لازم آتا ہے۔ الّا اگر کوئی شخص ضروری ہونے موت سے آگاہ ہووے اور ہمیشہ باقی رہنے کی آرزو نہ کرے لیکن نہایت امید سے دراز ہونے عمر کے واسطے جہانتک ممکن ہو ہمت اپنی مصروف رکھے اسکو تنبیہ کرنی چاہئے اس بات پر کہ جو شخص درازی عمر کی رغبت کرے گویا اُسنے بڈھاپا اور پیری کی رغبت کی اور ضرورتاً پیری کی حالت میں حرارت غریزی اور رطوبت اصلی کا نقصان اور بطلان ہوجاتا ہے اور اعضا رئیس ضعیف ہوجاتے ہیں اور طاقت حرکت کی کم اور خوشی اور نشاط معدوم اور آلات ہضم غذا کے خلل پذیر ہوجاتے ہیں اور دانت گر پڑتے ہیں اور قوتیں مثل قوت غاذیہ اور خادم چارگانہ اسکی کے ناقص ہوجاتی ہیں۔ امراض اور رنج ان حالات سے ہی مراد ہے۔ اور علاوہ اسکے دوستوں اور عزیزوں کی موت اور مفارقت اُنکی اور متواتر ہونا سختیوں اور مصیبتوں کا اور فقر اور حاجت وغیرہ طرح طرح کی سختیں اور محنتیں بھی تابع اس حالت کے ہوتی ہیں تو درازی عمر کی رغبت کرنے سے گویا جملہ مکروہات کو خواہش اور آرزو سے چاہا۔ جب اسکو یقین حاصل ہوجائیگا کہ موت اسکو کہتے ہیں کہ نفس ناطقہ جو عین ذات اور خلاصہ انسان کا ہے بدن مجازی اور عاریتی سے جدا ہوجاوے کیونکہ بدن بہت عنصروں سے بطریق حصہ کے جمع کیا گیا ہے اور چند روز کے

واسطے نفس ناطقہ کے قبضہ اور تصرف میں اس مطلب کے واسطے دیا گیا ہے
جو اسکے ذریعہ سے کمال اپنا حاصل کرے پھر علیحدہ ہوکر مزاحمت مکان اور زمان
سے خلاصی پائے اور بارگاہ الٰہی میں جو مکان اور جائے قرار نیک لوگوں کی
ہے ہمیشگی پکڑے اور موت اور تغیر حالات اور فنا سے بے اندیشہ ہوجائے۔
پس اس حالت سے زیادہ غمناک ہونا چاہئے اور دیر اور جلدی جو اس امر
میں واقع ہو اس سے اندیشہ نہ کرنا چاہئے اور حاصل کرنے شقاوت اور میل
کرنے عالم برزخ کے ظلمات پر جو نمائت اسکی درکات دوزخ اور غضب الٰہی
اور مقام گنہگاروں اور مرجع بدبختوں اور شریروں کا ہے رضامند ہوجائے
ہوالمستعان ؀

الّا قوت جذب کے امراض اگرچہ شمار سے زیادہ ہیں مگر سب سے زیادہ تر
خراب افراط شہوت کا اور رغبت سستی وبیکاری اور حزن اور حسد ہے۔ ایک
افراط کی قسم سے ہے۔ اور دوم تفریط سے۔ سوم وچہارم ردی ہونے کیفیت
کی قسم سے ہے۔ معالجات انکے اسیطرح پر ہیں۔ علاج افراط شہوت کا۔ پہلے
اس سے ابواب گذشتہ میں تشریح مذمت اور برائی اس حرص اور طمع کی جو
واسطے طلب لذت کے ہو اقسام کھانے اور پینے کے مجمل طور پر بیان کرچکے ہیں
اور کمینگی اور خساست طبیعت اور ہمت کی اور دیگر رذائل جو تابع انحالات کی
ہیں مثل ذلت نفس اور شکم پرستی اور خواری اور طفیلی ہونے اور دور ہونے
حشمت کے یہ سب باتیں کچھ حاجت بیان کرنیکی نہیں رکھینں خاص و عام پر
ظاہر ہیں اور طرح طرح کی مرضیں اور رنج جو زیادتی اور اسراف سے پیدا ہوتی
ہیں طب کی کتابوں میں بیان انکا ہے اور علاج انکا بھی درج ہے۔ الّا شہوت
نکاح کی اور حرص کرنی اس پر نہائت موجب نقصان دیانت داری اور لاغری
بدن اور تلف کرنے مال اور ضرر عقل اور دور ہونے آبرو کا ہے ؀

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے قوت شہوت کو عامل ظالم کے ساتھ تشبیہ دی
ہے اور بیان کیا ہے کہ جیساکہ عامل ظالم کو اگر لوگوں کے مال جمع کرنے میں بالکل
اختیار ہو بادشاہ کی سیاست اور پرہیزگاری اور رحم دلی اسکی مانع نہو تو تمام
مال رعیت کا چھین لیتا ہے اور سب کو فقر اور فاقہ میں مبتلا کرتا ہے ویسا
ہی اگر قوت شہوت کی قابو اور مجال پاوے اور قوت تمیز کی تہذیب اور
قوت غضب کی قہر اور حصول فضیلت عفت سے تسکین اسکی ظہور میں نہ

آوے تو تمام مواد غذا اور کیموسات صالح اپنے کام میں صرف کردے اور جملہ اعضائے
اور بدن کو ضعیف اور لاغر کردے اگر حسب اقتضائے عدالت کے واجبی
مقدار پر حفظ نوع کے واسطے استعمال میں لاوے تو مثل اُس عامل کے ہوگا
کہ عدل کے طریق پر بقدر احتیاج خراج ادا کرنیوالوں سے حصہ حاصل کرکے
اصلاح قائم کرنے سرحد ملکوں اور دیگر مصلحت ہائے رعایا میں صرف کرے اور چاہئے
کہ حریص اس امر کا اس بات کو اپنے دل میں محقق سمجھے کہ عورتوں کی
مشابہت باہمدگر نفع حاصل کرنے کے باب میں مشابہت کھانوں کی نسبت سے
جو رفع ضرورت کے لئے باہم اُنکے ہے زیادہ تر ہے جیسا کہ اس بات کو قبیح
تصور کرتا ہے کہ کوئی شخص طعام ہائے لذیذ طیار اور پختہ اپنے گھر میں موجود
چھوڑکر واسطے طلب اُسقدر غذا کے جو غلبہ بھوک اسکی کو دور کرے دربدر بھیک
مانگتا پھرے ویسا ہی اس امر کو قبیح جانے کہ اپنے عیال اور زوجہ حلال کو چھوڑکر
لوگونکی عورتوں کے طلب اور فریفتہ کرنے میں مشغول ہوئے اگر ہوائے نفسانی
اُس کے دل میں شمائل اور ادائے اُس عورت کے جو چادر کے پردہ سے پوشیدہ
ہوکر اُسکی نظر سے گذر جائے زیبا دکھلائی دے اور اُسکی مباشرت میں زیادتی
لذت کی تصور کرے تو اس مقام میں عقل کو استعمال میں لانا چاہئے اور اس
خیال کے فریب اور دھوکہ میں مغرور نہوجائے کیونکہ بہت اتفاق پڑتا ہے کہ
بعد تفحص اور جستجو کے چادر پردہ سے نہائت بدشکل اور بدصورت نکل آتی
ہیں اور اکثر اوقات جو عورت اسکے نکاح اور تصرف میں ہے تسکین شہوت کے
لئے زیادہ کارآمد ہوتی ہے اُسکی نسبت سے جسکے طلب میں سعی اور جہد کرتا
ہے۔ اگر حرص کی متابعت کریگا تو جو صورت پردہ میں مستور اور اسکی نظر سے
مخفی ہوگی اُسکا حسن اور جمال اور عشوہ و کرشمہ ایسا اسکے دل میں نقش ہوگا
جو ایک زمانہ اُسکی طلب میں برباد کریگا اور تجربہ اور اعتبار دوسرے لوگوں پر
جنکے حق میں یہی گمان وارد ہوچکا ہے اور بعد کھل جانے پردہ کے مکر اور فریب
اور حیلہ انکے پر اطلاع پاچکے ہیں التفات نہیں کرتا۔ اس حدتک کہ اگر تمام جہان
میں مثلاً ایک عورت ایسی باقی رہجائے جسکی مجامعت سے یہ محروم رہا ہے تو گمان
کریگا کہ اُسمیں وہ لذت ہے جو مثل اس لذت کے دوسری عورتوں میں موجود
نہیں ہے اور حاصل کرنے لذت مجامعت اسکی میں اس قدر حیلہ اور حرص استعمال
میں لاتا ہے جو مصلحت ہائے دوجہانی سے محروم رہتا ہے یہ نہایت حماقت اور

اور گمراہی ہے جو شخص نفس کو حرص و ہوا کی تابعداری سے محفوظ رکھے اور
مقدار مباح پر قناعت کرے تو اس تردد اور مشقت سے جو موجب اس قدر
خرابیونکا ہے آرام پاتا ہے اور سب قسموں سے زیادہ تر خراب اور زبون افراط
عشق کا ہے اور وہ صرف کرنا جملہ ہمت اپنی کا ہے واسطے طلب ایک شخص
معین کے بمراد شہوت کے عوارض اس مرض کے نہایت ردی ہوتے ہیں اور
کبھی مرنے اور ہلاک ہونے اور بربادی دین و دنیا تک نوبت پہنچ جاتی ہے
علاج اسکا جہانتک ہوسکے اُن علوم دقیقہ اور صناعات لطیفہ کے شغل کے ذریعہ
سے جنمیں زیادہ فکر صرف کرنے کی ضرورت پڑتی ہے فکر اپنا معشوق کیطرف
سے روکا جاوے اور ہم نشینی اور ہمصحبتی اُن اہل تمیز اور فاضل لوگوں کی
اختیار کرنی چاہئے جنکا خوض اور خیال اُن چیزوں میں ہو جو خیالات فاسدہ
کو یاد نہ دلاویں اور حکایات اور روایات اور شعر عاشقوں کے سننے سے پرہیز
کرے اور قوت شہوت کی تسکین مجامعت کے کرنے سے یا استعمال اُن چیزوں
سے جو شہوت کو سرد کرنے والی ہیں عمل میں لائے اگر یہ معالجات نافع نہوں
تو سفر دور دراز اور تحمل کرنا مشقتوں اور سخت کاموں پر اقدام کرنا مفید
ہوگا اور کم کھانا غذا اور شراب کا اس اندازہ پر جو قواے بدنی کو کچھہ ضعیف
کردے اور موجب ماندگی اور زیادہ ضرر کا نہو ازالہ اس مرض کے واسطے
مدد کرے گا۔

علاج بطالت - بطالت سے محبت رکھنی موجب محرومی دوجہان کا ہے کیونکہ
رعایت مصلحت معاش میں سستی کرنی باعث ہلاکی وجود اور قطع کرنے نوع
انسانی کا ہے اور دیگر انواع رذیلتوں کا بمقابلہ ان دو آفتوں کے کیا حساب ہے
اور غفلت کرنی تحصیل سعادت آخرت سے موجب باطل کرنے علت غائی
پیدائش کا ہے جو فیضان بخشش واجب الوجود عز اسمہ کا ہے اور اس بات
پر عمل کرنا صریحاً اللہ تعالٰی کی ذات پاک سے خصومت اور نزاع کرنی ہے
نعوذ باللہ منہ جب بطالت اور سستی متضمن اس فساد کے ہے تو قباحت اور
مذمت اسکی کی زیادہ تشریح کرنی حاجت نہیں رکھتی - علاج حزن - حزن
ایک درد نفسانی ہے جو فقدان مطلوب اور فوت ہونے محبوب سے عارض
ہوتا ہے باعث اسکا خواہش جسمانی اور شہوات بدنی کیطرف حرص اور طمع کرنی
ہے اور گم ہونے اور فوت ہونے اُن کے پر افسوس اور حسرت کرنی یہ حالت

اُس شخص پر لاحق ہوتی ہے چوکہ محسوسات اور لذات کا بقا اور قاہی ممکن جانے اور جملہ مطالب اور مقاصد کو اپنے تصرف میں لانا محال نہ سمجھے۔ اگر ایسا شخص عقل کی پیروی کرے اور انصاف نگاہ رکھے تو جان لیتا ہے کہ جو چیز عالم کون اور فساد میں ہے اُسکا قائم رہنا اور باقی رہنا محال ہے ثابت اور باقی رہنے والے وہ امور ہیں کہ عالم عقل میں ہوں اور تصرف اربعہ عناصر سے خالی ہوں پس امر محال کی طمع نہ کرے اگر طمع نہ کریگا تو یقینًا کہ فوت ہونے مطلوب سے اندوہگین نہوگا بلکہ اپنی ہمت مطلوبات باقی کے حاصل کرنے کے واسطے مصروف رکھیگا اور محبوبات صافی کی طلب میں ساعی ہوگا اور جو چیز بالطبع فاسد کرنے والی ذات اُسکی کی ہو اُس سے پرہیز کرے گا اگر کسی چیز کو اختیار بھی کریگا تو باندازہ ضرورت جو رفع حاجت اُسکی واسطے کافی ہو قانع ہوگا اور ذخیرہ اور جمعیت کرنے کو جو موجب فخر اور بزرگی کا ہو ترک کریگا تا اُسکی مفارقت اور جدائی سے افسوس لاحق نہو اور اُسکے زوال اور انتقال سے درد نہ پہونچے جب ایسا ہوگا تو ایسے امن اور خوشی پر فائز ہوگا کہ کسی طرح کا خوف اور رنج اور افسوس اسکو عارض نہو اور وہ پایہ یقین کا حاصل ہوگا کہ جہاں کچھ شک اور حیرت باقی نرہیگی ورنہ ہمیشہ غم بے نہایت اور الم بے شمار میں مبتلا رہیگا کیونکہ کوئی وقت ایسا نہیں ہوتا کہ جسمیں فقدان مطلوب کا نہو کہ اس عالم کون و فساد میں بغیر فساد کے ہونا ناممکن ہے اور اس بات کا طامع نامید اور زیان کار ہوتا ہے من سرہ آن لا یرے مایسوءہ فلا یتخذ شیئا یخاف لہ فقدا یعنے جسکو یہ بات خوش آئی ہے کہ وہ ایسی چیز کو نہ دیکھے جو بدی میں ڈالے اسکو پس نہ اختیار کرے اُس شئے کو جو خوف وے اسکو اسکے گم ہونے سے۔

نیک عادت کی پیروی کرنی اس طرح پر ہوتی ہے کہ جو چیز موجود ہے اُس پر خوش رہے اور گم ہونے سے افسوس اور تاسف نکرے تا ہمیشہ خوش اور سعید رہے اور جس شخص کو یہ شک پڑے کہ اس عادت پر ہمیشگی کرنی اور اس خلق سے نفع اُٹھانا آسان ہے یا مشکل تو اُسکو فکر کرنا چاہئے اقسام خلقت میں اور مختلف ہونے انکے مطالب اور معیشتوں میں اور ہر ایک کے راضی ہونے میں اپنے حصہ اور نصیبہ پر اور خوش اور خرم ہونے انکے میں اپنے کام اور حرفہ خاص پر مثل تاجرون کی تجارت کے ساتھ اور تجار کی اپنے پیشہ کے ساتھ اور مسخرہ کی مسخرہ پن کے ساتھ اور مخنث کی بد فعلی کے ساتھ۔ اس حد تک کہ ہر ایک اہل حرفہ

اُس شخص کو زیاں کار تصور کرتا ہے جو شخص وہ پیشہ رکھتا ہو اور جو شخص اس
حالت سے غافل ہو اُسکو دیوانہ مطلق جانتے ہیں اور خوشی اور سرور اُس لذت
کی اُس پیشہ کے وجود پر منحصر سمجھتے ہیں اور نہ ہونے اس معیشت کو موجب
حرمان کلی کا تصور کرتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں اس بات کا بیان ہے کل
حزب بما لدیہم فرحون یعنے ہر گروہ اُس چیز پر جو نزدیک انکے ہے خوش ہیں۔ موجب
اس اعتقاد کا پختہ ہونا عادت کا اور ہمیشگی استعمال کی ہے پس اگر طالب فضیلت
کا اپنے طریق کے اختیار کرنے میں اسی رستہ پر چلے اور پیروی راہ حلال اور
تحصیل منافع اُس کمال سے جو علت غائی اس مقصد کی ہے انحراف نہ کرے
تو خوشی اور لذت کے حاصل کرنے میں اُس جماعت کی نسبت سے جو قید جہالت
اور گمراہی میں گرفتار ہیں بہتر ہوگا کیونکہ وہ حق پر ہوگا اور یہ باطل پر۔ اور وہ صاحب
یقین اور نکوکار ہوگا اور یہ اہل خطا اور غلطی کے اور وہ صحیح اور سعید ہوگا اور
یہ مریض اور شقی بلکہ وہ دوست خدا کا اور یہ دشمن اُسکے الا ان اولیاء اللہ لا خوف
علیہم ولا ہم یحزنون یعنے خبردار ہو تحقیق دوست خدا نہ خوف ہے اُن پر اور نہ
وہ غمناک ہوتے ہیں۔ وکندی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب دفع الاحزان میں بیان
کیا ہے کہ دلیل اس بات کی کہ حزن ایک حالت ہے جو انسان اسکو بہ اختیاری
اپنی سے اپنی طرف کھینچتا ہے اور امور طبعی سے خارج ہے۔ یہ ہے کہ جس شخص
نے مطلوب اور مرغوب اپنے کو گم کیا ہے اگر دانائی کی نظر سے موجبات حزن میں
تامل کرے اور جو لوگ اُس مطلوب اور مرغوب چیز سے محروم ہیں اور اُس محرومی
پر راضی اور قانع ہیں اُنکی طرف خیال کرے تو اُس پر یہ بات روشن ہوجائیگی کہ
حزن نہ ضروری ہے اور نہ طبیعی اور حزن کرنیوالا البتہ اپنی حالت طبعی پر عود
کرتا ہے اور سکون اور آرام پالیتا ہے۔ اور ہمنے مشاہدہ کیا ہے اُن لوگوں کو
جو مصیبت اولاد اور عزیزوں اور دوستوں میں مبتلا ہوئے ہیں اور غم اور رنج
بیشمار اُن پر وارد ہوا۔ بعد تھوڑی مدت کے پھر ہنسی اور خوشی اور فرحت میں
آگئے ہیں اور بالکل اُس غم کو فراموش کردیا ہے اور ویسا ہی وہ لوگ کہ جنکا مال اور
ملک اور دیگر اسباب گم ہوگیا ہے چند روز بہت غم اور رنج میں ناخوش رہیں ہیں
پس غم انکا خوشی سے مبدل ہوگیا ہے۔ اور وہ جو حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ
نے فرمایا ہے اصبر صبر الاکارم والا تسل سلو البہائم یعنے صبر کر صبر بزرگوں کا ورنہ
بیغم ہوش بیغم ہونے چارپایوں کے۔ یہ بھی اِن معنے پر دلالت کرتا ہے اور عقلمند

آدمی اگر خلقت کے حال میں نظر کرے تو سمجھ لیتا ہے کہ انمیں سے کسی نئی مصیبت اور نئے حادثہ میں ممتاز نہیں ہوگا اگر مرض کو جو قائم مقام دیگر اقسام روایت کی ہے دخل دے انجام کو خوشی کی طرف میلان کرتا ہے اور اُس سے شفا پاتا ہے پس کسی وجہ سے مرض اور رنج اُسکے نزدیک پسندیدہ نہیں ہوتے اور کسی کی بدی پر راضی نہیں ہوتا ۔ اور چاہئے کہ اس بات کو جانے کہ حال اور مشابہت اُس شخص کی جو باقی سبھے منافع اور فوائد دنیاوی کی طمع کرے مثل حال اُس شخص کے ہے کہ کسی ایسی دعوت اور ضیافت کی مجلس میں حاضر ہووے کہ جہاں عطر عطروان میں ڈالکر ارباب مجلس کے لئے دست بدست واسطے خوشبو حاصل کرنے کے دیں اور ہر ایک شخص ایک لحظہ اُس خوشبو سے دماغ اپنا معطر کرے جب نوبت اُسکی پہنچے اُسکو مالک بننے کی طمع لاحق ہوجائے اور ایسا تصور کرے جو مجکو اس جماعت سے خصوصیت مالک بننے کی دی ہے اور اس عطروان کو ہبہ کے طریق پر میرے قبضہ میں دیا ہے ۔ جب اُس سے واپس لیں تو شرمساری اور خوف اور افسوس اور حسرت اُٹھائے اسیطرح پر جملہ اقسام مطالب کی امانت اللہ تعالےٰ کی ہیں کہ خلقت کو مشترک طور پر دی گئی ہیں اللہ تعالےٰ کو واپس لینے کا اختیار ہے جس وقت چاہے عطا کرے اور جس وقت چاہے واپس لے لے اور ملامت اور ندامت اور رسوائی و فضیحت اُس شخص کے حال پر جو اپنی رضا اور اختیار سے امانت ادا کردے اور طمع اور امید اُس سے منقطع رکھے عاید نہیں ہوتی بلکہ اگر طمع اُسکی کرے اور جب اُس سے واپس لیں تو دلتنگی کرے باوجود عار اور ملامت حاصل کرنے کے کفران نعمت کا ارتکاب کرنے والا ہوگا کیونکہ اونے درجہ مراتب شکر گذاری کا یہ ہے کہ جو چیز کسی سے عاریتاً لیجائے اُسکو خوشی خاطر سے واپس دے اور جلدی سے ادا کرنا اُسکا عمل میں لائے خصوصاً اُس موقع پر کہ جہاں عاریتاً دینے والا شخص عمدہ اور افضل چیز اُسکو دیدے اور ناقص اور خسیس چیز واپس لینی چاہے ۔ مراد اس افضل چیز سے عقل اور نفس ہے اور وہ فضیلت کہ جنپر ہاتھ تصرف کسی کا نہیں پہنچتا اور زبردست لوگوں کے طمع کا اُن میں دخل نہیں ہے کیونکہ یہ فضایل اور کمالات ہمارے حق میں ایسی وجہ پر عطا فرمائے ہیں کہ جنمیں واپس لینے کا دخل نہیں ہے ۔ اور اخس اور ناقص چیز جو ہمسے واپس مانگتے ہیں اُس میں بھی غرض رعایت ہمارے حال کی اور حفظ عدالت کی درمیان ہمارے ہمجنسوں کے ہے اگر بباعث فوت ہونے ہر ایک

چیز کے ہم حزن کو دخل دیں تو چاہیے ہمیشہ ہم غمناک رہیں پس عقلمند کو چاہیے
کہ جو چیزیں ضرر اور درد پہنچانے والی ہیں اُن میں فکر صرف نہ کرے اور جہانتک
ہوسکے اس قسم کی اشیاء کمتر اختیار کرے المومن قلیل المونۃ یعنے اہل ایمان
قلیل البضاعت ہوتے ہیں تا حزن اور غم میں مبتلا نہوں۔ ایک بزرگ کا قول ہے
کہ اگر دنیا صرف یہی عیب رکھتی کہ مستعار اور مانگی گئی چیز ہے تو چاہئے تھا کہ اہل
ہمت اُسکی طرف التفات اور توجہ نہ کرتے جیساکہ اہل ہمت مستعار اور عاریتی چیز
سے زینت اور شان بنانی عار جانتے ہیں۔ سقراط حکیم سے لوگوں نے پوچھا
کہ سبب زیادتی خوشی اور کمی غم تمہارے کا کیا ہے؟ جواب دیا کہ میں کسی چیز سے
ساتھ دلبستگی نہیں رکھتا کہ جب وہ گم ہوجائے میں غمناک ہوں۔ علاج حسد
اُسکو کہتے ہیں کہ غلبہ حرص کے سبب انسان چاہتا ہے کہ سعید اور منفعت والی چیزوں
میں اپنے ہمجنسوں سے زیادہ تر ممتاز ہو۔ پس ہمت اُسکی اس بات پر
مصروف ہوتی ہے کہ لوگوں کی طرف سے نعمتیں دور ہوکر میرے قبضہ میں
آجائیں۔ سبب اس رذیلت کا جہل اور حرص سے مرکب ہے کیونکہ جمع ہونا جملہ
نعمتوں دنیاوی کا جو نقصان اور حرمان کی صفت سے موصوف ہیں ایک شخص
کے لئے محال ہے اگر بالفرض اسکو ممکن تصور کیا جائے تو انتفاع حاصل کرنا اُسکا
سب نعمتوں سے کسی طرح پر نہیں ہوسکتا پس جہل اور بیعلمی اس حال کی مع
غلبہ حرص کے موجب حسد کا ہوجاتی ہے جب مطلوب حسد کرنے والے کا محال
اور ممتنع الوجود ہے تو سوائے غم اور درد کے اَور کچھہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا ان
دونوں رذیلتوں کا علاج کرنا عین علاج حسد کا ہے اور اس سبب سے کہ حسد
کا حزن سے تعلق ہے اس مقام میں ذکر اُسکا کیا گیا ہے ورنہ حسد کا امراض
مرکبہ پر حمل کرنا بہتر تھا۔ اور کندی کا مقولہ ہے کہ حسد جملہ رذیلتوں اور مرضوں سے
قبیح تر اور بدتر ہے اور اسی سبب سے حکماء نے کہا ہے کہ جو شخص اس بات کو
دوست رکھتا ہے کہ میرے دشمن کو شر پہنچے تو وہ شر کو دوست رکھنے والا ہوا اور
شر کا دوستدار شریر ہوتا ہے اور اسکی نسبت سے وہ زیادہ تر شریر ہے جو سوائے
دشمن کے اَور کو شر پہنچانیکی آرزو رکھتا ہے اور جو شخص کسی کے حال پر نیکی پہنچنی نہیں
چاہتا تو وہ اُس شخص کے حق میں بُرائی چاہنے والا ہوا اگر یہ معاملہ دوستوں
کے ساتھ کرے تو نہایت زشت اور بدتر ہوگا پس حاسد سب لوگوں سے شریر
زیادہ ہوا اور ہمیشہ غمناک رہیگا کیونکہ لوگوں کی خیر اور نیکی سے اُسکو غم ہے لوگوں

حال کی نیکی برخلاف مطلوب اُسکے ہے اور نیکی ہرگز خلقت کے حال سے مرتفع اور
منقطع نہوگی پس اُسکے غم اور اندوہ کی بھی کوئی حد اور نہایت اور درجہ انقطاع کا
نہوا۔ اور جملہ اقسام حسد سے زبون تر اور بدتر وہ حسد ہے کہ عالموں کے درمیان
ہو۔ کیونکہ منافع دنیاوی بسبب کم ہونے گنجایش اور پائداری کے جو لازم مادہ کی
ہے موجب حسد کا ہوتے ہیں یعنے رغبت کرنے والے کا ارادہ بالعرض متعلق اس
بات کے ہوجاتا ہے کہ غیر کی ذات سے مرغوب چیز کا زوال ہو اگرچہ بالذات
یہ امر پسند اُسکے نہیں ہوتا حکمارنے دنیا کو ایک چھوٹے کمبل سے تشبیہ دی ہے
کہ اگر کوئی شخص دراز قامت اُسکو اوڑھکر سر پر لے تو پا برہنہ ہوجائیں اور
اگر پاؤں پر ڈالے تو سر برہنہ ہوجائے ویساہی اگر کوئی شخص ایک نعمت دنیا
سے کامیاب ہے تو دوسرا اُس سے محروم ہے اور علم اس عیب سے پاک
ہے کیونکہ صرف اور خرچ کرنا اُسکا اور اپنے ابنا جنس کو اُسکے منافع میں شریک
کرنا موجب زیادتی لذت اور نفع کا ہے پس اسمیں حسد کرنا محض نقاضا سے
شرارت اور بُرائی کا ہے۔ اور جاننا چاہیئے کہ غبط اور حسد میں فرق ہے کیونکہ غبط
اُس شوق کو کہتے ہیں کہ دوسرے شخص کے حال سے کوئی کمال یا مطلوب
دیکھکر اسکی طبیعت میں تمنا حاصل کرنے اُسکے کی پیدا ہو بغیر اس بات کے جو
اُس شخص کی ذات سے زوال اُسکا چاہے اور حسد میں دوسرے شخص کی
ذات سے تمنائے زوال نعمت کی ہوتی ہے۔ اور غبط دو قسم پر ہوتا ہے ایک
نیک اور دوسرا بد۔ غبط نیک وہ ہے جو شوق اُسکا متوجہ سعادتوں اور فضیلتوں
کی طرف ہووے۔ اور غبط بد وہ ہے جسکا شوق لذات اور شہوات کیطرف
متوجہ ہو اور وہ حرص کا حکم رکھتا ہے۔ حسد کا حال ہے یہ جو بیان کیا گیا
ہے جو شخص ان جملہ امور پر جنکی تشریح بیان کی گئی ہے واقف ہوجائے اور
انکو بخوبی یاد کرلے اُس پر دیگر رذائل کا علاج کرنا اور موجبات اور عوارضات
اُنکے کا جاننا آسان ہوجاتا ہے مثلاً دروغ گوئی میں جب فکر کرے اس بات کو
جانے کہ امتیاز اور فرق انسان کا دیگر حیوانات سے نطق کے ساتھ ہے اور
غرض اظہار فضیلت نطق سے دوسرے شخص کا مطلع کرنا ہے اُس امر سے
جو وہ ناواقف ہے اور دروغ کہنا منافی اس غرض کا ہے پس جھوٹ بولنا باطل
کرنیوالا خاصیت انسان کا ہوا باعث اُسکا رغبت طلب مال یا جاہ کی ہے
اور کسی قدر حرص کرنی کسی چیز پر اسی قبیل سے ہے اور لوازمات اسکے دور

ہونا آبرو کا اور خرابی کاموں کی اور چغلی اور بہتان کرنا اور ظالموں کو اغوای
کرنا ہے۔ اور لاف زنی میں جب فکر کرے تو سمجھ لے کہ سبب اسکا غلبہ قوت
غضبی کا ہے اور اُس کمال کا خیال جو اسکے دل میں نہیں ہے اور لوازمات
اسکے بیعلمی مراتب کی ہے اور رعایت حقوق میں قصور کرنا ہے اور غلطی طبع
کی اور ملامت اور جور ہے۔ اور نفس الامر میں لاف زنی عجب اور کذب سے
مرکب ہے۔ اور بخل میں جب فکر کرے تو سمجھ لے کہ موجب اسکا خوف کرنا
فقر اور احتیاج سے ہے یا کثرت محبت مال کی یا شرارت نفس اور طلب اس
بات کی کہ خلقت کے حال پر نیکی نہ پہونچے۔ اور ریاکاری میں جب فکر کرے
تو سمجھ لے کہ وہ کذب ہے قول اور فعل میں۔ الغرض جب ہرایک کی حقیقت
اور اصل کو سمجھنے لگا اور سببوں پر واقف ہوجائیگا تو دور کرنا اُن سببونکا اور
پرہیز کرنی اُن سے مثل دیگر قباحتوں کے طالب فضیلت پر آسان ہوجائیگی
واللہ الموفق والمعین ؛

دوسرا مقالہ تدبیر منازل میں اور اسمیں پانچ فصلیں ہیں پہلی فصل میں بیان سبب احتیاج منازل کا ہے اور جاننا ارکان اُسکے کا اور امور ضروری متعلقہ اُسکی کا بیان ہے

اس نظر سے کہ انسان بقاے وجود اپنے کے لئے محتاج غذا کا ہے اور غذا نوع انسان
کی بغیر تدبیر دستکاری وغیرہ مثل بونے اور کاٹنے اور صاف اور نرم اور خمیر
کرنے اور پکانے کے طیار نہیں ہوسکتی اور درستی اِن جملہ اسباب کے بغیر مدد
گاری مددگاران اور استعمال کرنے آلات اور صرف کرنے ایک زمانہ کے نہیں
ہوسکتی نہ مثل غذا دیگر حیوانات کے جو اصل طبع میں ساختہ اور پرداختہ ہوتی
ہے سو توجہ اور حرکت اُنکی گھاس اور پانی کی طلب میں ہی منحصر ہے اور جب
بموجب خواہش طبع کے بھوک اور پیاس اُنکی تسکین پاتی جاتی ہے تو حرکت طلب
سے باز رہتے ہیں۔ اور جب انسان کے لئے طیار کرنا اُس قدر غذا کا جو معمول
ہر روزہ ہو ایک دن میں مرتب کرنا محال ہے پس مقدار غذا ہر روزہ پر انسانوں

کو حصر کرنا موجب انقطاع مادہ اور خلل معیشت کا ہے اسلئے اسباب معیشت
کے ذخیرہ کرنے اور محافظت کرنے اُسکی کے دوسرے لوگوں کے ہاتھ سے جو
اس حاجت میں شریک ہیں احتیاج پڑی اور محافظت بغیر ایسے مکان کے کہ
جہاں غذا اور قوت خراب نہو اور حالت خواب اور بیداری اور رات اور دن
میں ہاتھ لوٹ کرنے والوں وغیرہ سے محفوظ رہے نہیں ہوسکتی پس منزل
اور گھر بنانے کی حاجت پڑی اور جب آدمیوں کو واسطے ترددات تحصیل غذا
کے مشغول ہونا ضروری ہے اور اُس مشغولی کے وقت محافظت اُس مقدار
سے جو بطور ذخیرہ کے گھر میں رکھا ہوا ہے غافل ہونا پڑیگا اسلئے کسی مددگار
کی جو قائم مقام اسکے اکثر اوقات گھر میں رہے اور محافظت غذا اور ذخیرہ
کی کرے ضرورت ہوگی۔ اور یہ ضرورت اور احتیاج واسطے بقای شخص کے ہے
الا بقائے نوع کے لئے زوجہ کی بھی کہ جسپر توالد و تناسل منحصر ہے احتیاج ہے پس
اللہ تعالےٰ کی حکمت نے ایسا تقاضا کیا کہ ہر مرد ایک زوجہ اختیار کرے تا محافظت
گھر اور اسباب گھر کی بھی کرے اور نیز توالد اور تناسل اُسکے ذریعہ سے ظہور
میں آئے اور ہم ذمہ داری دوکاموں کی جو ایک شخص پر ہوگی تخفیف خرچ
کی اس میں متصور ہے۔

اور جب اولاد پیدا ہوگی تو بغیر پرورش اور نگہبانی ماں باپ کے زندگی انکا
محال ہے اور نشو و نما کو پہنچنا اُن کا غیر ممکن پس ذمہ دار ہونا امور متعلقہ پرورش
اُن کی کا واجب ہوا جب جماعت آدمیوں کی بنجانگی یعنے مرد اور عورت اور
لڑکے اور طیار کرنا روزی اور غذا اس جماعت کا اور دور کرنا امراض انکی کا
ایک شخص پر دشوار ہے پس خدمت گاروں اور مددگاروں کی احتیاج پڑی
اور کل اس جماعت کے ساتھ جو رکن گھر کے ہیں حال معیشت کا صورت پذیر
ہوا۔ پس اس بحث سے معلوم ہوا کہ رکن گھر کے پانچ ہیں۔ باپ اور ماں
اور اولاد اور خدمتگار اور روزی جب ہر کثرت کا انتظام ایسی وجہ تالیف
اور محبت سے ہوسکتا ہے جو موجب اتحاد کا ہو تو انتظام گھر کے واسطے بھی
ایسی تدبیر کی حاجت پڑی کہ جس سے تالیف ظہور میں آوے اور جماعت
مذکورۂ بالا میں سے اہل خانہ اس کام کے اہتمام کے لئے بہتر ہے اس سبب
سے رئیس اس قوم کا اہلخانہ مقرر ہوا اور سیاست اس جماعت کی اُس پر مفوض
ہوئی تا گھر کی تدبیر ایسے طریق پر جو موجب انتظام گھر کے لوگون کا ہو عمل

میں لاوے اور جیسا کہ چرواہا بکریوں کے ریوڑ کو مصلحت کے طریق پر چراتا ہے اور
گھاس اور پانی کی جگہ پر لیجاتا ہے اور درندوں کی مضرت اور ارضی سماوی آفات
سے اُنکو نگاہ رکھتا ہے اور جاڑے اور گرمی اور دن اور رات کے لئے بموجب
موقع وقت کے الگ الگ مکان بناتا ہے تاہم انتظام معیشت اُسکی کا اور ہم انتظام
اُنکے حال کا حاصل ہو ویساہی گھر کے امور کا تدبیر کرنیوالا بھی امور متعلقہ روزی
اور رزق میں حسب مصلحت رعایت رکھے اور ترتیب امور معاش اور سیاست
کرنے اس جماعت کے حال پر اور رغبت اور خوف دینا اور وعدہ اور وعید اور سختی
اور نرمی اور خفگی اور مہربانی کرنے پر حسب مصلحت وقت کے عمل کرے تا ہر ایک
شخص اس کمال پر کہ جسکی طرف از روئے پیدائش کے توجہ ہے فائز ہوجائے اور
تمام آدمی انتظام ایسے حال کے واسطے جو موجب خوشی حیات کا ہو شارک ہوجائیں
اور جاننا چاہیئے کہ مراد منزل اور گھر سے اس مقام پر یہ گھر نہیں ہے جو اینٹ
اور مٹی اور پتھر اور لکڑی سے بناتے ہیں بلکہ مراد اس سے وہ ایک تالیف خاص
ہے جو عورت اور خاوند اور باپ اور اولاد اور خادم اور مخدوم اور مالدار اور
مال کے درمیان ہوتی ہے جائے سکونت انکی خواہ لکڑی اور پتھر سے ہو خواہ
خیمہ وغیرہ سے اور خواہ سایۂ درخت اور غار پہاڑ کی ہو پس فن تدبیر گھر کا جسکو
حکمت منزلی کہتے ہیں اس جماعت کے حال میں نگرانی رکھنی ہے ایسی وجہ پر کہ
جسمیں حاصل ہونے اسباب معاش اور وصول ہونے اُس کمال کے لئے جو
مشترک طور پر ہر ایک کا مطلوب ہے مصلحت عام پائی جائے۔ جب عموماً سب نوع
کیا بادشاہ اور کیا رعیت اور کیا فاضل اور کیا غیر فاضل اس قسم کی تالیف کے
محتاج ہیں اور ہر ایک بموجب اپنے قدر اور مرتبہ کے ذمہ داری امور اُس
جماعت کے سبب سے جسکا یہ چرواہا ہے اور وہ رعیت اُسکی ہیں جوابدہ
اور مکلف ہے تو منفعت اس علم کی عام اور ضروری ہے اور فواید اُسکے ہم
دین اور ہم دنیا میں شامل ہیں اسی سبب پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ یعنے ہر ایک تم میں سے چرواہا اور نگاہبان
ہے اور ہر ایک کو تم میں سے پوچھا جائیگا حال رعیت اپنی کا۔ حکمائے متقدمین کے
اس باب میں بہت قول ہیں لیکن اُنکی کتابوں کی نقل جو اس فن میں تھیں یونانی
زبان سے عربی میں نہیں ہوئی مگر حکیم ابروس کے قول بطور مختصر جو متاخرین کے پاس
موجود ہیں اور متاخرین نے اپنی رائے روشن اور ذہن صافی سے تہذیب اور

ترتیب اس فن مین اور انتخاب کرنے قوانین اور اصول اسکے میں جیسا کہ مقتضاے عقل کا تھا نہایت سعی اور کوشش صرف کی ہے اور کتابیں اور رسالے تصنیف اور تالیف کئے ہیں۔ اور شیخ رئیس ابوعلی حسین بن عبداللہ بن سینا سے اس باب میں ایک رسالہ ہے کہ باوجود کمال بلاغت کے شرط اختصار کی اُسمیں ملحوظ ہے خلاصہ رسالہ مذکور کا اس مقالہ میں نقل کیا اور اُسکے ساتھ دیگر نصایح اور آداب جو متقدمین اور متاخرین سے منقول ہیں درج کیے گئے ہیں انشاء اللہ تعالےٰ اہل دانش اور فضل کی نظر میں پسند آئیگا انہ ولی التوفیق جاننا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ تدبیر گھر کیواسطے یہ ہے کہ جیسا طبیب بدن انسان کے حال میں نظر کرتا ہے اُس اعتدال کے روسے جو مرکب ہونے اعضاؤں سے بدن کے لئے حاصل ہے اور وہ اعتدال موجب صحت بدن اور صدور کمالیت افعال کا ہے اس مراد سے کہ اگر وہ اعتدال موجود ہے تو اُسکی حفاظت رکھے اور اگر موجود نہیں تو اُسکو حاصل کرے اور جب کسی عضو میں خلل واقع ہوجائے تو اُسکے علاج میں تمام اعضاؤں کی مصلحت اور رعایت کا لحاظ رکھے خصوصاً اُس عضو رئیس کی مصلحت جو قریب اُس عضو کے ہو پہلے ملحوظ رکھکر بعد اُسکے اُس عضو کی رعایت اور مصلحت رکھنی چاہیے۔ اس حد تک کہ اگر عام اعضاؤں کی صلاحیت اور درستی اُس عضو کے کاٹنے پر موقوف ہو تو صلاحیت اُسکی سے قطع نظر کرکے اُسکے کاٹنے میں توقف نہ کرے تا فساد اُسکا دیگر اعضاؤں کیطرف سرایت نہ کرے اسی طرحپر گھر کی تدبیر کرنیوالے کو چاہیے کہ عموماً رعایت گھر کے آدمیوں کی اپنے پر واجب سمجھے پہلے توجہ اُسکی اُس اعتدال کی محافظت یا حصول پر مصروف ہو کہ جسمیں صورت تالیف اور محبت کی پائی جائے اور ایک ایک شخص کے حال کی تدبیر کرنے میں پیروی معالجہ طبیب کی جو ایک ایک عضو کے لئے عمل میں لاتا ہے کرنی چاہیے کیونکہ ہرایک رکن گھر کی نسبت گھر کے ساتھ ایسی ہے جیسا کہ ہر عضو کی نسبت بدن کے ساتھ ہے بعضے رئیس و بعضے مرؤس اور بعضے شریف اور بعضے خسیس اگرچہ ہرایک عضو کا اعتدال اور فعل خاص خاص ہے لیکن جملہ اعضاؤں کا فعل ایک دوسرے کی شرکت اور مددگاری کے ساتھ جملہ افعال کی علت غائی ہے ویساہی گھر کے آدمیوں کی ہرایک شخص کے لئے علیحدہ علیحدہ طبیعت اور خاصیت ہے اور توجہ ہرایک کی اپنے خاص خاص مطلب کے واسطے ہے اور کل جماعت کے افعال سے جو انتظام گھر کے واسطے مطلوب ہے حاصل

ہوجائے مدبر گھر کا ایک طرح سے بمنزلہ طبیب کے ہے اور بمنزلہ ایک عضو کے جو
سب اعضاؤں سے شریف تر ہو۔ اسکو چاہیئے کہ طبیعت اور خاصیت اور فعل
ہر شخص پر اہل منزل سے واقف ہو۔ اور اُس اعتدال پر جو اُن افعال کی تالیف
سے حاصل ہوتا ہے قائم ہووے تا ان لوگون کو اُس کمال پر جو موجب انتظام
گھر کا ہو فائز کردے اگر کوئی مرض پیدا ہو اُسکو دور کرے۔ اگرچہ بناوٹ گھر کی
کا خیال کرنا ضروری اور قابل اعتبار نہیں جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں الّا
عمدہ اور بہتر طریق گھر کا جو جائے سکونت ہو یہ ہے کہ بنیاد اُسکی بنجوبی محکم اور
مضبوط ہو اور سقف اُسکی بلند اور دروازہ اُسکے کشادہ اور ایسے فراخ کہ آمد ورفت
کے وقت تکلف کرنیکی حاجت نہ پڑے اور مردونکی جائے سکونت عورتون کے مسکن
سے علحدہ ہو اور ہر موسم اور فصل کے مکان مناسب اُس وقت کے طیار ہون
اور مکان مال اسباب رکھنے کا مضبوط اور محفوظ چاہیئے اور اسباب کی احتیاط
اور ہوشیاری رکھنی چاہیئے کہ مکان مذکور چورون کی نقب زنی اور حشرات کی
تکلیف اور جلنے اور غرق ہونے سے محفوظ رہے اور جائے رہایش آدمیون کے
لئے جو چیزیں زلزلوں کے صدمہ سے حفاظت کرنیوالی ہیں مثل فراخی صحن اور
بلندی منزلون کے انکی رعایت رکھنی چاہیئے اور باوجود کثرت مکانوں اور نشست
گاہون کے خوش قطع اور خوش وضع ہو اور سب سے ضروری اور اہم امر ہمسایہ
کے حال کا اعتبار کرنا ہے تا کسی بد اور شریر آدمی کی ہمسائگیت میں جو موذی الطبع
ہو مبتلا نہوجائے اور وحشت تنہا رہنے سے بھی پرہیز کرے حکیم افلاطون نے
زرگران کے کوچہ میں گھر بنایا تھا جب اُس سے فائدہ اس بات کا پوچھا فرمایا کہ
اگر خواب میری آنکھون پر غالب ہوجائے اور فکر اور مطالعہ سے مانع ہو تو آواز
انکے آلات کی مجکو بیدار کردے واللہ اعلم بالصواب ؂

دوسری فصل بیچ طریق دریافت کرنے سیاست اور تدبیر مال اور روزینہ کا بیان

جب بنی نوع انسان کے لئے ذخیرہ کرنا رزق اور قوت کا ضروری ہے جیسا کہ فصل
گذشتہ میں بیان کیا گیا ہے بعضے اقسام قوت اور روزی کے زیادہ مدت تک
باقی نہیں رہ سکتے ہیں بمقدار ضرورت اور گذارہ کے ہر ایک قسم کی جنس کا جمع کرنا
ضروری ہوا تا اگر بعضی جنسیں خراب ہوجائیں تو بعضی جو دیرپا ہون باقی رہیں

اور واسطے ضرورت دیگر معاملات لین دین کے چنانچہ مقالہ گذشتہ میں پہلے بیان کیا ہے۔ دینار کی احتیاج جو حافظ عدالت اور مقوم کلی اور ناموس اصغر ہے پڑی اور بباعث زیادتی قدرومنزلت اسکے کے اور اس فضیلت کے کہ قلیل المقدار اس سے دیگر اجناس کثیر المقدار کی مبادلہ اور معاوضہ میں کافی ہوتا ہے تکلیف اٹھانے جنسوں وغیرہ کی ایک مکان سے کسی دور دراز مقام میں رفع ہوجاتی ہے اس وجہ سے کہ جب اٹھانا تھوڑی ہی دینار ونکا جو کثیر المقدار جنسوں کے خریدنے کے واسطے کافی ہو قائم مقام اٹھانے بہت جنسوں کے ہوا تو تکلیف اور مشقت جنسوں کے اٹھانے کی نہ پڑی ویسا ہی مضبوطی جوہر اور محکمہ مزاج ترکیب اسکی کے جو موجب بقا اسکی کا ہے وہ فواید اور منافع جو اس سے حاصل ہوتے ہیں انکی ثبات اور قایمی کے لیئے کافی ہوئے کیونکہ متغیر ہونا اور فانی ہونا اسکا موجب نقصان اور ضایع کرنے اس مشقت کا ہے جو حاصل کرنے روزی اور قوت کے واسطے عمل میں لاتے ہیں اور مقبول ہونا اسکا سب لوگوں کے نزدیک بباعث عموم منفعت کے موجب انتظام تمام خلقت کا ہے اور ان دقایق حکمت سے وہ کمال جو امور معیشت میں طبیعت سے متعلق تھا فضل الہی اور عنایت خداوندکریم نے انکا ظہور کردیا اور جو کمال صناعت سے متعلق ہے مثل دیگر امور صناعی کے فکر اور تدبیر نوع انسان پر منحصر ہے۔ بعد تشریح اس مقدمہ کے یہ بیان کرتا ہوں کہ مال کے حال میں نظر اور فکر کرنی تین قسم پر ہے۔ اول باعتبار آمدنی اور دخل کے۔ دوسرا باعتبار حفاظت کے تیسرا باعتبار خرچ کے الا آمدنی یا باعث اسکا تدبیر اور کفایت سے متعلق ہوگا یا نہوگا پہلا قسم مثل تجارت اور حرفہ اور دستکاری وغیرہ کے اور دوسرا مثل مال ورثہ اور بخشش کے۔ چونکہ تجارت کا اجرائے مال کے وجود پر منحصر ہے اور مال معرض زوال میں ہوتا ہے اس سبب سے محکمی اور پایداری میں حرفہ کے برابر نہیں ہے اس سے فروتر پایہ پر ہے۔ الغرض کہ حاصل کرنے مال کیواسطے تین شرطوں کی رعایت رکھنی چاہیئے۔ اول جور سے پرہیز کرنی۔ دوسرا بیعزتی سے پرہیز کرنی۔ تیسرا کمینگی سے پرہیز کرنی۔ الا جور کی مثال یہ ہے کہ مال زبردستی یا تفاوت وزن اور پیمانہ یا مکر اور فریب اور چوری سے حاصل کریں۔ الا عار اور بیعزتی وہ ہے کہ مسخرہ پن اور ذلت سے مال حاصل کریں الا کمینگی وہ ہے کہ باوصف قدرت شریف پیشہ کے خسیس پیشوں سے حاصل کریں اور پیشہ تین قسم پر ہے ایک شریف دوسرا خسیس تیسرا متوسط۔ شریف وہ پیشہ اور کسب ہیں جو نفس ناطقہ کے نیک ہونے سے ہوں

بدن کی نیکی سے تعلق اُنکا ہو اور اُسکو صناعات احرار اور ارباب مروت کا کہتے ہیں اور اکثر یہ تین قسم کے لوگوں میں ہوتی ہیں اوّل وہ جو جوہر عقل سے تعلق رکھے مثل صحت رائے اور صواب مشورہ اور حسن تدبیر کے یہ صناعت وزیروں کی ہے دوسرا وہ جو آداب فضیلت سے متعلق ہو مثل کتابت و بلاغت اور علم نجوم اور علم طبابت اور علم پیمایش کے یہ صناعت اہل ادب اور ارباب فضل کی ہے۔ تیسرا وہ جو قوت اور شجاعت سے متعلق ہو مثل سواری و سپاہگری اور محافظت حد بست ملکوں کے اور دفع کرنا دشمنونکا۔ یہ صناعت شہسواروں کی ہے۔ الاخسیس صناعتیں بھی تین قسم پر ہیں اول وہ جو عام لوگوں کی مصلحت کے مخالف ہو جیسا کہ خرید اور ذخیرہ کرنا غلہ کا بامید قحط اور گرانی کے اور سحر اور جادو کرنا یہ پیشہ مفسد لوگونکا ہے دوسرا وہ جو فضیلت انسانی سے مخالف ہو۔ مانند مسخری اور مطربی اور قماربازی کے۔ یہ پیشہ کمینے لوگوں کا ہے۔ تیسرا وہ جو موجب نفرت اور کراہت طبع کا ہو مثل حجامی اور چمرنگی اور دبّاغی کے یہ پیشہ حقیر لوگوں کا ہے۔ اور اس باعث سے کہ عقل نزدیک طبع کے احکام مقبول نہیں ہوتے اخیر کا قسم از اقساموں سے عندالعقل قوی نہیں ہے۔ چاہیئے کہ بلحاظ ضرورت کے ایک جماعت اس پیشہ پر بھی قیام کرے۔ اور پہلے دونوں قسم قبیح ہیں اُنسے ممانعت کرنی چاہئے۔ اور صناعات متوسط دیگر قسم کے پیشے اور صناعات ہیں بعضے اُنمیں سے ضروری ہیں مثل زراعت کے اور بعضے غیر ضروری مثل رنگریزی کے اور بعضے بسیط ہیں مثل نجاری اور آہنگری کے اور بعضے مرکب مثل ترازوگری اور کاردگری کے ہر ایک اہل صناعت اور پیشہ کو چاہیئے جو اپنی صناعت میں کمال اور پختگی پیدا کرے ادنے مرتبہ پر قناعت نہ کرے اور پست ہمتی پر راضی ہو جائے۔ اور جاننا چاہیئے کہ انسان کے لیے کوئی زینت روزی فراخ سے بہتر نہیں ہے اور جملہ سببوں سے بہتر سبب اور وسیلہ روزی کا وہ صناعت ہے جو باوجود مشتمل ہونے عدالت کے عفت اور مروت سے بھی نزدیک ہو چاہیئے کہ حرص اور طمع اور بدکرداری اور سستی اور فراہم کرنے مال حرام اور مکروہ اور بیعزتی اور بے مروتی اور اغوائے کرنے لوگوں سے احتراز کرے اگرچہ ان باتوں سے مال بہت حاصل ہو جو مال ان آلودگیوں سے پاک ہوگا اُسکو صاف اور بابرکت تصور کرنا چاہیئے اگرچہ مقدار میں تھوڑا ہو۔ الا حفاظت مال کی بغیر آمدنی کے نہیں ہوسکتی کیونکہ خرچ امر ضروری ہے اور اسمیں تین شرطیں ملحوظ رکھنی چاہئیں۔ اوّل یہ کہ کسی طرح کا خلل

گھر کے لوگوں کے گذارہ میں ظہور میں نہ آوے۔ دوسرا یہ کہ عزت اور دیانتداری میں خلل نہو کیونکہ باوجود دولتمندی کے اگر اہل حاجت کو محروم رکھے تو دیانتداری اسکی میں فرق آئیگا اور جو لوگ جو خواہاں بیعزتی کے ہوں یا قریبی ہوں اگر انکو نہ دیگا تو ہمت اور عزت داری سے بعید ہے تیسرا وہ جو ترکیب کسی رذیلت کا مثل بخل اور حرص کے نہو جب ان شرایط پر عمل کرے تو محافظت تین شرطوں کی ہوگی۔ اول یہ کہ خرچ آمدنی کے برابر نہو بلکہ کم ہو دوسرا وہ کہ جس چیز کا حاصل کرنا اور پرداخت رکھنی دشوار ہو مثل ایسے ملکیت کے کہ آباد اور بارونق رکھنا اسکا اس سے نہو سکے یا کوئی ایسی رقم جواہرات کی کہ جسکا خریدار کم ہو اسپر زر صرف نہ کرے تیسرا یہ کہ اپنے کام کے رواج دینے میں کوشش کرے اور اور ایسی منفعت والی چیز پیدا کرے کہ جسکا نفع متواتر ہمیشہ حاصل ہوتا رہے اگرچہ قلیل المقدار ہو اور اس انتفاع کو اُس کثیر المقدار نفع سے جو ایکبارگی اتفاقاً حاصل ہوجائے بہتر جاننا چاہئے۔ اور عقلمند کو چاہئے کہ ذخیرہ اور جمع کرنے مال اور سامان روزی سے غافل نرہے تا ضرورت کے وقت مثل تنگدستی اور قحط سالی اور بیماری کے دنوں میں صرف کرے۔ کہتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ انسان کے پاس کچھ مال نقد اور زیور اور برتن ہوں اور کچھ اجناس اور کپڑہ اور غلہ وغیرہ سرمایہ ہو اور کچھ ملک اور زمین اور مویشی ہوں تا اگر کسی قسم مال میں خلل وقوع میں آوے تو دوسری دونوں قسموں سے بدلہ اسکا ہوجاوے مال کے خرچ اور صرف کرنے میں چار چیزوں سے پرہیز کرنی چاہئے۔ اول بخل اور امساک سے مثل اسکے کہ اپنے ذاتی مصارف اور عیال و اطفال کے ضروری مصارف میں تنگی کرے یا نیک کام کے صرف کرنے سے امتناع کرے دوسرا فضول اور بیجا خرچ کرنے سے کہ غیر ضروری محل میں مثل شہوات اور لذات کی پیروی میں خرچ کرے یا کسی ضروری موقع پر مقدار مناسب سے زیادہ صرف کرے۔ تیسرا ریاکاری اور فخر سے جو بطریق لاف زنی اور اپنی دولتمندی ظاہر کرنے کے لئے کسی فخر کے مصارف میں صرف کرے چوتھا بدتدبیری اور بےنظامی سے کہ بعضی جگہہ مقدار واجبی سے زیادہ صرف کرے اور بعضی جگہ کم خرچ کرے مال کے مصارف تین قسم پر ہیں اول یہ کہ دیانت داری اور طلب رضائے الٰہی میں صرف کریں مثل زکوٰۃ و صدقہ کے۔ دوسرا وہ کہ بطریق سخاوت اور نیکنامی کے صرف کریں مانند تحفہ اور ہدیہ اور احسان اور بخشش کے تیسرا

وہ جو ضرورت کے لئے صرف کریں یا طلب کسی نیکی کے لئے یا کسی مضرت کے
دفع کرنے کے واسطے طلب نیکی کی مثل گھر کے اخراجات کے کھانے پینے اور لباس
وغیرہ کے۔ دفع مضرت کی مثال جیسا کہ ظالموں اور کمینوں کو واسطے محافظت
جان اور مال اور عزت کے دیا جائے۔ پہلا قسم خرچ کا جسمیں حصول قرب
بارگاہ الٰہی کا مدنظر ہے اسمیں چار شرطیں ملحوظ رکھنی چاہئیں۔ اول یہ کہ
جو کچھ دے خوشی خاطر اور کشادہ پیشانی سے دے اُس میں افسوس اور تاسف
نہ کرے نہ از روے ظاہر اور نہ از روے باطن۔ دوسرا یہ کہ خاص بنظر طلب
رضاے الٰہی کے دے اسمیں امید شکر گذاری یا انتظاری بدلہ کی یا مشہور ہونے نام
کی مدنظر نہ رکھے۔ تیسرا یہ کہ درویشوں کو پوشیدہ طور پر دے اگرچہ کسی سائل کو
جہانتک بنے محروم نہ کرے الا بہتر یہ ہے کہ یہ قسم نوع دوم سے شمار کیا جائے کیونکہ حال
قرب بارگاہ الٰہی کا اُس چیز کے ذریعہ سے جسکا موجب امر باطنی ہو بہتر ہے اور
خارجی سے۔ چوتھا یہ کہ مستحق لوگوں کا حال ظاہر کرنے سے بے عزتی اور ہتک اُنکا نہ کرے
دوسرے قسم خرچ میں جو اہل فضیلت کے افعال میں سے ہے پانچ شرطیں ملحوظ
رکھنی چاہئیں۔ اول جلدی کرنی کہ اس میں جلدی کرنی خوش ہوتی ہے۔ دوسرا
اخفا اور پوشیدگی جو اخفا کے ساتھ مطلب روائی پسندیدہ ہے اور بخشش
کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ تیسرا جس چیز کو دیا جاوے اُسکو حقیر اور ناچیز جانے
اگرچہ بیش قیمت ہو چوتھا ہمیشہ سلسلہ وار دے کہ انقطاع کرنا اسکا نیک نہیں
ہے۔ پانچواں نیک موقع پر دینا ورنہ ایسا ہوگا جیسا کہ زمین شور میں تخم ریزی ضایع
اور تلف ہو جاتی ہے تیسری قسم میں ایک شرط کی رعایت رکھنی چاہئیے اور وہ یہ ہے کہ بمقدار احتیاج میں اوسط درجہ
عمل کیا جائے اور اگر اسمیں بنظر حفظ عزت اور رفع مضرت کے اندازہ وسط سے زیادہ خرچ کیا جاوے تو بخل کرنے کی نسبت
سے بہتر ہے کیونکہ یہ امر مصلحتاً دفع کرنے مضرت میں داخل ہے نہ اسراف میں
اگر ہر طرح سے شرایط میانہ روی کی مدنظر رکھکر خرچ کیا جائے تو طعن اور بدگوئی
لوگوں کی سے نجات نہیں پاتا سبب اسکا یہ ہے کہ انصاف اور عدالت اکثر طبیعتوں
میں معدوم ہے طمع اور حسد اور دشمنی بخوبی متمکن۔ پس بنائے طریقہ خرچ کے موافق
عام لوگوں کی رائے کی سلامتی عزت کے واسطے بہتر ہے اُس نسبت سے جو موافق
قاعدہ خاص لوگوں کے بناء اسکی قائم کیجائے عام لوگوں کی رغبت فضول خرچی
کی طرف ہوتی ہے اور خاص لوگوں کی میل خاطر کم خرچ کرنے کی طرف۔ قواعد
اُنکی ثروت اور دولتمندی کے باب میں جنکی طرف انسان کو حاجت پڑتی ہے یہ

ہیں جزئیات اسکے عقلمند پر پوشیدہ نہیں رہینگے انشاء اللہ تعالے ؛

تیسری فصل دریافت کرنے سیاست اور تدبیر گھر کی عورت کے

چاہیے کہ موجب نکاح کرنے عورت کا دو چیزیں ہوویں محافظت مال کی اور طلب نسل کی تقاضاے شہوت کا یا کوئی دیگر مطلب مدنظر نہو اور عورت نیک بخت مال میں شریک مرد کی ہوتی ہے اور گھر کی تدبیر اور بندوبست میں مشارکت رکھتی ہے اور وقت ناحاضر ہونے مرد کے قائم مقام اُسکی ہے اور سب عورتوں سے بہتر وہ عورت ہے جو زیور عقل اور پارسائی اور دانائی اور حیا اور نرم دلی اور دوستی اور کوتاہ زبانی اور فرمانبرداری اور خدمتگذاری اور طلب رضاے شوہر سے آراستہ ہو اور گھر کے لوگوں پر وقر اور رعب اپنا رکھے اور عقیم یعنے بانجھ نہو اور گھر کی ترتیب اور انتظام اور انداز خرچ کیے نگاہ رکھنے پر واقف اور قادر ہو اور نیک خوئی اور خوش خلقی اور مدارات سے شوہر کے دل سے غم اور فکر کو رفع کرے اور عورت آزاد کنیزک سے بہتر ہے کیونکہ مصروفیت اُسکی بیگانہ لوگوں کے مدارا کرنے میں اور رعایت صلہ رحم اور تقویت اقربا اور مدارات دشمن اور معاونت اور مددگاری اسباب معاش میں زیادہ تر ہوگی اور اس بات سے پرہیز رکھیگی کہ کسیطرح کا عیب اُسکی نسل اور اولاد میں پیدا نہو۔ اور عورت باکرہ غیر باکرہ سے بہتر ہے کیونکہ ادب اور خلق اور عادات شوہر کے قبول کرنے میں اور اطاعت اور فرمانبرداری اُسکی میں زیادہ تر مستعد ہوگی اگر باوصف ان اوصاف کے زیور حسن اور نسب اور دولتمندی سے بھی آراستہ ہو تو وہ کل اوصاف حسنہ سے موصوف ہوگی جو زیادہ اُس سے کوئی درجہ متصور نہیں لیکن اگر بعض اوصاف ان میں سے موجود نہوں تو چاہیے کہ عقل اور پرہیزگاری اور حیا ضرور موجود ہو کیونکہ ان تینوں وصفونکو چھوڑکر حسن اور نسب اور دولتمندی کو اختیار کرنا موجب رنج اور بربادی اور خلل امور دین و دنیا کا ہے اور چاہیے کہ صرف بسبب حسن اور جمال عورت کے خواہاں نکاح کا نہو کیونکہ عورت صاحب حسن پرہیزگار کم ہوتی ہے اس سبب سے کہ عورت جمیلہ کے طالب اور راغب بہت ہوتے ہیں اور کم عقلی انکی اُنکے مطیع ہونے سے مانع نہیں ہوتی آخر خرابی اور فضیحت میں گرفتار ہوجاتے ہیں انکے نکاح کرنیکی علت غائی یا بیعزتی جو شقاوت دوجہان کی ہے ہوگی یا برباد کرنا دولت اور مال کا اور

اور بہت طرح سے رنج کھینچنا پڑیگا پس چاہئے کہ حسن کے معاملہ میں درستی اور اعتدال بدن پر کفایت کرے اور اسمیں بھی اوسط درجہ کو ملحوظ رکھے۔ اور ویسا ہی مناسب ہے کہ عورت کو مالدار اور دولتمند تصور کرکے اُسکا خواہاں نہو کیونکہ مالدار ہونا عورتوں کا باعث غلبہ اور تسلط اُنکے کا ہوجاتا ہے کہ شوہر خدمتگار کی حیثیت پر اُنکی آنکھوں میں دکھلائی دیتا ہے جب شوہر عورت کے مال میں تصرف کریگا عورت اُسکو بمنزلہ خدمتگار اور مددگار کے تصور کریگی اُسکی کچھ عزت اور قدر نہوگی معاملہ برعکس ہوجائیگا جس سے خانگی امور اور ورتارہ میں خلل واقع ہوجائے جب شوہر اور عورت کے درمیان پیوند مواصلت کا قرار پذیر ہوجائے تو طریق سیاست شوہر کا عورت پر تین چیزیں ہیں اول ہیبت۔ دوم بخشش۔ سوم شغل خاطر اوّلاً ہیبت اُسکو کہتے ہیں کہ اپنے آپکو عورت کی نظر میں باسیاست رکھے تا اُسکی فرمانبرداری میں سستی نہ کرے یہ امر جملہ شرائط سیاست متعلقہ المنجانہ سے عظیم تر ہے کیونکہ اگر اس سیاست میں خلل واقع ہوجائے تو عورت کو اپنے حرص وہوا کی متابعت میں جرات ہوجاتی ہے اور اسیر بس نہیں کرتی بلکہ شوہر کو اپنا فرمانبردار بناکر ذریعہ حصول اپنے مطالب کا کرلیتی ہے اور اُس سے خدمت لیکر اپنی مرادیں حاصل کرلیتی ہے پس حاکم محکوم اور مطیع مطاع ہوجاتا ہے نتیجہ اسکا عیب اور بیعزتی اور مذمت اور بربادی دونونکی ہے اور اس قدر خرابی اور تباہی پیدا ہوگی جسکا بدلہ اور تدارک نہوسکے۔ ثانیاً بخشش وہ ہے کہ عورت کو اُن چیزوں سے جنکے ذریعہ سے محبت اور الفت زیادہ ہو آسودہ رکھے تا اُسکے دل میں اس بات کا خیال اور خوف رہے کہ اگر میں اطاعت اور فرمانبرداری شوہر اور انتظام امور خانگی میں اہتمام نہ کرونگی تو بخشش اور خبرگیری میری سے مرد دست بردار ہوجائیگا اس باب میں چھ چیزیں اقسام بخشش سے ہیں اوّل یہ کہ اُسکو نیک صورت پر رکھے دوسرا ستر اور پردہ داری اُسکی میں غیر محرم لوگوں سے اسقدر مبالغہ کرے کہ آثار اور خصلتیں اور آواز اُسکی پر کوئی شخص بیگانہ واقف نہو۔ تیسرا گھر کے ظاہری امور میں اُسکے ساتھ مشورہ کرے مگر اس شرط سے کہ اُسکے دل میں یہ خیال متمکن نہوجائے کہ مرد میرا مطیع ہے۔ چوتھا اختیار اور تصرف اُسکا روزی اور کھانے پینے کے معاملہ یا خدمتگذار لوگوں کے دینے لینے میں حسب مصلحت خانہ داری کے آزاد رکھے کیطرح کی ممانعت نہو پانچواں اُسکے خویش اور اقربا سے ملت اور صلہ رحم کا رکھے اور مددگاری اور ظاہرداری اُنکی واجب

جانے ۔ چھٹا جب اثر نیکی اور شائستگی اُسکی کا معلوم کر لے تو کسی دوسری عورت کو اُس پر اختیار نہ کرے اگرچہ دوسری عورت حسن اور دولت اور نسب اور خاندانی ہونے میں اُس سے بہتر ہو۔ کیونکہ جو غیرت عورتوں کے دلیں متمکن ہوتی ہے باوجود نقصان اور کمی عقل کے اُنکو قبیح اور شنیع اور ایسے فعلوں پر مرتکب کرتی ہے جو موجب بربادی گھر اور خرابی انتظام اور رنج کا ہوں ۔ سوا سے بادشاہوں کے جو غرض اُنکی قبیلہ اور شادی کرنے سے طلب نسل اور کثرت اولاد کی ہوتی ہے اور عورتیں اُنکی خدمت میں مثل غلاموں کے ہوتی ہیں زیادہ قبیلہ کرنیکی کسیکو رخصت نہیں اور بادشاہوں کو بھی اس سے پرہیز کرنی بہتر ہے کیونکہ مرد گھر میں مثل دل کے ہے بدن میں جیساکہ ایک دل دو بدنونکی حیات کے لیئے کافی نہیں ہے ویساہی ایک مرد سے دو گھر کا انتظام نہیں ہوتا ۔ اِلّا شغل خاطر وہ ہے کہ عورت کو ہمیشہ گھر کے کاموں میں اور اُن امور کی مصلحت میں جو باعث انتظام معاش کا ہیں ان مصروف اور مشغول رکھے کیونکہ نفس انسان کا بیکار نہیں رہ سکتا ضروری امور سے فراغت کا ہونا غیر ضروری باتوں کیطرف رغبت پیدا کردیتا ہے پس اگر عورت ترتیب امور خانگی اور ترتیب اولاد اور توجہ حال متعلقان سے فارغ ہو تو ہمت اور خیال اُسکی اُن باتوں کیطرف مصروف ہوتا ہے جو خلل انداز خانہ داری کی ہون گھر سے باہر جانے کی طرف اور اپنے آپکو آراستہ اور زینت کرنے کے لئے براو باہر جانے کے اور مردونکا نوں نئے نظارہ کے لیئے مشغول ہوگی تا گھر کے کام بھی خلل پذیر ہونگے اور شوہر کی بھی سیاست اور قدر اُسکی آنکھوں میں باقی نرہیگی بلکہ جب غیر آدمیونکو دیکھیگی تو شوہر کو حقیر اور ناچیز جانیگی اور نیز خراب اور قبیح امور کے اقدام کرنے پر اُسکو دلیری ہو جائیگی اور نیز طالبان اپنے کو طلب کے باب میں رغبت کریگی انجام اسکا علاوہ خلل پذیر ہونے امور معاش اور بربادی عزت کے رسوائی اور ہلاکت اور شقاوت دوجہان کی ہوگی اور شوہر کو چاہیے کہ سیاست عورت کے باب میں تین چیزوں سے پرہیز کرے ۔ اول غلبہ محبت سے جو اس سے غالب ہوجانا عورت کا اور صلاحیت کی باتوں کو چھوڑکر اپنے حرص و ہوا کیطرف متوجہ ہونا لازم آتاہے اگر رنج محبت میں مبتلا ہوجائے تو اُس سے محبت اپنی پوشیدہ رکھے جو کسی طرح پر وہ واقف ہو اگر پوشیدہ رکھنے پر قادر نہو تو وہ طریقہ علاج کا استعمال میں لاوے

جو دفع عشق کے لئے مقرر ہے اور ہرگز اس غلبۂ محبت پر قیام نرکھے کہ یہ آفت موجب
فساد ہاے مذکورہ بالا کا ہے دوسرا مصلحتہاے کلی میں عورت کے ساتھہ مشورہ
نہ کرے اور اپنے امور رازداری پر اسکو مطلع نکرے اور اندازہ و مقدار مال اور ملکیہ
اپنے کا اس سے پوشیدہ رکھے کیونکہ انکی راے ناصواب اور کمی عقل کے اسباب میں
بہت آفتوں اور خرابیوں کو پیدا کرتی ہے۔ تیسرا یہ کہ عورت کو لہو و بازی اور غیر
مردوں کیطرف نظر کرنے اور سننے حکایات مردوں کی ان عورتوں سے جو افعال
ناپسندیدہ سے موصوف ہوں باز رکھے اور ہرگز ان باتونکا اسکو اختیار نہ دے کیونکہ
یہ امر موجب پیدا ہونے بڑے بڑے فساد اور خرابیونکا ہے اور سب سے بدتر ہمنشینی
ان بوڑھی عورتوں کی ہے جنکی مردوں کی مجلسوں میں آمدورفت ہو اور مردونکی
حکایات بیان کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عورتوں کو صورت
یوسف کے سکھلانے سے منع کرنا چاہیئے کہ اس قسم کے قصہ سننے سے یہ فرقہ عفت
اور پرہیزگاری سے منحرف ہوجاتا ہے۔ اور ان کو شراب کے استعمال سے امتناع
کلی کرنا چاہیئے کیونکہ شراب اگرچہ تھوڑی ہو الا موجب بیحیائی اور برانگیختگی شہوت
کا ہوتی ہے اور عورتوں کے حق میں ان دو خصلت یعنے بیحیائی اور انگیختگی شہوت
سے کوئی خصلت بدتر نہیں ہے۔ عورتوں کو واسطے اس بات کے کہ اپنے شوہروں
کو رضامند رکھیں اور اپنے آپکو انکے دلوں میں عزیز رکھیں۔ پانچ چیزوں پر
عمل کرنا چاہیئے۔ اول عفت اور پارسائی کو لازم پکڑیں۔ دوسرا کفایت اور خیرخواہی
ظاہر کریں تیسرا انکا خوف دلمیں رکھیں چوتھا انکے ساتھہ حسن سلوک رکھیں یعنی انکی تکرار
پانچواں شکایت انکی نہ کریں معاشرت کے باب میں نیکی اور اطاعت سے پیش
آویں۔ حکمار کا مقولہ ہے کہ نیک عورت مشابہ ہوتی ہے ماں اور دوست اور خدمتگار
کے ساتھہ اور بدعورت مشابہت رکھتی ہے ظالم اور دشمن اور چور کے ساتھہ۔ الا
مشابہت نیک عورت کی ماں کے ساتھہ اس طرح پر ہے۔ کہ ہر وقت آرزو اسکی یہ
ہوتی ہے کہ شوہر میرے پاس رہے۔ اسکی دوری کو مکروہ جانتی ہے اور شوہر کی
رضامندی اور مراد حاصل کرنے کے لئے اپنے پر رنج اور تکلیف اٹھاتی ہے اور ماں
بیٹے کے ساتھہ بھی یہ ہی طریق عمل میں لاتی ہے۔ الا مشابہت اسکی دوستوں کے
ساتھہ اس طرح پر ہے۔ کہ جو کچھ شوہر اسکو دے اسپر قناعت کرتی ہے اور جو چیز نہ دے
اسمیں تکرار نہیں کرتی اور مال و اسباب اپنا اس سے دریغ نہیں رکھتی اور اخلاق
میں اسکے ساتھہ موافقت کرتی ہے۔ الا مشابہت اسکی پرستاروں کے ساتھہ اس طرح پر

ہے۔کہ کنیزکونکی طرح خدمت کرتی ہے اور شوہر کی تندخوئی پر صبر کرتی ہے اور صفت
اور بیح اُسکی کا اظہار اور عیب کا اخفا کرتی ہے اور اُسکی نعمتوں کا شکر ادا کرتی ہے
اور جو چیز شوہر کی جانب سے موافق طبع اُسکی کے نہو اُسمیں عتاب اور شکایت نہیں
کرتی۔ الّا مشابہت بدعورت کی ظالموں کے ساتھہ اس طرح پر ہے کہ سستی اور بہانہ
کو دوست رکھتی ہے اور بدزبان ہوتی ہے عیب جوئی اور غصہ بہت کرتی ہے شوہر
کے غصہ اور خوشنودی کی پروا نہیں رکھتی خدمتگارہ اور کنیزک کو بہت دکھاتی ہے
الّا مشابہت اُنکی دشمنوں کے ساتھہ اس طرح پر ہے کہ شوہر کو حقیر اور ناچیز جانتی ہے
اور اُسکی ذلت کرتی ہے اور بدخوئی سے پیش آتی ہے اور احسان اور نعمت اُسکی
کا انکار کرتی ہے اور اُسکی طرف سے کینہ اور شکایت دلمیں رکھتی ہے اور عیب
اُسکے ظاہر کرتی ہے۔ الّا مشابہت اُسکی چوروں کے ساتہہ اسطرح پر ہے کہ شوہر کے
مال میں خیانت کرتی ہے اور بلا ضرورت اُس سے سوال کرتی ہے اور احسان اُسکے
کو حقیر جانتی ہے اور جو چیز شوہر کے نزدیک مکروہ ہو اُسکے کرنے میں مبالغہ اور کوشش
کرتی ہے جھوٹ بولنے کو دوست رکھتی ہے اپنا نفع شوہر کے نفع پر مقدم سمجھتی
ہے۔جو شخص کسی بدعورت کے پنجہ میں گرفتار ہوجائے اُسکا علاج علٰحدہ ہوجانا ہے
کیونکہ عورت بد کی ہمنشینی درندوں اور سانپ زہری کی ہمنشینی سے بدتر ہے
اگر علٰحدہ ہونا مشکل ہو تو چار طرحکے حیلے عمل لانے چاہئیں اول خرچ کرنا
مال کا کیونکہ حفاظت جان اور عزت کی محافظت مال سے بہتر ہے اگر مال کثیر کے صرف
کرنے سے جان محفوظ رہے تو اُس مال کو حقیر سمجھنا چاہئے دوسرا ناموافقت اور بدخوئی
اور ترک صحبت اس طریق پر اختیار کرنی چاہئے جو موجب فساد کا نہو۔تیسرا طرح طرح
کے حیلے مثل اسکے کہ بوڑھی عورتوں کو اس بات کے واسطے مقرر کیا جائے کہ اُس بدعورت
کو ہر وقت یہ تحریص اور ترغیب کریں کہ اس شوہر کو چھوڑکر کوئی اور شوہر کرنا چاہئے
یہ بہت نالائق ہے اور حسب ظاہر اپنی طرف سے رغبت رکھنی چاہئے اور علٰحدگی
سے انکار جتانا چاہیے شاید اس حیلہ سے اُسکی طبیعت میں رغبت علٰحدگی کی پیدا
ہوجائے۔الغرض بہت بہت طرح کے حیلے ازروے سہل انگاری اور رغبت اور خوف
کے جنکے ذریعہ سے مفارقت اور علٰحدگی ظہور میں آوے عمل میں لانی چاہئیں
چوتھا یہ تدبیر اُس حالت میں قابل عمل کے ہے جب کوئی تدبیر مفید نہ پڑے اور
وہ یہ ہے کہ اُسکو چھوڑکر سفر دور ودراز اختیار کرے مگر اس شرط پر کہ ایسا انتظام
کر جائے کہ عورت کو پیچھے سے محال ارتکاب افعال بد کی نہو تا امید اُسکی منقطع ہو

مفارقت اور علیحدگی کو اختیار کرے۔ حکمائے عرب کا مقولہ ہے کہ پانچ قسم کی عورتوں سے پرہیز کرنا واجب ہے حنانہ و منانہ و انانہ و کیتہ القفا و خضراء الدمن۔ الّا حنانہ اُس عورت کو کہتے ہیں کہ شوہر دیگر سے اولاد رکھتی ہو اور ہمیشہ اُس شوہر کا مال اُنکے مصارف میں صرف کرے۔ الّا منانہ وہ عورت ہے کہ متمول اور دولتمند ہو اور اپنے مال کے سبب شوہر پر منت اور احسان رکھے۔ الّا انانہ اُسکو کہتے ہیں کہ اس شوہر سے پہلے وہ مرفہ الحال ہو یا اس سے پہلے کوئی شوہر بہتر اس سے رکھتی ہو اور ہمیشہ اس شوہر سے شکایت رکھے۔ الّا کیتہ القفا اُس عورت بدکار کو کہتے ہیں کہ جبکا شوہر جس محفل سے باہر جائے اہل محفل اُس عورت کے ذکر سے اُسکی گردن پر داغ رکھیں۔ الّا خضراء الدمن اُس عورت حسین اور خوبصورت کو کہتے ہیں کہ جبکا اصل بد ہو۔ اُسکو تشبیہ ہے اُس سبزہ کے ساتھ جو کسی گندہ زمین میں پیدا ہو۔ جو شخص عورتوں کی سیاست کرنے پر قادر نہو اُسکے حق میں بہتر یہ ہے کہ بے عورت رہے اور دامن اپنا اُنکی آلودگیوں سے پاک رکھے کیونکہ ان کی ہمصحبتی علاوہ بد انتظامی کے باعث بیشمار آفتوں کا ہے جو منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ عورت ہلاک کرنے اسکے کا قصد کریگی یا کوئی دوسرا شخص اُس عورت کی خاطر قصد ہلاک کرنے اسکے کا کریگا واللہ الموفق المعین۔

چوتھی فصل سیاست اور تدبیر اولاد میں

جب فرزند پیدا ہو پہلے اسم نیک اسکا رکھنا چاہئے کیونکہ اگر نام نیک نرکھا جائے تو مدت العمر ناخوش رہیگا۔ پس اسکے لئے ایسی دایہ مقرر کیجائے کہ احمق اور بیمار نہو کیونکہ بہت عادات بد اور بیماریاں دود کے ذریعہ سے بچوں کی مزاج میں دایہ کی طبع سے انتقال کرجاتی ہیں۔ زنہار کہ از برائے فرزند۔ معلول ولئیم دایہ مپسند۔ خوے کہ زشیر در بدن رفت۔ آندم برود کہ جاں زتن رفت۔ جب حد شیر خواری سے متجاوز کرے تو پہلے اس سے کہ اخلاق ناپسندیدہ کو عادت پکڑے اُسکی آدب اور درستی اخلاق کی طرف متوجہ ہونا چاہئے کیونکہ بچوں کی مزاج بسبب نقصان عقل کے اخلاق بد کی طرف زیادہ تر متوجہ ہوتی ہے۔

درستی اور تہذیب اخلاق بچوں کے لئے پیروی اُنکی طبیعت کی کرنی چاہئے یعنے جس قوت کا اُنکی اصل طبیعت میں زور ہو اُسکی تکمیل کو مقدم سمجھا جاوے۔

پہلی علامت قوت تمیز کی جو لڑکوں میں ظاہر ہوتی ہے حیا ہے پس خیال کرنا چاہیئے کہ اگر اسکی طبع پر حیا غالب ہے اور اکثر اوقات غلبہ حیا کے سبب سر اور گردن نیچے کی طرف ڈالے رکھتا ہے اور بیحیائی سے محترز رہے تو یہ علامت اشرافت اور نجابت طبع کی ہے کیونکہ نفس اُسکا بدی سے پرہیز کرنے والا اور نیک امور کی طرف راغب اور مایل ہے۔ یہ علامت ادب قبول کرنے اُسکے کی ہے جب طبع اُسکی ایسی ہو تو تادیب اور حسن تربیت اُسکے لئے توجہ اور کوشش زیادہ تر کرنی چاہیئے سستی اور غفلت بالکل ظہور میں نہ آئے۔ منجملہ امور تادیب سے اوّل امر یہ ہے کہ اُسکو ہمصحبتی اور لہو بازی اُن لڑکوں سے جو اخلاق بد رکھتے ہوں اور اسکے اخلاق کو بگاڑنے والے ہوں محفوظ رکھا جائے۔ کیونکہ بچوں کی طبیعت سادہ ہوتی ہے اپنے ہم عمروں کی اخلاق جلد تر قبول کرلیتی ہے۔ چاہیئے کہ بچوں کو فضایل اور بزرگی حاصل کرنے کے واسطے تنبیہ کیجائے خصوصاً وہ بزرگی کہ جسکا استحقاق از روے عقل اور تمیز اور دیانت کے ہو نہ از روے مال اور نسبت کے۔ بعد اُسکے احکام دین کے سکھلانے چاہیئں اور اُسپر ہمیشہ قائم رہنے کی رغبت دیجائے اور ترک کرنے کی سیاست۔ نیک آدمیونکی اُسکے پاس تعریف کریں اور بدکرداروں کی مذمت۔ اگر لڑکے سے کوئی نیک امر صادر ہو تو اُسکو تحسین اور آفرین کرنی چاہیئے اور اگر کچھ امر نازیبا وقوع میں آوے تو اظہار قباحت اور مذمت اُس امر سے خوف دیا جاوے اور کھانے پینے لذیذ اور لباس تکلف کی اہانت اُسکے ذہن نشین کرنی چاہئے حرص مطعومات اور دیگر لذایذ سے نفس اپنے کو بری رکھنا اسکی طبع پر گوارا کیا جائے۔ اور سمجھانا چاہیئے کہ رنگین اور تکلف لباس پہننا عورتوں کو لازم ہے اہل شرف اور فضل کو لباس کیطرف التفات نہیں ہوتی جب یہ بات متواتر کہنے اور سنانے سے ذہن نشین اسکے ہوجائیگی تو بخوبی اُسپر معتاد ہوجائیگا اور جو شخص مخالف اسکے کہنے والا ہو خصوصاً کم عمر لڑکے انکو اُس سے دور رکھنا چاہیئے اور بچوں کو آداب بد سے منع کیا جائے کیونکہ لڑکا ابتداء عمر میں فعل ناپسندیدہ بہت کرتا ہے اور اکثر دروغ اور حسد اور چوری اور چغلی اور فضولی کرنے والا ہوتا ہے فریب اور مکر کہ جسمیں اپنا اور غیر کا ضرر متصور ہو عمل میں لاتا ہے پیچھے سے بڑا ہوکر بذریعہ تادیب اور تجربوں کے ان باتوں سے باز آتا ہے۔ پس چاہیئے کہ لڑکپن میں ان باتوں کا مواخذہ کیا جائے۔ پس تعلیم

اُسکی شروع کراویں اور حکایات اور اشعار پسندیدہ مفیدہ اخلاق اُسکو حفظ اور یاد کرائیں تا وہ آداب اور اخلاق جو اُنکو پہلے سکھلائے گئے ہیں اُنکی تائید ہو اوّل خفیف وزن کے شعر سکھلائے جائیں بعد اسکے قصاید وغیرہ اور جن شعروں میں ذکر غزل اور عشق اور پینے شراب کا ہو مثل اشعار احوال مجنوں اور ابو نواس کے اُنکے پڑھنے سے پرہیز کرانی چاہئے۔ اور جاننا چاہئے کہ بعضے لوگ یاد کرنا اُن شعروں کا خوش طبعی میں سے تصور کرکے ایسا کہتے ہیں کہ اُن سے رقت طبع حاصل کرنی چاہئے اس قول کی طرف التفات نفرماویں کیونکہ اس قسم کے شعر نوجوانوں کی مزاج خراب کردیتے ہیں اور جو خلق نیک اُس سے صادر ہو تعریف کریں اور اکرام کریں اور درصورت صادر ہونے خلق بد کے زجر اور ملامت صراحتاً نکریں بلکہ چشم پوشی کرنی مناسب ہے تا دلیرانہ اُسپر مرتکب نہوجائے اگر وہ بطور اخفا کرے تو اُسکو ظاہر نکرنا چاہئے اگر دوبارہ عمل میں لائے تو علیحدہ اور پوشیدہ طور پر اُسکو سرزنش کرنی چاہئے اور قباحت اُس فعل کی مبالغہ کے ساتھ ذہن نشین اُسکے کریں اور اس بات کا خوف دیں کہ اگر پھر تجسے یہ فعل صادر ہوگا تو سزائے واقعی دیجائیگی اس امر کے ظاہر کرنے سے پرہیز کرنا مناسب ہے کیونکہ موجب بیحیا ہونے کا ہوجاتا ہے اور اُس فعل کے ارتکاب کرنے پہ اصرار پیدا ہوجاتا ہے الانسان حریص علی ما منع یعنے انسان حرص کرنے والا ہے اوپر اُس چیز کے کہ جس سے منع کیا جائے اور ملامت کرنے کو زبون جانتا ہے اور افعال بد سے مرتکب ہوتے ہیں از راہ دلیری کے لذت تصور کرتا ہے بلکہ اس معاملہ میں حکمت عملی اور حیلہ تاسے مناسب عمل میں لاویں۔ پہلے جو قوت شہوی کی تادیب کریں تو کھانا کھانے کے آداب سکھلانے چاہئیں جیسا کہ ہم بیان کرینگے اور اُسکو سمجھانا چاہئے کہ کھانا کھانے سے غرض صحت ہے نہ لذت کیونکہ غذا اور حیات اور صحت کا سبب ہے مثل دواؤں کے جو اسکے ساتھ علاج بھوک اور پیاس کا کیا جاتا ہے جیسا کہ دوا در لذت کیواسطے نہیں کھاتے اور رغبت خاطر سے استعمال میں نہیں لاتے ویسا ہی غذا کو تصور کرنا چاہئے اور غذا کا قدر اُسکے نزدیک حقیر کیا جائے اور اہل حرص اور شکم پرست اور بہت کھانے والے کی مذمت بیان کریں اور رنگا رنگ کھانوں کی رغبت پیدا ہونے نہ دیں بلکہ ایک قسم کے کھانے پر اکتفا کرنے کی رغبت دینی چاہئے اور خواہش اُسکی کو ضبط کرنا چاہئے جو غیر لذیذ کھانے پر اکتفا کرے لذیذ کھانوں کی حرص پیدا نہو اور وقتاً فوقتاً

نان خشک کھانے کی عادت ڈالیں اگرچہ یہ آداب فقیروں کے واسطے نیک۔ الّا
دولتمندوں کے لیئے زیادہ تر نیک ہیں اور چاہیئے کہ لڑکے کو شام کی غذا صبح
کی غذا کی نسبت زیادہ تر دیں کیونکہ اگر صبح کی غذا کھائیگا تو سستی اور
کاہل ہوجائیگا اور نیند غالب ہوجائیگی اور ذہن اور فہم کند ہوجائیگا اگر گوشت اُسکو
کم دینگے تو چستی اور تیزی ذہن اور خوشی اور سُبکی طبع کے واسطے نافع ہوگا اور
غذائے شیرین اور میدہ والی چیزوں کے کھانے سے منع کریں جو اس قسم کا طعام
خلط غالب سے مستحیل ہوجاتا ہے اور اُسکی عادت ایسی کریں کہ درمیان کھانے
کے پانی نہ پیئے اور شراب وغیرہ مسکر چیزیں ہرگز ندیں جب تک کہ جوان ہوجائے
کیونکہ نفس اور بدن دونوں کے حق میں مضر ہے غصہ اور تہوّر اور بیحیائی
پیدا ہوجاتی ہے اُسکو مجلس شراب خواران میں حاضر نہ کریں الّا بشرطیکہ اہل
محفل فاضل اور اہل ادب ہوں اور اُنکی ہمنشینی سے اُسکو نفع پہونچے اور بری
باتوں کے سُننے اور لہو و بازی اور مسخری سے پرہیز کرائیں اور جب تک وظائف
ادب سے فارغ نہوئے اور رنج نہ اُٹھائے غذا نہ دیں۔ اور جو فعل پوشیدہ
کرے اُس سے منع کریں کیونکہ غرض پوشیدگی سے فعل بد کو مخفی طور پر کرنا چاہیئے
اور کثرت خواب سے منع کریں جو اس سے ذہن غلیظ اور خاطر پژمردہ اور
سُستی اعضا کی پیدا ہوجاتی ہے اور دنکو خواب کرنے نہ دیں اور نرم کپڑا
اور سامان نازونعم سے منع کریں تا محنت کش ہوکر سختی پر خوپذیر ہوجائے
اور خس خانہ وغیرہ سے گرمیوں کے موسم میں اور پوستین کے پہننے اور آگ
سے جاڑے کے موسم میں پرہیز کرائیں۔ اور پا پیادہ چلنے اور سواری اور ریاضت
کرنیکی عادت ڈالیں اور ان امور سے جو باتیں برخلاف ہیں اُنسے منع کریں۔
اور آداب حرکت و سکون اور نشست و برخاست اور کلام کرنے کے اُسکو سکھائیں
جیساکہ بعد اسکے ہم بیان کرینگے اور بالوں اُسکی کی آراستگی اور زینت نہ کریں
اور جو لباس عورتوں کے لایق ہے اُس سے زینت نکریں اور انگشتری سوائے
وقت حاجت اور ضرورت کے نہ دیں اور اس بات سے امتناع کریں کہ اپنے
ہم عمروں کے پاس اپنے باپ دادا کی بزرگی اور مال اور ملک اور لباس اور
طعام سے فخر نکرے اور ہر ایک شخص کی تواضع کرنی اور اپنے قریبیوں کے
حال پر اکرام کرنا اُسکو سکھلائیں اور عاجزوں کے حال پر زبردستی اور ظلم کرنے
سے منع کریں اور دروغ گوئی سے باز رکھیں اور اس بات سے بالکل منع کریں

کہ کسی بات پر قسم کھائے خواہ وہ بات درست ہو خواہ دروغ۔ کیونکہ قسم کھانی ہر ایک شخص کے حق میں قبیح ہے اگر بزرگ آدمیونکو بوقت ضرورت قسم کرنے کی حاجت پڑتی ہے تو بچوں کے واسطے ہر وقت میں ضرورت نہیں ہے۔ خاموشی کی عادت کرانی چاہئے مگر کلام کے جواب میں اور اس بات کو اُسکے دل میں گوارا کیا جائے کہ بزرگوں کے سامنے کلام کے سُننے میں مصروف ہونا اور کلام لغو اور سخن بد اور لعنت سے پرہیز کرنی اور کلام نیک اور خوش کی عادت کرنی بہت مناسب ہے اور اپنے نفس کیخدمت اور اُستاد کی تواضع اور جو شخص عمر میں اس سے بڑا ہو اُسکی تواضع کرنیکی تحریص اور ترغیب کرنی چاہئے۔ بزرگون کی اولاد اس آداب کی زیادہ تر محتاج ہوتی ہے۔ چاہئے کہ معلم اُنکا مرد عاقل اور دیندار ہو اور مراتب تہذیب اخلاق اور اصلاح کرنی لڑکوں پر واقف ہو اور فصاحت کلام اور وقر اور ہیبت اور مروت اور لطافت طبع میں مشہور ہو۔ اور بادشاہوں کے اخلاق اور اُنکی ہمنشینی کے آداب اور اُنکے ساتھ گفتگو کرنے کے طریق اور ہر قسم کے آدمیوں کے محاورہ سے باخبر ہو کمینہ اور رذیل لوگوں کے اخلاق سے محترز ہو اور چاہئے کہ بزرگونکی اولاد کہ آداب نیک اور عادت پسندیدہ سے آراستہ ہوں اُسکے ساتھ مکتب میں شریک ہوں تا دلتنگ نہو جائے اور اُنکے آداب آموختہ کرے جب دیگر طلبا کو دیکھے تو پڑھنے میں حرص کرے اور فخر چاہے جب معلم تادیب کے لئے زدوکوب کرے تو فریاد اور غل کرنی اور سفارش چاہنے سے منع کیا جائے کیونکہ یہ فعل غلاموں اور غریبوں کا ہے دفعہ اوّل میں بسبب ظاہر ضرب خفیف ہو مگر الم اور درد اُسکا زیادہ تر ہوتا اُس سے خوف پکڑے اور اُس فعل کے دوبارہ کرنے پر دلیری نہ کرے اور اُسکو منع کیا جائے کہ لڑکونکو سرزنش نہ کرے مگر درصورت ارتکاب کرنے امر قبیح یا بے ادبی کرنے کے۔ اور اُسکو اس بات کی تحریص اور ترغیب کرنی چاہئے کہ لڑکوں کے ساتھ نیکی کرے اور نیکی کے ساتھ بدلہ بجالائے تا اپنے ہمجنسوں کے ساتھ منفعت کرنے کی عادت پکڑے۔ اور زر اور دولت کو اُسکی آنکھوں میں ناچیز دکھلایا جاوے کہ آفت زر کی زہر مار افعی سے زیادہ تر مضر ہے اور اُس بازی کرنے کی اجازت دیں جو نیک بازی ہو اور زیادہ تر الم اور رنج پر مشتمل نہوتا سختی ادب سے آسودہ ہو کر دل اُسکا کند نہو جائے اور ماں باپ اور اُستاد کی فرمانبرداری کرنی اور اُنکی جلالت اور بزرگی کو مدنظر رکھنا عادت اُسکی کریں تا اُنسے خوف رکھے۔ یہ آداب تمام آدمیوں کے واسطے نیک ہیں خصوصاً جوانوں سے زیادہ تر نیک۔ کیونکہ بموجب ان قواعد

سے تربیت کرنی باعث محبت فضیلتونکا اور ترک اور پرہیز کرنے رذیلتونکا ہے اور
رغبت شہوات اور لذات اور انکی طرف فکر کرنے سے اُسکو بند رکھا جائے تا امور
عالیہ کی طرف ترقی کرے اور پسندیدہ طریق اور نیکی وتارہ اور نیکنامی کے ساتھ
عمر اپنی بسر کرے وتارہ اور سلوک ایسا رکھے کہ فاضل اور بزرگ لوگ بہت سے دوست
اسکے ہوں اور دشمن کم ہوں۔ جب طفولیت اور لڑکپن کی حد سے متجاوز ہو جاوے
اور لوگونکی غرضوں کو سمجھنے لگے تو ذہن نشین اسکے کرنا چاہیے کہ دولتمندی اور
جمعیت اسباب اور غلام اور سامان حشمت صرف واسطے آسایش بدن اور حفظ
صحت کے ہے تا انسان کی مزاج اعتدال پر رہے بیماریوں اور مرضوں میں
گرفتار نہو جائے اس حدتک کہ استعداد اور ساختگی سامان عاقبت اور دارالبقا کی
حاصل کرے اور اُسکو سمجھنا چاہیے کہ لذات بدنی اصل میں رنج سے خلاصی حاصل
کرنی اور سختی سے رہائی پانی ہے آ اس قاعدہ کو ہمیشہ یاد رکھے۔ پس اگر
اہل علم ہے تو پڑھنا علوم کا اس طریق پر جو پیشتر بیان کیا ہے یعنے اول اخلاق
پھر علوم حکمت نظری شروع کرے تا جو کچھ ابتدائی حال میں تقلید کے طور پر حاصل
کیا ہوا ہے اُسپر ظاہر ہو جاوے اور اس سعادت پر جو ابتداے نشونما میں بلا اختیار
اسکو نصیب ہوا ہے شکرگذاری اور خوشی کرے بہتر یہ ہے کہ لڑکے کی طبیعت کیطرف
خیال کرنا چاہیے اور از روے فراست اور دانائی کے معلوم کریں کہ استعداد اور
قابلیت اُسکی طبع میں کس صناعت اور کس علم کی ہے جس صناعت کی استعداد
معلوم ہو اُسکی تحصیل میں مشغول کرنا چاہیے کیونکہ تمام اشخاص سب صناعات کی استعداد
نہیں رکھتے ورنہ جملہ بنی نوع انسان اشرف صناعت کی تحصیل میں مصروف ہوتے
یہ تفاوت اور فرق جو طبایع انسان میں پیدا کیا گیا ہے اسمیں ایک بہتر مصلحت اور
حکمت عجیب ہے کہ جسکی طفیل انتظام اور قائمی بنی نوع انسان کی ہے ذالک تقدیر
العزیز العلیم جو شخص جس صناعت کی استعداد رکھتا ہو اُسکو اُس صناعت کی تحصیل
میں متوجہ کرنا چاہیے کیونکہ جلدی ثمرہ اُسکا حاصل کریگا اور ہنرمند ہو جائیگا ورنہ اوقات
اور عمر اُسکی ضایع بسر ہو جائیگی۔ اور چاہیے کہ جس فن اور صناعت کو آموختہ
کرائیں جملہ امور متعلقہ اور ادب اس صناعت کو بخوبی سکھلائیں مثلاً جب صناعت
کتابت کی سکھلانی چاہیں تو خوشخطی اور تہذیب کلام اور حفظ کرنا رسالوں اور
خطبوں کا اور حکایات اور اشعار اور قصہ اور محاورات اور خوش طبعی کے افسانے
اور عجیب و رنگین نکات اور حساب دانی دفتروں کی اور دیگر علوم میں بخوبی مہارت

پیدا کرنی چاہئے اور ایسا نہ کرے کہ کچھ حاصل کرے اور کچھ نہ کرے کیونکہ تحصیل ہنر میں قصور اور سستی کرنی سب خصلتوں سے بدتر اور مذموم تر ہے - اگر لڑکے کی طبع کسی صناعت کے تحصیل میں کارہ اور متنفر ہو اور آداب اور آلات اُس کے اِس میں مددنہ دیں تو اُسکو اُس کے آموختہ کرنے کی تکلیف نہ دیں کیونکہ ہنر اور صناعتیں بہت ہیں کوئی اَور صناعت سکھلانی چاہئے اِلّا اِس شرط سے کہ جب اُس کا کسی صناعت کے تحصیل میں خوض اور توجہ زیادہ تر ہو جائے تو اُس کی ملازمت اور قایمی اُسپر رکھنی چاہئے ایسا نہ کرنا چاہئے کہ بیقرار ہوکر ایک ہنر نا آموختہ چھوڑا کر دوسرا شروع کرایا جاوے اور جو فن شروع کرایا جائے اُس کی اثناء میں کوئی اس قسم کی ریاضت کہ جس سے حرارت غریزی کی تیزی اور حفظ صحت اور دفع سُستی اور رفع کند ذہنی اور حصول ذکاوت ذہن اور نشاط طبع کا ہو شروع کراکے اُسپر عادت کرائی جائے جب کوئی صناعت آموختہ کرکے بخوبی حاصل کرلے تو اُس کا ورتارہ اور استعمال کرائیں جب کسب کرنے اور روزی پیدا کرنے کا مزہ پائیگا تو اُسکو نہایت کے مرتبہ پر پہنچائیگا اور ضبط اور یاد کرنے دقایق اُسکے میں نہایت توجہ کریگا اور نیز حاصل کرنے معاش اور ذمہ داری امور متعلقہ اُسکے پر قادر اور ماہر ہو جائیگا کیونکہ اکثر دولتمند لوگوں کے اولاد جو اپنی دولت پر مغرور ہوتے ہیں ہنر اور آداب سے محروم رہتے ہیں بعد تغیر اور انقلاب زمانہ کے ذلت اور خواری اور درویشی میں مبتلا ہوکر محل رحمت اور دلسوزی دوستونکا اور خوشی اور شماتت دشمنونکا ہو جاتے ہیں جب لڑکا صناعت کے ذریعہ سے روزی پیدا کرنے لگے اُس کی شادی کراکے گھر علیحدہ کردیں فارس کے بادشاہوں کی یہ رسم تھی کہ اپنے فرزندوں کی پرورش اور تربیت ملازموں اور خدمتگاروں کے درمیان نہیں کراتے تھے بلکہ بمراہی معتمدین سلطنت کے کسیطرف بھیجدیتے تھے تا کھانے پینے اور پہننے لباس میں سخت کوش ہو جائیں آرام طلبی اور نازو نعم سے پرہیز کریں - حالات ان کے مشہور ہیں اور اہل اسلام میں رؤسائے دیلم کی بھی یہی عادت رہی ہے - اگر کسی شخص نے برخلاف ان مراتب اور آداب کے جو بیان ہو چکے ہیں پرورش اور تربیت پائی ہو قبول کرنا ادب کا اُسپر دشوار ہوگا خصوصاً جب جوان ہو جائے اِلّا وہ شخص جو بدی خصلت کو جانتا ہو اور کیفیت رفع کرنے عادت پر واقف ہوکر اسباکا

قصد دل میں رکھتا ہو اور نیک آدمیوں کی صحبت کو دوست رکھنے والا ہو۔
حکیم سقراط کو لوگوں نے کہا کہ تمھاری ہمنشینی اور اختلاط نو عمروں کے ساتھ کس واسطے
زیادہ تر ہے جواب دیا کہ شاخ سبز اور تروتازہ کو راست کرنا آسان ہے اور چوب
خشک اور سخت کو جس کی طراوت زایل ہوگئی ہو اور پوست اُس کا خشک
ہوگیا ہو راست کرنا مشکل ہے یہ ہے طریقہ سیاست لڑکوں کا۔ اور لڑکیوں کی تربیت
میں بھی بموجب اسی طریق کے جو امر مناسب اور لایق ان کے حال کے ہو عمل
میں لانا چاہیئے ان کی تربیت اِس طرح پر کریں کہ ہمیشہ گھر میں پردہ داری اور وقار
اور عفت اور حیا کے ساتھ رہیں اور دیگر خصایل جو عورتوں کے لئے ہم نے
بیان کئے ہیں اختیار کریں اور لکھنے اور پڑھنے سے منع کرنا چاہیئے جو ہنر کہ عورتوں
کے حق میں لایق اور نیک ہیں وہ سکھلانے چاہئیں جب حد بلوغت کو پہنچے
کسی ہمسر کے ساتھ نکاح کر دیں جب کیفیت تربیت اولاد سے ہم فارغ ہوئے تو
اِس فصل کے خاتمہ میں ذکر اُن آداب کا کیا جاتا ہے جنکا اثناء اس کلام میں
بیان کرنے کا وعدہ دیا تھا تا لڑکے وہ آداب آموختہ کرکے اپنے اخلاق کو آراستہ
کریں اگرچہ لایق ہے کہ ہر قسم کے آدمی اِن آداب پر عمل اور ہمیشگی کریں اور اپنے
آپ کو اِن سے مستغنی تصور نہ کریں کیونکہ خصوصیت اِن آداب کی اِس فصل
کے ساتھ اِس سبب سے نہیں کہ لڑکے اِن ادبوں کی جانب زیادہ تر محتاج ہیں
بلکہ اِس سبب سے ہے کہ لڑکے ان آداب کو زیادہ تر قبول کرسکتے ہیں اور اُنپر
ہمیشگی کرنے کے لئے قادر ہیں واللہ خیر الموفق والمعین ؁

آداب کلام کرنے کے

چاہیئے کہ بہت گفتگو نہ کرے اور دوسرے شخص کی کلام اپنی کلام سے قطع
نہ کرے ۔ جو شخص کوئی حکایت یا روایت ایسی بیان کرے جس پر یہ بھی
واقف ہے تو واقفیت اپنی ظاہر نہ کرے جبتک وہ اس بات کو تمام نہ کرلے اور
جو چیز کسی غیر سے استفسار کریں یہ جواب نہ دے اگر سوال کسی جماعت سے کریں
کہ جس میں یہ بھی داخل ہے تو جواب دینے میں سبقت نہ کرے اگر کوئی جواب
دینا شروع کرے اور یہ اُس سے بہتر جواب دینے کی قدرت رکھتا ہے تو اُس
مدت تک کہ وہ شخص بات اپنی تمام نہ کرلے جواب دینے میں صبر کرے بعد تمام
ہو لینے جواب اُس شخص کے جواب اپنا ایسے طریق پر بیان کرے جو پہلے جواب

دینے والے پر کوئی طعن نہ کرے۔ دو آدمی آپسمیں اگر اِس کے روبرو اپنے محاورہ کے رو سے گفتگو کریں تو اُس میں خوض نہ کرے اگر اس سے پوشیدہ کریں تو چوری نہ سنے جب تک اِس کو اپنی گفتگو میں شامل نہ کریں دخل نہ دے رئیسوں کے ساتھ گفتگو کرنے کے وقت رمز اور اشارہ سے گفتگو نہیں کرنی چاہئے اور آواز نہ بہت بلند کرے اور نہ بہت آہستہ بلکہ اعتدال نگاہ رکھے اگر اِس کی کلام مضمون باریک اور دقیق پر متضمن ہو تو اُس کی تشریح اور تفصیل نظیر اور مثال کے بیان کرنے سے کرنی چاہئے ورنہ مختصر کلام کرنی ملحوظ رکھے الفاظ غیر محاورہ اور کنایات نامستعمل استعمال میں نہ لائے۔ جو شخص اسکے ساتھ کلام کرے جب تک وہ کلام اپنی تمام نہ کرے جواب نہ دینا چاہئے اور جو بات اس نے کہنی ہے جب تک اُس کو اپنے دل میں سوچ نہ لے زبان پر نہ لائے ایک بات کو دوبارہ نہ کرے اِلّا اُسوقت کو دوبارہ کرنے کی ضرورت پڑے اور اضطراب اور بیقراری نہ کرے۔ فحش اور گالی زبان پر نہ لائے اگر لفظ فحش کے بیان کرنے کی ضرورت پڑے تو اُسکو اشارہ کے طور پر ظاہر کرے اور خوش طبعی بیجا نہ کرے ہر مجلس میں مناسب اُس مجلس کے کلام کرنی چاہئے اور اثنائے کلام میں ہاتھ اور آنکھوں اور ابرو سے اشارہ نہ کرنا چاہئے مگر اُس حالت میں کہ کسی موقع پر ضرورت اشارہ کی پڑے تو اُس وقت طریق پسندیدہ سے ادا کرے۔ اور کسی بات کی راستی اور دروغ کے امتیاز کرنے کے واسطے اہل مجلس کے ساتھ مخالفت اور تنازع نہ کرے خصوصاً رئیسوں اور کمینوں کے ساتھ۔ جس شخص کے ساتھ مبالغہ اور تکرار کرنا مفید نہو اُس کے ساتھ تکرار نہ کرے۔ اگر مناظرہ اور مباحثہ میں جانب مقابل کی غالب ہو تو انصاف کرے۔ لڑکوں اور عورتوں اور دیوانوں اور مستوں اور عام لوگوں کے مخاطب ہونے سے جہانتک ہوسکے پرہیز کرے۔ جس کلام کا مضمون باریک ہو وہ اُس کسی کے ساتھ جو سمجھ نہ سکے کرنی نہ چاہئے بموجب محاورہ کے کلام کرے اور کسی شخص کے افعال اور گفتار اور حرکات کو بدی سے یاد نہ کرے اور کلام وحشت ناک نہ کہے جب کسی امیر کے پاس جائے پہلے ایسی کلام کرے جس کو فال نیک تصور کریں۔ اور چغلی اور غیبت اور بہتان اور دروغ گوئی سے ایسی پرہیز کرے کہ کبھی انپر اقدام نہ کرے اور جو لوگ اِن باتوں پر اقدام کرتے ہیں اُن کے ساتھ ملّت نہ رکھے اور ایسی باتوں کے سننے کو مکروہ جانے۔ چاہئے کہ بولنے سے سُننا زیادہ

ہو ایک حکیم سے لوگوں نے استفسار کیا کہ تم خود کلام کم کرتے ہو اور لوگوں کی کلام زیادہ تر سنتے ہو اس کا کیا سبب ہے؟ جواب دیا کہ مجکو دو کان دیئے ہیں اور ایک زبان اِس غرض کے لئے بولنے سے دوچنداں سُننا چاہیئے ⁂

آداب حرکت اور سکون کرنے کے

چاہیئے کہ رفتار میں جلدی اور سبکی نہ کرے کہ یہ علامت غصہ کی ہے اور بہت آہستہ اور دیر سے چلنا بھی عادت نہ کرے کہ یہ علامت سستی اور کاہلی کی ہے اور متکبر لوگوں کی طرح اکڑ کر نہ چلے اور عورتوں اور مخنثوں کی طرح بازو اور مونڈھے نہ ہلائے اور ہاتھ نیچے لٹکا کر اور ہلا کر نہ چلے ہر حال میں طریقہ اعتدال کا نگاہ رکھے اور رستہ چلتے ہوئے بار بار پیچھے کی طرف نہ دیکھے یہ طریقہ احمقوں کا ہے اور ہمیشہ سرنگوں ہوکر چلنا نہ چاہیئے کہ یہ علامت غلبہ غم اور فکر کی ہے اور اسی طرح پر سواری میں اعتدال ملحوظ رکھے۔ وقت نشست کے پانو لٹکا کر نہ بیٹھے اور ایک پانو دوسرے پانو پر نہ رکھے اور دوزانو ہوکر نہ بیٹھے اِلّا پادشاہ اور اُستاد اور باپ یا جو شخص مثل ان کے ہو ان کی خدمت میں دوزانو ہوکر بیٹھے اور سر اپنا زانو اور ہاتھ پر نہ رکھے کہ یہ علامت سستی اور غم کی ہے اور گردن ٹیڑھی نہ رکھے اور ڈاڑھی اور دیگر اعضا کے ساتھ بازی نہ کرے۔ اور انگلی اپنے مُنہ اور ناک میں نہ ڈالے اور انگلیوں اور دیگر اعضا سے آواز نہ نکالے اور انگڑائی سے اور جمائی سے پرہیز کرے اور ناک اور منہ کا پانی روبرو آدمیوں کے نہ ڈالے اگر ضرورت پڑے تو اس طرح سے ڈالے کہ حاضرین محفل آواز اُس کی نہ سُنیں اور خالی ہاتھ یا آستین اور دامن سے اُس کو پاک نہ کرے اور بار بار مُنہ کا پانی پھینکنے سے پرہیز کرے جب کسی مجلس میں جائے تو اپنے مرتبہ کو خیال رکھے اپنے محل لائق سے نہ بلند تر بیٹھے اور نہ فروتر اگر یہ شخص سردار اُس محفل کا ہے تو اُس کے واسطے حفاظت کرنی رتبہ کی ضروری نہیں کیونکہ جس جگہ وہ بیٹھے گا وہ ہی جائے صدر ہے۔ اگر آدمی مسافر ہو اور بسبب ناواقفی کے اپنے درجہ کے محل پر نہ بیٹھے تو مناسب ہے کہ جب واقفیت اپنی جگہ کی حاصل کرے وہاں آ بیٹھے۔ اگر اپنی جگہ خالی نہ ہو تو واپس ہونے میں سعی کرے اور واپس ہونے میں کسی طرح کی بیقراری اور دلتنگی ظاہر نہ کرے۔ اور لوگوں کے سامنے سوائے مُنہ اور ہاتھوں کے کوئی عضو برہنہ نہ کرے۔ اور رئیسوں کے سامنے ساعد اور پانو برہنہ نہ کرے ناف سے

نیچے اور زانو سے بالا بدن اپنا کسی حال میں برہنہ نہ کرے نہ تنہائی میں اور نہ لوگوں کے سامنے اور لوگوں کے سامنے سونا نہ چاہیئے اور سیدھا لیٹ کر بھی نہ سونا چاہیئے خصوصاً وہ شخص جو حالت خواب میں پڑا ہو کیونکہ سیدھا سونا موجب زیادتی آواز کا ہے اگر کسی مجلس میں نیند اسپر غالب ہو جائے اگر قدرت جانے کی رکھتا ہے تو وہاں سے چلا جائے یا جس طرح سے ہو فکر اور کلام کرنے سے نیند کو دور کرے اگر کسی ایسی جماعت میں ہو کہ وہ سب کے سب سونا چاہتے ہیں تو یہ بھی سو جائے ورنہ اُن کے پاس سے چلا جائے بیدار رہکر وہاں اقامت نہ کرے الغرض ایسا کرنا چاہیئے کہ جس سے لوگوں کو تکلیف اور نفرت نہو اور کسی شخص کی کسی محفل میں ولتنگی نہ کرے اگر ان عادات میں سے بعض باتیں اُس پر دشوار ہوں تو اُس کو اپنے دل میں خیال کرنا چاہیئے کہ بباعث ترک کرنے کسی ادب کے جسقدر مذمت اور ملامت اِس کے حال پر وارد ہوگی وہ زیادہ تر ہے بہ نسبت مشقت ترک کرنے اپنی عادت کے تا اُس ادب کا اختیار کرنا اِس پر آسان ہو جائے *

کھانا کھانے کے آداب

پہلے ہاتھ اور منہ اور ناک پاک کرے بعد اس کے خوانچہ پر بیٹھے سب سے اول کھانا شروع نہ کرے اِلّا اگر میزبان ہو اور وقت کھانے کے ہاتھ اور کپڑا طعام سے آلودہ نہ کرے تین انگلیوں سے کھانا چاہیئے اور وقت لقمہ ڈالنے کے مُنہ زیادہ فراخ نہ کرے اور بڑا لقمہ مُنہ میں نہ ڈالے اور جلدی جلدی نہ کھائے اور لقمہ دیر تک مُنہ میں نہ رکھے اور انگلیوں کو نہ چاٹے اور بہت قسم کے کھانوں کی طرف نظر نہ کرے اور نہ طعام کو سونگھے اور ایک کھانے کو اختیار نہ کرلے اور اگر کسی قسم کا طعام لذیذ اور مزہ دار قلیل المقدار ہو تو اُس کی طرف حرص نہ کرے دیگر حاضرین کے لئے چھوڑ دے اور انگلیوں سے چکنائی دور کرے روٹی اور نمک تر نہ کرے اور جو شخص اِس کے ساتھ ہمطعام ہو اُس کی طرف نہ دیکھے اور نہ اُس کے لقمہ کی طرف نظر کرے اور اپنے آگے سے کھائے اور جو چیز مثل استخوان وغیرہ کے مُنہ سے ڈالنی ہو اس طرح پر ڈالے کہ کوئی شخص نہ دیکھے اور جو چیز موجب نفرت غیر کا ہو اُسپر ارتکاب نہ کرے اور اس طرح طعام کھانا چاہیئے کہ اگر کوئی شخص پس خوردہ اس کا کھانا چاہے تو نفرت نہ کرے اور مُنہ سے کوئی

چیز نکال کر برتنی اور روٹی پر نہ ڈالے اور سب سے پہلے ہاتھ نہ اُٹھائے بلکہ اگر شکم سیر ہو جائے تو اِسقدر درنگ کرے کہ اَور لوگ بھی فارغ ہو جائیں اگر سب لوگ ہاتھ اُٹھالیں تو وہ بھی اُٹھالے اگرچہ ابھی بھوک اور خواہش باقی ہو اِلّا اپنے گھر میں یا جس جگہ بیگانہ لوگ نہ ہوں۔ اگر اثنائے کھانا کھانے میں پانی پینے کی ضرورت پڑے تو خوفناکی سے پینا نہ چاہئے اور وقت پانی پینے کے حلق اور مُنہ سے آواز باہر نہ نکالے۔ اور ایک طرف ہوکر خلال کرے اور جو چیز زبان کے ساتھ دانتوں سے جُدا ہو اُسکو کھالے اور جو چیز خلال کے ساتھ نکالے اُس کو ایسے مکان میں ڈالے جس سے لوگوں کو نفرت نہو۔ اگر درمیان جماعت کے ہو تو خلال کرنے میں توقف کرے۔ جب فارغ ہوکر ہاتھ دھوئے تو اُنگلیوں اور ناخنوں کے صاف کرنے میں بہُت کوشش کرے اور ویسا ہی لب اور مُنہ اور دانتوں کی صفائی میں مبالغہ کرنا چاہئے چلمچی میں غرغرہ اور تھوک نہ ڈالے جب مُنہ سے پانی ڈالنا چاہے تو ہاتھوں سے اُس کی ایسی حفاظت کرے کہ کہیں سے پس و پیش قطرہ پانی کا گرنے نہ پاوے اور دوسرے لوگوں پر ہاتھ دھونے میں سبقت نہ کرے۔ پہلے وقت شروع کھانے کے میزبان کو ہاتھ دھونے میں سبقت کرنی چاہئے ؛؛

شراب پینے کے آداب

جب محفل شراب میں حاضر ہو تو چاہئے کہ جو شخص ابنائے جنس سے افضل ہو اُس کے پاس بیٹھے جو شخص کمینہ پن ہونے میں نامزد ہو اُس کی ہمنشی سے پرہیز کرنی چاہئے۔ خوش طبعی کی حکایات اور لطیف شعروں سے کہ مناسب وقت اور موقع کے ہوں مجلس کو خوش رکھے ترش روئی اور دلتنگی سے پرہیز کرے۔ اگر اُس جماعت سے از روے رتبہ یا سن و سال کے یہ شخص کم مرتبہ ہو تو اہل مجلس کی گفتگو سُننے میں مشغول رہے۔ اگر یہ شخص مطرب ہے تو باتوں میں خوض نہ کرے۔ اور کسی ہم مجلس کی کلام کو قطع کرنا نہیں چاہئے۔ اور بہرحال میر محفل کی طرف توجہ رکھے اور اُسی کی کلام سُننے میں مصروف رہے بشرطیکہ دیگر اہل مجلس کی طرف کسی طرح کی بے التفاتی نہ پائی جائے۔ اور کسی صورت میں اِسقدر توقف کرنی نہ چاہئے جو مست ہو جائے کیونکہ دین و دنیا میں کوئی چیز مستی سے بدتر اور مضر نہیں ہے جیسا کہ کوئی فضیلت اور شرف زیادہ تر خردمندی اور ہوشیاری سے

نہیں ہے - پس اگر یہ شخص ضعیف ہے تو تھوڑی شراب استعمال میں لاوے یا
کسی چیز میں ممزوج کرلے یا جلدی مجلس سے چلا جائے اگر اس کے جانے سے
پہلے اہل مجلس مست ہو جائیں تو پھر بھی اس امر میں کوشش کرے کہ اُس
مجلس سے باہر چلا جائے یا اپنے آپ کو مست بنا کر اُس جماعت سے جُدا ہو
جائے اور مستوں کی کلام میں خوض نہ کرے اور اُن کے کسی امر کے درمیان
نہ آئے مگر اُس حالت میں کہ اُن میں نوبت لڑائی کی پہنچے تب درمیان ہوکر
اُن کو منع کردے - اگر یہ شخص زیادہ شراب پینے پر قدرت رکھتا ہو تو جسقدر
بموجب تقسیم دور کے اِس کو پہنچے اُس سے زیادہ التماس اور سوال نہ کرے اور
ہمنشیناں کو اس بات میں تکلیف نہ دے - اگر کوئی شخص ہمنشینوں میں سے
شراب پینے میں عاجز ہو جائے تو اُس پر زبردستی نہ کرے اگر غثیان غلبہ کرے
تو اسکو ایسی وجہ پر دفع کرنا چاہیئے کہ اہل مجلس کو اطلاع نہو یا فی الفور باہر نکل
جائے جب قے کردے پھر مجلس میں نہ آئے - اور میوہ اور نقل جو ارباب
مجلس کے آگے ہوں اُن کو نہ اُٹھاوے - اور نقل بہت نہ کھائے - اور ہر ایک
شخص کی اہل مجلس میں سے تعظیم اور تواضع جو لایق ہو بجا لائے - اور صرف
تنہا موجب انس اور خوشی اور نشاط ارباب مجلس کا نہونا چاہیئے کیونکہ یہ امر
اپنے قدر اور منزلت کو کم کرتا ہے - اور بار بار مجلس سے اُٹھنا نہ چاہیئے - اگر
کوئی خوبصورت محفل میں ہو تو اُس کی طرف زیادہ تر دیکھنا نہ چاہیئے اگرچہ
اُس سے بے تکلفی ہو اور باتیں بھی اُس کے ساتھ بہت نہیں کرنی چاہیئیں - اور
گانے بجانے والے لوگوں سے وہ راگ اور آواز جو مطبوع اور پسندیدہ خاطر اس کے
ہے اُس کا سوال نہ کرنا چاہیئے - جب انداز مقررہ پر نوبت شراب نوشی کی پہنچ
جائے تو وہاں سے اُٹھ کر اپنے مکان پر چلا جائے اگر اپنے مکان پر پہنچ نہ سکے کسی
ایسے مکان پر چلا جائے جو مجلس سے دور ہو اور وہاں جاکر سو جائے - اور
حتی الامکان پادشاہوں کی مجلس میں یا اُن لوگوں میں جو کوئی شخص ہمرتبہ
اُن کا نہ ہو یا وہ لوگ کہ جنسے بے تکلفی اِس کی نہیں وہاں جانا نہ چاہیئے
اگر ایسی مجالس میں جانے کی ضرورت پڑے تو جلدی نکل آنا چاہیئے اور کمینوں
کی مجلس میں ہرگز نہ جائے - اگر کسی موقع پر مست ہو جانے سے اندیشہ
کرے اور دوست باہر جانے نہ دیں تو چاہیئے کہ اپنے آپ کو مست دکھلا کر یا
کسی اَور حیلہ سے باہر چلا جائے - جو کہ ہم نے آداب بیان کرنے کا وعدہ کیا

تھا یہ تمام مراتب بیان کر دیئے ہیں اگرچہ اس قسم کے آداب حد بیان سے زیادہ ہیں اور حسب تقاضاے وقت اور موقع کے مختلف طور پر ہوتے ہیں اِلّا مرد عاقل اور اہل فضل پر جس نے قواعد اور اصول عمدہ یاد کئے ہوں یہ بات دشوار نہیں کہ ہر ایک امر کی شرایط اور دقایق کی رعایت اپنے محل اور موقع پر عمل میں لائے کلیات سے جزویات کا نکالنا اُس پر آسان ہوتا ہے اور خود عقل ایک حاکم عادل ہے ہر باب میں۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

یہ فصل بعد تالیف کتاب کے لاحق کی گئی ہے

تیس برس بعد تالیف اِس کتاب کے ۶۳۳ھ ہجری مقدس میں جو حضرت مخدوم معظم ملک الامرا جلال الدولہ والدین مفخر جہاں عبدالعزیز نیشاپوری اعزاللہ انصارہ وادام اللہ اجلالہٗ جو ایک امیر کبیر پادشاہ اور اکثر فنون اور فضائل میں یگانہ روزگار تھے اِس ملک میں تشریف لائے اور اِس کتاب کو ملاحظہ کیا بعد ملاحظہ کے فرمایا کہ منجملہ اُن فضائل سے جو اِس کتاب میں درج ہیں ذکر ایک بڑی فضیلت کا نہیں ہوا اور وہ رعایت رکھنی حق ماں باپ کی ہے کہ بعد عبادت رب کریم کے اُسکا بجا لانا انسان پر واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وقضٰی ربک اَن لا تعبدوا اِلّا ایاہ وبالوالدین احسانا یعنے حکم کیا رب تمھارے نے کہ نہ عبادت کرو کسی کی مگر اُسی ذات واحد لاشریک کی اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ چاہئے کہ ترغیب اِس فضیلت کے واسطے اور مذمت اُس رذیلت کے لئے جو مقابلہ اس فضیلت کے ہے ذکر کیا جائے اگرچہ مصنف اِس کتاب نے چند مقام پر ذکر اِس بات کا بطریق اشارہ اور کنایہ کے کیا ہے مگر جب صراحتاً ذکر کرنے کی فروگذاشت ہوئی تھی اس لئے چند سطریں اس باب میں فصل چوتھی مقالہ دوم کے ضمن میں کہ جس میں سیاست اور تدبیر اولاد کا ذکر ہے لکھکر لاحق کی گئی ہیں اور وہ یہ ہے۔ والدین کی رضامندی حاصل کرنے کے واسطے اور اُن کے حقوق کو واجب سمجھنے کے لئے جو طریقہ فرزندوں کو اختیار کرنا چاہئے اگرچہ قرآن شریف میں ذکر اُس کا چند موقع پر مذکور ہے اِلّا اِس کتاب میں بھی از روے عقل کے پہلے مقالہ کے قسم دوم کی ساتویں فصل میں جو متضمن ہے اوپر بیان شرف عدالت کے دیگر فضائل پر اور تشریح اقسام اور احوال عدالت پر وہ ہم نے بیان

کی ہے اُس سے معلوم ہوگا اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا ذکر اور واجب ہونا شکر اور عبادت اُس کی کا بقدر طاقت بشری کے جیساکہ مقتضاے عدالت کا ہے بیان کیا گیا ہے کیونکہ بعد نعمتوں الٰہی کے کوئی نیکی اس نیکی کے برابر نہیں جو ماں باپ کی طرف سے فرزندوں کے حق میں ہوتی ہے۔کیونکہ اولاد وجود باپ کا پہلا سبب ہے فرزند کے وجود کے لئے اور بعد اس کے سبب پرورش اور کمال کرنے اُس کے کا ہے تا اُن فوائد جسمانی سے جو باپ کی ذات سے متعلق ہیں کمالات جسمانی مثل نشو و نما اور کھانے پینے وغیرہ کے جو موجب بقا اور کمال جسم فرزند کا ہیں حاصل کرتا ہے اور نیز تدبیر نفسانی اُس کی سے کمالات نفسانی پر مثل آداب اور تمیز اور ہنر اور صناعات اور علوم اور طریق ورتارہ جو موجب بقا اور کمال نفس فرزند کا ہیں فائز ہوتا ہے۔ اور باپ طرح طرح کی سختیوں اور محنتوں سے سامان دنیاوی جمع اور ذخیرہ کرکے اپنے مرنے کے بعد اُس کا قائم مقام ہونا پسند رکھتا ہے۔ اور ثانیاً ابتداے ایجاد اولا میں ماں مشارک باپ کی ہوتی ہے اس وجہ سے کہ اثر نطفہ کا جو باپ کی طرف سے حاصل ہوتا ہے اُس کو قبول کرتی ہے اور محنت اور مشقت نو مہینے کے حمل کی اور درد و رنج ولادت کا جو اُس حالت میں لاحق ہوتا ہے کھینچتی ہے اور نیز بچہ کی غذا کے لئے جو باعث حیات اس کی کا ہے وجود ماں کا جملہ سببوں سے سبب قریب ہے اور پرورش جسمانی کے لئے جو چیز بچہ کے حق میں نافع ہو وہ اُس کے واسطے مہیّا اور جو مضر ہو وہ اُس کے حال سے دفع کرتی ہے اور ایک مدت دراز تک ذمہ وار رہتی ہے اور کمال محبت سے اُس کی زندگی کو اپنی حیات پر مقدم سمجھتی ہے پس عدالت کا مقتضاے یہ ہے کہ بعد اداے کرنے حقوق الٰہی کے کوئی فضیلت زیادہ تر اداے کرنے حقوق والدین کے اور شکرگذاری اُن کی نعمتوں کے اور حاصل کرنے رضامندی اُن کی کے نہیں ہے اور ایک دلیل سے اداے کرنے حقوق الٰہی سے ادا کرنا حقوق والدین کا بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنی نعمتوں کے بدلہ لینے سے مستغنی اور بے پرواہے اور ماں باپ اِس بات کے محتاج ہیں تمام عمر امیدوار رہتے ہیں کہ اولاد ہماری خدمت اور حق گذاری کرے۔ اقرار وحدانیت اللہ تعالےٰ اور لزوم عبادت اُس کی کے ساتھ جو حکم احسان کرنیکا والدین کے ساتھ ناطق ہوا ہے سبب اُس کا یہی ہے اہل دین جو تفصیل اس مطلب کے واسطے ترغیب اور تحریص کرتے ہیں تو غرض اُن کی یہی ہے کہ اس فضیلت

کو حاصل کریں۔ ماں باپ کے حقوق ادا کرنے میں تین چیزوں کی رعایت رکھنی چاہیئے۔ اوّل دلی محبت اور دوستی خالص اور رضا مندرکھنا اُن کو ازروے قول اور عمل کے مثل تعظیم اور فرمانبرداری اور خدمت گذاری اور تواضع اور نرم کلامی وغیرہ مثل اِس کے اُن امور میں جو رضا الٰہی کے مخالف نہوں یا کسی اَور خلل عظیم کو پیدا نہ کریں اگر کوئی چیز موجب پیدا کرنے خلل کا اِن خللوں سے ہو تو بطریق مصلحت کے ہو نہ ازراہ دشمنی اور نزاع کے۔ دوسرا حتی الامکان مدد اور معاونت کرنی ان کی امور دنیاوی میں قبل اِس کے کہ وہ درخواست مدد کی کریں مگر اس شرط سے کہ وہ مدد موجب پیدا کرنے کسی ایسے خلل کا نہو کہ جس سے احتراز واجب ہے۔ تیسرا ظاہر کرنا خیرخواہی ان کی کا دین و دنیا میں ازروے ظاہر اور باطن کے اور جو کچھ اُنھوں نے نصیحتیں اور ہدائتیں فرمائی ہوں اُن پر عمل کرنا ہم زندگی اُن کی میں اور ہم بعد وفات اُن کے۔ مقالہ تیسرے کی فصل دوم میں کہ فضیلت محبت کی اُس میں مذکور ہے بیان کیا جائے گا کہ ماں باپ کی محبت فرزندوں کی نسبت محبت طبعی ہے اور فرزندوں کی محبت ماں باپ کی طرف محبت ارادی ہے اسی واسطے شرع میں اولاد کو نسبت ماں باپ کے احسان کرنے کی زیادہ تر تاکید ہے بہ نسبت اُس حکم کے کہ والدین کو اولاد کی پرورش کرنے میں نافذ ہے۔ فرق درمیان حقوق ماں اور باپ کے تقریر مذکورہ بالا سے معلوم ہوجاتا ہے کیونکہ باپ کا حق روحانی زیادہ تر ہے اسی سبب سے بچہ کو بعد حاصل ہونے تمیز کے باپ کے حال سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور حق ماں کا جسمانی زیادہ تر ہے اسی سبب سے سب سے پہلے ماں کو پہچانتا ہے اور اسی کے ساتھ محبت زیادہ رکھتا ہے اِس دلیل سے حقوق باپ کے فرمانبرداری کرنے اور تعریف اور ثنا اور دعا اور نیکنامی کرنے سے جو امور روحانی ہیں زیادہ ادا کرنے چاہئیں اور حقوق ماں کے دینے مال اور اسباب معاش اور احسان کرنے سے جو امور جسمانی ہیں بجا لانے چاہئیں۔ الّا نافرمانی والدین کی کہ ایک رذیلت ہے مقابلہ اس فضیلت کے وہ بھی تین قسم پر ہے۔ اوّل ماں باپ کو تکلیف پہنچانی بہ سبب نا کہنے اُلفت اور محبت کے یا اپنے قول اور فعل سے ایذا دینا یا اُس چیز سے کہ جس میں حقارت اور ذلت اور استہزا اُن کی ہو۔ دوسرا بخل اور دریغ رکھنا دینے مال اور اسباب معاش میں یا بعد دینے

کے عوض اور بدلہ کی خواہش کرنی یا اُن پر احسان جتانا یا جو کچھ دینا تلخ روئی اور گراں خاطری سے دینا۔ تیسرا اُن کی اہانت کرنی ازروے ظاہر یا باطن کے اُن کی زندگی میں یا بعد وفات اُن کے اور اُن کی نصائح اور وصیتوں کو ناچیز اور خوار سمجھنا ؛

خدمتگاروں اور غلاموں کی سیاست کا بیان

جاننا چاہیئے کہ خدمتگار اور غلام گھر میں بمنزلہ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء بدن کے ہوتے ہیں کیونکہ جو شخص کسی غیر کی خاطر کے لیئے کسی ایسے کام کو انجام دے کہ جس کو اپنے ہاتھ سے کرنا پڑتا تھا تو گویا وہ شخص قائم مقام ہاتھ اُس شخص غیر کے ہوا اور جو کوئی کسی کام میں سعی کرے کہ جس میں اپنے قدموں کو تکلیف دینی پڑتی تھی تو گویا اُس نے اِس کے قدموں کی تکلیف کو رفع کیا۔ اور جو کوئی اپنی آنکھوں سے کسی ایسی چیز کی حفاظت کرے کہ جس میں اپنی نظر کو خرچ کرنا پڑتا تھا تو گویا اُس نے آنکھوں کی تکلیف رفع کی۔ اگر اِس جماعت کا وجود نہ ہوتا تو راحت اور خوشی دور ہو جاتی اور نشست و برخاست متواتر اور ہر طرح کے چلنے پھرنے اور آنے جانے سے جو باعث تکان اور ماندگی بدنوں کا اور موجب بے وقری اور بیعزتی کا ہے سب کام اپنی ذات سے کرنے پڑتے پس چاہیئے کہ شکرگذاری ان کے وجود کی بخوبی بجا لائیں اور ان کو امانت آلہی سمجھیں اور ہر طرح سے نرمی اور مدارا اور لطف اور دلاسا ان کے ساتھ رکھیں کیونکہ ان کو بھی ماندگی اور تکان اور دلتنگی عارض ہو جاتی ہے اور اپنی خواہشیں اور مطلب اور ارادے ان کی طبیعتوں میں بھی مرکوز ہوتے ہیں۔ پس انصاف اور عدالت کا طریق عمل میں لاکر ظلم اور بے انصافی سے پرہیز کرنی چاہیئے تا بجا آوری حکم آلہی کی اور اُس کی نعمتوں کی شکرگذاری پائی جائے۔ طریقہ خدمتگار مقرر کرنے کا یہ ہے کہ بعد کوشش اور تجربہ تمام کے اگر اُس شخص کے حال سے کہ جس کو خدمتگار بنانا چاہتا ہے واقفیت میسر نہ ہو تو بمدد فراست اور قیافہ کے اُس کا حال معلوم کرے جو شخص زشت رو اور بدصورت ہو اُس سے پرہیز کرنی واجب جانے غالباً اخلاق تابع صورت ظاہری کے ہوتے ہیں۔ اہل فارس میں مثل مشہور ہے کہ بدصورت کی سب چیزوں میں سے پرصورت

ہی اُس کی نیک ہوتی ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ اطلبوالخیر
عند حسان الوجوہ یعنے طلب کرو تم نیکی خوب صورتوں سے۔ بیمار آدمیوں سے
شل یک چشم اور لنگ اور اہل برص وغیرہ سے پرہیز کرنی چاہیئے۔ اہل تمیز اور
تیز ہوش آدمی پر اعتماد کرنا احتیاط سے بعید ہے۔ کیونکہ غالباً مکر اور حیلہ گری
ان دونوں خصلتوں کے ساتھ شامل ہوتی ہے۔ حیا اور عقل اگرچہ کم ہو اس کو
اُس دلیری پر جو بیحیائی کے ساتھ ہو اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ اس باب میں سب
خصلتوں سے حیا بہتر خصلت ہے۔ جب خدمتگار حاصل ہو جائے اُس کو
اُس کام اور صناعت میں جس کی وہ صلاحیت اور قابلیت رکھتا ہو مشغول
کرنا چاہیئے اور سامان اُس کا اُس کو مہیا کر دیں اور ایسا نہ کریں کہ کبھی کسی
کام میں مصروف کردیں اور کبھی کسی میں۔ بلکہ جس صناعت کی طرف طبع اُس
کی مائل ہو اور آلات اُس کے پاس موجود ہوں اُسی صناعت میں مقرر رکھا
جائے کیونکہ ہر ایک طبیعت کو ایک صناعت خاص کی طرف ایک طرح کی خصوصیت
ہوتی ہے اگر اس قاعدہ سے تجاوز کریں تو اُس کی یہ مثال ہے کہ گھوڑوں کے
ساتھ قلبہ رانی اور زمین شگافی کریں اور بیل کو جولان دینا اور بھگانا چاہیں۔ جب
خدمتگار کسی کام سے انکار کرے تو اُس انکار سے اُس کو معزول کرنا نہیں
چاہیئے کیونکہ یہ کام کم حوصلہ اور بے صبر لوگوں کا ہے اس لئے کہ اگر معزول کریگا
تو کوئی بہتر اُس سے ڈھونڈنا پڑے گا اُس کا بھی یہی حال ہوگا نتیجہ اس کا
یہ ہے کہ خدمتگار کی خدمت کے منفعت سے محروم رہیگا۔ اور چاہیئے کہ یہ امر
خدمتگار کے ذہن نشین کردے کہ میرے مخدوم کو مفارقت اور جدائی میری
کسی طرح پر منظور نہیں تاکہ یہ امر مروّت اور کرم اور وفاداری میں بھی داخل
ہوگا اور نیز خدمتگار خیرخواہی اور دلی ہمدردی اور شجاعت اور احتیاط عمل
میں لائے گا۔ کیونکہ یہ سب فعل اُس حالت میں خدمتگار سے ظہور میں آتے
ہیں کہ جب وہ اپنے آپ کو مخدوم کے مال اور دولت میں شریک سمجھے اور
معزولی اور موقوفی سے بیغم ہو۔ جب وہ یہ تصور کرے کہ میرا مخدوم ضعیف رائے
اور پست ہمت ہے ہر ایک قصور کے سبب مجکو برطرف کردے گا تو وہ دل
برداشتہ خدمت کرے گا اور رہائش اُس کی بطور مسافروں کے ہوگی سوچ سمجھکر
کوئی کام نہیں کرے گا اور نہ طریقہ خیرخواہی کا عمل میں لائیگا بلکہ ہمت اپنی
اس کام میں مصروف رکھے گا کہ حالت بیکاری اور معزولی کے لئے کچھ جمع اور

ذخیرہ کیا جائے۔ قاعدہ کلیہ خدمتگاروں کی خدمت کرنے کا یہ ہے کہ محبت
کے سبب سے خدمت کریں نہ بلحاظ ضرورت اور خوف اور امید کے تا نیک
آدمیوں کے طور پر خدمت کریں نہ بدکرداروں کی طرح۔ اور چاہیئے کہ
خدمتگاروں کے امور مایحتاج میں مثل غذا اور لباس وغیرہ کسی وجہ پر فروگذاشت
نہ کرے بلکہ اس کو اپنی ذاتی ضروریات سے مقدم سمجھے اور جمیع امور مایحتاج ان
کے سے امور خلل اندازی کو دفع کرے اور اُن کے لئے اپنے آرام اور آسایش کرنے
کے واسطے وقت مقرر کر دے۔ اور ایسا کرے کہ بجا لانا اُن خدمات کا کہ جو اُنپہ
مقرر ہیں خوشی اور نشاط سے کریں نہ دلتنگی اور سُستی سے اور خدمتگاروں
کی اصلاح کے لئے ہر طرح کے مراتب ملحوظ رکھنے چاہئیں اور ہر طرح کی سیاست اور
تادیب بموجب حیثیت جرم اور گناہوں کے عمل میں لانی چاہیئے۔ طریق عفو اور
بخشش کا بالکل بند نہ کرے جو کوئی بعد توبہ کے پھر وہی گناہ کرے اُس کو سزا
دینی چاہیئے اور اُس پر سختی کرنی چاہیئے اور جب تک کہ اُس کے دل میں اثر حیا
کا باقی ہے اور بے شرمی اور بے حیائی پر مستحکم نہیں ہوا تب تک اصلاح
اُس کی سے نا امیدی نہیں ہوتی جب کسی ایسے گناہ صریح اور جرم سخت سے
کہ جس کا ہونا نہایت بد ہو آلودہ ہو جائے اور تادیب اور تہذیب سے قابل اصلاح
کے نہ ہو تو اُس کا جلدی دور کرنا نیک ہے ورنہ اُس کی ہمنشینی سے دوسرے
خدمتگار بھی خراب ہو جائیں گے بدی اُس کی اوروں کی طبیعتوں میں بھی
پھیل جائے گی۔ غلام بہ نسبت آزاد کے خدمت لینے کے واسطے بہتر ہے کیونکہ غلام
اپنے صاحب کی فرمانبرداری اور اُس کے آداب کے قبول کرنے کے واسطے زیادہ
تر راغب ہوتا ہے اور اپنی علیحدگی سے نا امید۔ اپنی ذات کی خدمت کے واسطے
خدمتگاروں میں سے وہ شخص اختیار کرنا چاہیئے جو کہ زیادہ تر عقلمند اور دانا
اور سخنگو اور باحیا اور بادیانت ہو اور تجارت کے کام کے واسطے جو شخص پرہیزگار
اور کفایت اندیش اور کسب کرنے مال میں مہارت رکھتا ہو اور عمارت املاک کے
واسطے جو شخص بڑا قوی اور زیادہ تر جلدی کرنے والا اور کارکن ہو۔ اور چار
پایوں کے چرانے کے واسطے جو کوئی بڑا قوی دل اور بلند آواز اور کم خواب ہو۔
اور غلام حسب اختلاف طبیعتوں کے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل اصیل بالطبع
دوّم غلام بالطبع سوّم بندہ شہوت پہلے قسم کو مثل اولاد کے رکھنا چاہیئے اور
نیک آداب کے حاصل کرنے کی رغبت دینی چاہیئے دوسرے قسم کو مثل چارپایوں

کسے خدمت استعمال کرنا چاہیئے اور اُن کو ریاضت کش رکھا جاوے - تیسرے قسم کو بقدر ضرورت اپنے مطلوب اور مرغوب پر بھی پہنچانا چاہیئے اور اُنکو سیاست اور اہانت کے ساتھ خدمت بتلانی چاہیئے - تمام انسانوں سے اہل عرب فصاحت اور سخنگوئی اور دانائی میں امتیاز رکھتے ہیں اِلاّ ظلم اور قوت شہوت سے متصف ہیں - اہل عجم عقل اور فہمید اور لطافت اور دانائی میں ممتاز ہیں مگر حیلہ گر اور اہل حرص ہوتے ہیں - اہل روم وفاداری اور امانت اور دوستی میں ممتاز ہیں اِلاّ بخل اور حرص سے نامزد ہیں - اہل ہند قوت حس اور دانائی اور فہم میں ممتاز ہیں اِلاّ تکبر اور بدنیتی اور مکر اور تہمت لگانے میں مشہور ہیں - اس باب میں جملہ کلام یہ ہے جو بیان کی گئی - واللہ اعلم بالصواب

تیسرا مقالہ مدن کی سیاست کے بیان میں ہے اسمیں آٹھ فصلیں ہیں پہلی فصل میں بیان ہے سبب احتیاج خلقت کا تمدن کی طرف اور تشریح ہے ماہیت اور فضیلت اس علم کی -

پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہر ایک موجود کے واسطے ایک طرح کا کمال ہے - بعضے موجودات کا کمال اصل پیدایش میں اُن کے وجود کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور بعض کا کمال اُن کے وجود سے مابعد عارض ہوتا ہے - پہلا قسم اجرام سماوی ہیں دوسرا قسم مرکبات ارضی - پس موجود کا کمال بعد وجود اُس کے کے عارضی ہوتا ہے اُس کے واسطے نقصان سے کمال کی طرف حرکت کرنی ضروری ہوگی اور وہ حرکت بجز مددگاری اور اعانت کسی سبب کے جو بعضے اُن سببوں سے مکملات ہوتے ہیں اور بعضے معدّات نہیں ہو سکتے - اِلاّ مکملات مثل اُن صورتوں کے ہیں جو اللہ تعالےٰ کے حکم سے نطفہ پر عارضی ہوتے ہیں جس کے ہونے سے نطفہ کی حیثیت چھوڑ کر کمال انسانی پر پہنچتا ہے - اِلاّ معدّات مثل غذا وغیرہ کے ہیں جو بدن کے لئے مادہ ہیں اور جس کے سبب سے نشوونما بقدر امکان ظہور میں آتا ہے - اصل میں مدد اور اعانت تین وجہ پر ہوتی ہے - اوّل وہ کہ اعانت کرنے والی چیز جزو اُس چیز کا

بن جائے جوکہ اعانت کی محتاج ہے یہ اعانت مادہ کی ہے۔ دوسرا وہ کہ اعانت کرنیوالی چیز وسیلہ اور واسطہ ہو درمیان اُس چیز کے جوکہ اعانت کی محتاج ہے اور درمیان فعل اُس کے کے یہ اعانت آلہ کی ہے۔ تیسرا وہ کہ اعانت کرنے والے کا اپنی ذات میں ایک ایسا فعل ہے کہ وہ اُس چیز کے حق میں جو محتاج اعانت کی ہے ایک طرح کا کمال ہے یہ اعانت خدمت کی ہے۔ اِس کے دو قسم ہیں ایک وہ کہ بالذات اعانت کرے یعنے علت غائی فعل اُس کے کی اعانت کرنی ہے دوسرا وہ جو بالعرض اعانت کرے یعنے علت غائی اُس کے فعل کی اور امر ہے اعانت تبعًا حاصل ہو جاتی ہے۔ اعانت مادہ کی یہ مثال ہے جیسا کہ نباتات حیوانات کے حق میں کہ جس سے وہ غذا حاصل کرتے ہیں اور اعانت آلہ کی مثال جیسا کہ پانی قوت جاذبہ کی اعانت کرتا ہے اعضاء کے لئے غذا پہنچانے کے واسطے۔ اعانت خدمت بالذات کی یہ مثال ہے جیسا کہ غلام اپنے صاحب کی خدمت کرے۔ اعانت خدمت بالعرض کی یہ مثال ہے جیسا کہ چرواہا اپنے مال مویشی کی خدمت کرتا ہے۔ حکیم ثانی ابوالفرقانی نے جو اِس مقالہ میں اکثر اُس کے قول نقل کئے گئے ہیں بیان کیا ہے کہ سانپ بالذات خدمتگار عناصروں کے ہیں کیونکہ حیوانات کے کاٹ کھانے سے کہ موجب شکستہ ہونے ترکیب بدنی کا ہے کچھ کسی طرح کا نفع نہیں۔ اور چارپایہ درندہ بالعرض خدمتگار ہیں جو غرض ان کی ورندگی سے اپنا نفع ہے اور شکستہ ہونا ترکیب بدنی کا بالعرض لازم آتا ہے۔ اس مقدمہ کی تقریر کرنے کے بعد ہم بیان کرتے ہیں کہ عناصر اور نباتات اور حیوانات تینوں اعانت بنی نوع انسان کی کرتے ہیں ہم ازروئے مادہ اور ہم بطریق آلہ اور ہم بطور خدمت اور انسان اِن کی اعانت صرف بطریق خدمت بالعرض کے کرتا ہے کیونکہ انسان سب سے شریف زیادہ ہے اور یہ تینوں خسیس زیادہ ہیں اور خسیس چیز کو چاہئے کہ خدمت خسیس کی بھی کرے اور شریف کی بھی کرے اور اشرف کو لایق نہیں کہ خدمت کسی چیز کی کرے الّا جو کہ شرافت میں مثل اس کے ہو اور انسان اپنے نوع کی اعانت بطریق خدمت کے کرتا ہے نہ بطریق مادہ کے اور نہ بطریق آلہ کے اور حیثیت انسان ہونے سے کسی چیز کی اعانت بطریق مادہ کے نہیں کرسکتا کیونکہ اِس حیثیت سے ایک جوہر مجرد ہے۔ جیسا کہ انسان عناصر اور مرکبات کی طرف محتاج ہے تاکہ وہ تینوں طرح پر اعانت اس کی کریں ویسا ہی اپنے نوع

کی طرف بھی محتاج ہے تا بطریق خدمت کے ایک دوسرے کی مدد کریں۔
اور حیوانات عناصر اور نباتات کی طرف محتاج ہیں الّا احتیاج ان کی اپنے
نوع کی طرف مختلف طور پر ہے کیونکہ بعضے قسم حیوانات کے مثل حیوانات
پیدایشی اور مثل اکثر حیوانات آہلی کے جو تولد اور تناسل میں جمع ہونے نر اور
مادہ کے محتاج نہیں بلا معاونت اور مدد ایک دوسرے کے رہ سکتے ہیں انکو
جمع ہونے سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور بعضے قسم کے حیوانات مثل اُن حیوانات
کے جو اپنے نوع کی محافظت میں جفت ہونے کے محتاج ہیں بعد پرورش کرنے
اپنے بچوں کے مدد اور اعانت اور جمعیت کے محتاج نہیں ہوتے پس جمع ہونا
ان کا جُفت ہونے اور نشو و نما دینے بچوں کے موقع پر ضروری ہے بعد اُس کے
ہر ایک علٰحدہ علٰحدہ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے - اور بعضے
قسم حیوانات کے مثل شہد کی مکھیوں اور کیڑوں کے اور بعضے اقسام پرندوں
کے محافظت جسم اور نوع کے لئے اعانت اور جمعیت کے محتاج ہوتے ہیں۔
الّا نباتات کو عناصر اور معدنیات کی طرف احتیاج ہوتی ہے ازروے مادہ اور
آلہ اور خدمت کے۔ احتیاج ازروے مادہ کے ظاہر ہے اور ازروے آلہ کے جیسا
کہ محتاج ہونا تخم نباتات کا ایسی چیز کی طرف جو اُس کو پوشیدہ رکھے اور
آفت سردی اور گرمی سے محفوظ رکھے تا زمین سے سرسبز ہو نکلے۔ اور ازروے
خدمت کے جیسا کہ اقسام نباتات اُن پہاڑوں کے محتاج ہیں جن میں
چشمہ جاری ہوں - اور نباتات کو آپس میں ایک دوسرے کی طرف بھی واسطے
حفظ نوع کے احتیاج ہوتا ہے مثل درخت خرما کے۔ جو مادہ بغیر نر کے بارور
نہیں ہوتا۔ الّا حفاظت جسم کے واسطے ایک دوسرے کے محتاج نہیں ہوتے
مگر شاذ و نادر مثل درخت کدو کے کہ جب تک ہر ایک شاخ اُس کی کے نیچے
کوئی چیز اُٹھانے والی اور سہارا دینے والی نہ ہو تو تلف ہو جاتا ہے ویسا ہی
حال ہے درخت انگور وغیرہ کا - اور مرکبات عنصروں کی طرف تینوں طرح سے
محتاج ہیں یعنے ازروے مادہ اور آلہ اور خدمت - اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ چار
چیزیں یعنے عناصر اور معدنیات اور نباتات اور حیوانات بعض ان میں سے
اُن بعض کی خدمت کریں جو رتبہ میں اُن سے فروتر ہیں جیسا کہ تمثیل سانپ
میں ہم نے بیان کیا ہے - الّا اس حیثیت سے وہ چیز نسبتاً فروتر ہوتی ہے۔
الغرض مطلب اس تمثیل سے یہ ہے کہ بنی نوع انسان کو جو تمام موجودات

عالم سے اشرف ہے دوسرے قسموں سے مدد لینے کی اور اپنے نوع کے مدد دینے اور لینے کی طرف احتیاج ہے بقائے شخص اور بقائے نوع کے واسطے دیگر انواع کی طرف محتاج ہونا اُس کا ظاہر ہے زیادہ تر تفصیل اس کی کی ضرورت نہیں۔ اِلّا بیان اس بات کا کہ انسان اپنے نوع کی طرف مدد کا محتاج ہے اسی طرح پر ہے کہ اگر ہر ایک شخص کو واسطے طیار کرنے غذا اور لباس اور مکان سکونت اور ہتھیاروں کے خود تنہا مشغول ہونا پڑتا تو پہلے سامان اور آلات نجاری اور آہنگری کے حاصل کرتا اور پھر اُن کے ذریعہ سے آلات اور سامان زراعت اور کاٹنے اور پیسنے اور خمیر کرنے اور کپڑہ بننے وغیرہ کاموں اور صناعتوں کا طیار کرتا بعد طیار ہونے کے اِن کاموں میں مصروف ہوتا تو اس قدر مدت تک بغیر غذا کے زندگی اُس کی وفا نہ کرتی اور ان جملہ امور میں وقت اُس کا منقسم ہو کر ایک کے انجام دینے پر بھی قدرت نہ ہوتی۔ اِلّا جب ایک دوسرے کی اعانت کریں اور ہر ایک شخص ایک ایک کام کے انجام دینے میں اپنے مقدار گذارہ سے زیادہ تر قیام کرے اور جس قدر اپنے گذارہ سے زیادہ کیا ہے وہ دوسرے لوگوں کو دیکر اور اُن سے حاصل عمل اُن کے کا معاوضہ اُس کے میں ازروے عدالت اور انصاف کے وصول کرے تو سامان معاش کا میّسر ہو جائے اور قیام وجود بقائے نوع جیسا کہ اب ہے ظہور میں آئے اور ان معنے ہی سے مراد ہے جو کہ حدیثوں میں مذکور ہے کہ جب حضرت آدم علٰے نبیّنا علیہ السلام دنیا میں آئے اور غذا طلب کی اُن کو ہزار کام کرنا پڑا تا روٹی پختہ ہوئی اور ایک کام علاوہ ہزار کام مذکورہ بالا کے یہ تھا کہ روٹی سرد کی اور پیچھے سے اُس کو تناول کیا۔ حکماء کی اِس عبارت سے بھی معنے پائے جاتے ہیں کہ ہزار آدمی کام کرنے والا چاہیئے تا ایک لقمہ میّسر ہو۔ جب مدار کاربنی نوع انسان کا اوپر اعانت ایک دوسرے کی منحصر ہے اور اعانت تب ظہور میں آسکتی ہے کہ ایک دوسرے کے کاموں میں عدل اور مساوات سے قیام کریں پس مختلف ہونا صناعتوں کا جو اختلاف ارادوں سے وقوع میں آتا ہے موجب انتظام کا ہے کیونکہ اگر تمام آدمی ایک ہی صناعت پر اتفاق کرتے تو وہی حال لازم آتا جو پہلے بیان ہو چکا ہے اس سبب سے اللہ تعالے کی حکمت نے ہر ایک کے ارادہ اور خواہش کو مختلف کاموں اور صناعتوں کی طرف پیدا کیا تا ہر ایک علحدہ

علیحدہ شغلوں میں رغبت کرے بعضے کام شریف ہیں اور بعضے خسیس اور
ہرایک اپنے کام کے استعمال کرنے میں خوشدل اور رضا مند ہے اور ویسا
ہی حالات ان کی دولتمندی اور تنگدستی اور دانائی اور کند ذہنی
میں مختلف پیدا کئے کیونکہ اگر تمام آدمی دولتمند اور تونگر ہوتے تو ایک
دوسرے کی خدمت نہ کرتے اور اگر سب درویش اور تنگدست ہوتے تو بھی
کوئی کسی کی خدمت نہ کرتا پہلی صورت میں بہ سبب بے احتیاجی کے اور
دوسری صورت میں بباعث اِس کے کہ کوئی عوض خدمت کے دینے پر
قدرت نہ رکھتا۔ جب جملہ ہنر اور صناعتیں شرف اور خساست میں مختلف
ہیں یعنے بعضی صناعتیں شریف ہیں اور بعضی خسیس۔ اگر تمام آدمی عقل
اور تمیز میں مساوی ہوتے تو ایک ہی طرح کی صناعت اور ہنر اختیار کرتے
اور دیگر اقسام صناعتوں کے متروک رہتے اور مطلوب حاصل نہ ہوتا یہی معنے
ہیں اُس قول کے جو حکما نے کہا ہے لو تساوی الناس اہلکو جمیعاً یعنے اگر
مساوی ہوتے آدمی تو البتہ ہلاک ہوجاتے سب۔ جب بعضے آدمی نیک تدبیر
کرنے میں ممتاز ہیں اور بعضے زیادتی قوت میں اور بعضے دبدبہ اور شوکت میں
اور بعضے کفایت اندیشی میں اور بعضے عقل اور تمیز سے بالکل خالی سو دانشمندوں
کے واسطے وہ لوگ مثل آلات اور ادوات کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح پر جملہ کام
جو ظاہرا نظر آتے ہیں بنائے گئے ہیں اور ہرایک کا مصروف اور مشغول ہونا
اپنے اپنے کاموں میں موجب قائمی اور انتظام جہان کا ہوا ہے جب قائم رہنا
وجود بنی نوع انسان کا بغیر اعانت اور مددگاری ایک دوسرے کے محال ہوا اور
اعانت بغیر جمع اور یکجا ہونے کے ناممکن ہے پس انسان جمع اور یکجا
رہنے کے واسطے بالطبع محتاج ہوا اور اس قسم کے یکجا رہنے کو جس کی
تشریح ہم نے بیان کی ہے تمدن کہتے ہیں اور تمدن مدینہ سے مشتق ہے
اور مدینہ مکان جمع ہونے اُن لوگوں کا ہوتا ہے جو طرح طرح کے اہل ہنر اور حرفہ
اور اہل صناعت ہوتے ہیں اور اعانت ایک دوسرے کی جو موجب درتارہ
کا ہو عمل میں لاتے ہیں اور جیساکہ ہم نے حکمت منزلی میں بیان کیا ہے
کہ مراد منزل اور گھر سے مکان سکونت کا نہیں ہے بلکہ بطور خاص جمع ہونا
اہل مسکن کا ہے اس مقام میں بھی مدینہ سے محل سکونت اہل مدینہ کا مراد
نہیں ہے بلکہ ایک جمعیت اہل مدینہ کی جو خاص طور پر ہو وہ مراد ہے۔ وہ جو

قول حکما کا ہے کہ الانسان مدنی بالطبع یعنے انسان اُس اجتماع کی طرف جس کا نام تمدن ہے بالطبع محتاج ہے اُس سے یہی معنے مراد ہیں۔ جبکہ آدمیوں کے ارادے اور خواہشیں مختلف طور پر ہیں اور توجہ اور سعی ہر ایک کی اپنے اپنے مطلبوں کے واسطے علٰحدہ علٰحدہ مثلاً ایک شخص کا قصد واسطے حصول لذت کے ہے اور دوسرے کا ارادہ حاصل کرنے کسی منصب اور بزرگی کے لئے ہے پس اگر ان کو مطلق العنان اور با ختیار خود چھوڑا جاوے تو اعانت کرنی ایک دوسرے کی ظہور میں نہیں آتی کیونکہ زبردست آدمی سب کو اپنا فرمانبردار کرے گا اور اہل حرص جمیع نعمتوں کو خاص اپنے واسطے چاہے گا جب تنازع اور جھگڑا باہم برپا ہوا تو ایک دوسرے کے مارنے اور ہلاک کرنے میں مشغول ہوں گے پس ضرورتاً کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ ہر ایک اپنے اپنے مرتبہ پر جو لایق اُس کے ہو قانع ہو کر اپنے حق پر فائز ہو جائے اور ہاتھ ہر ایک کا ظلم اور تصرف کرنے حق غیر سے کوتاہ ہو اور جو شخص جس شغل کا ذمہ وار ہے اُس کے ذریعہ سے اعانت کرنے میں مصروف ہو جائے اِس تدبیر کا نام سیاست ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے مقالہ کی عدالت کے باب میں ذکر کیا ہے کہ سیاست کے لئے شریعت اور حاکم اور دینار کی احتیاج پڑتی ہے پس اگر یہ تدبیر واجبی طور پر موافق قاعدہ حکمت کے ظہور میں آوے اور اُس کمال پر جو بالقوہ انسانوں میں موجود ہے فائز کردے تو اس کو سیاست الٰہی کہتے ہیں ورنہ جس چیز کو پیدا کرنے والی ہو اُس سے نسبت کی جاتی ہے حکیم ارسطاطالیس نے سیاست مفرد کے چار قسم کئے ہیں اوّل سیاست ملک دوم سیاست غلبہ۔ سوم سیاست کرامت۔ چہارم سیاست جماعت۔ اِلاّ سیاست ملک تدبیر کرنی ہے ایک جماعت کی نسبت ایسی وجہ پر جو اُن کو فضائل حاصل ہو جائیں اس کو سیاست فضلا کہتے ہیں۔ اِلاّ سیاست غلبہ کمینہ لوگوں کے امور میں تدبیر کرنی ہے اِس کو سیاست خساست کہتے ہیں۔ اِلاّ سیاست کرامت اُس جماعت کے امور میں تدبیر کرنی ہے جو اہل رتبہ اور منصب ہیں اِلاّ سیاست جماعت فرقہ ہائے مختلف کے حال میں بموجب قواعد اور احکام شریعت کے تدبیر کرنی ہے۔ اور سیاست ملک ان سب سیاستوں کو اپنے اپنے اہل سیاستوں پر تقسیم کر دیتی ہے اور ہر ایک سے اپنی اپنی سیاست خاص کی نسبت بازپرس اور مواخذہ کرتی ہے تاکمال ان کا قوہ سے فعل میں ظہور کرے پس یہ سیاست

مُجملہ سیاستوں کی سیاست ہوئی۔ اور سیاست مُلک اور سیاست جماعت کا جو باہم تعلق ہے وہ اس طرح پر ہے کہ بعض لوگوں کی سیاست افعالوں سے تعلق رکھتی ہے مثل معاملات وغیرہ کاموں کے اور بعض لوگوں کی احکام عقلی سے متعلق ہے مثل تدبیر مُلک اور انتظام اور ترتیب شہر کے۔ کوئی شخص لایق اِس بات کے نہیں ہے۔ کہ بدون غلبہ عقل اور زیادتی تمیز کے ان دونوں قسموں سے کسی قسم کا متعہد اور ذمہ وار ہو سکے۔ کیونکہ مقدم اور شریف ہونا اس کا غیر پر اگر کسی خصوصیت کے ذریعہ سے نہ ہوگا تو موجب پیدا ہونے مخالفت اور تنازع۔ کا ہے پس اوضاع کی تجویز کرنے کے واسطے کسی ایسے شخص کی طرف احتیاج پڑی جو الہام الٰہی سے ممتاز ہوتا سب لوگ اُس کی فرمانبرداری کریں اور اُس شخص کو متقدمین صاحب ناموس کہتے ہیں اور اوضاع اُس کے کو ناموس الٰہی اور محدث لوگ اُس کو شارع اور اوضاع اُس کے کو شریعت کہتے ہیں۔ اور حکیم افلاطون نے کتاب سیاست کے پانچویں مقالہ میں ان گروہ کا اس طرح ذکر کیا ہے کہ ہم اصحاب القوی العظیمہ الفایقتہ یعنے وہ لوگ صاحب قوت بزرگ اور اہل فوقیت کے ہیں۔ اور ارسطا طالیس نے کہا ہے کہ ہم الذین عنایتہ اللہ بہم اکثر کہ وے وہ لوگ ہیں جن پر عنایت اللہ تعالے کی بُہت ہے۔ اور احکام کی تجویز کرنے کے واسطے ایسے شخص کی ضرورت پڑی جو دوسروں کی نسبت سے مدد اور تائید الٰہی سے ممتاز ہو۔ تا اُس کو منصب کمال کرنے لوگوں کا حاصل ہو جائے اس شخص کو متقدمین ملک علے الاطلاق کہتے ہیں اور احکام اُس کے کو صناعت مَلک اور محدثین اُسکو امام اور فعل اُس کے کو امامت کہتے ہیں۔ اور افلاطون اُس کو مدبر عالم کہتا ہے اور ارسطا طالیس انسان مدنی یعنے وہ انسان کہ اُس کے وجود سے تمدن کی قائمی ہوتی ہے اور ایک جماعت کے محاورہ میں پہلے شخص کو ناطق کہتے ہیں اور دوسرے کو اساس۔ اور جاننا چاہیے کہ اس مقام میں مَلک سے مراد وہ شخص نہیں ہے کہ جس کے پاس گھوڑے اور لشکر اور مُلک ہو۔ بلکہ وہ شخص مراد ہے کہ فی الحقیقت استحقاق مَلک ہونیکا رکھتا ہو اگرچہ ظاہرا کوئی آدمی اُس کی طرف التفات نہ کرے۔ اگر سوائے ایسے شخص کے کوئی اَور اس منصب پر فائز ہو جائے گا تو ظلم اور بے انتظامی مُلک میں پھیل جائے گی الغرض ہر زمانہ اور وقت میں اہل ناموس یعنے پیغمبر کی احتیاج نہیں ہوتی کیونکہ

ایک شریعت بہت زمانہ کے لوگوں کے واسطے کافی ہوتی ہے اِلّا ہر زمانہ میں مدبر یعنے بادشاہ کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اگر تدبیر منقطع اور موقوف ہو جائے تو بنی نوع انسان کا بقا اچھی طرح پر نہیں رہ سکتا۔ اور بادشاہ محافظت شریعت کی کرتا ہے اور اُس کے مراسم اور احکام کے بجا لانے کے واسطے لوگوں کو تکلیف اور ترغیب دیتا ہے اور حسب مصلحت وقت جزئیات شریعت میں تصرف کرنے کا اُس کو اختیار ہوتا ہے اس بیان سے معلوم ہوا کہ حکمت مدنی جسپر یہ مقالہ مشتمل ہے وہ علم ہے کہ جس میں توجہ ہوتی ہے اُن قوانین کلّی کی طرف کہ موجب عام لوگوں کی مصلحت کا ہوں اس نظر سے کہ ایک دوسرے کی اعانت کے ذریعہ سے کمال حقیقی کی طرف متوجہ ہوں +

اور موضوع اس علم کا وہ ہیئت جماعت کی ہے کہ جمع ہونے سے حاصل ہوتی ہے اور محل صادر ہونے اِن کے افعال کا ہووے۔ اور اِس سبب سے کہ ہر اہل صناعت اور اہل حرفہ اپنے کام اور صناعت میں اُس جہت سے خیال کرتا ہے کہ جو متعلق اُس صناعت کے ہو نہ بلحاظ نیکی اور بدی کے مثلاً طبیب کو ہاتھ کے علاج کرنے میں یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کو وہ اعتدال حاصل ہو جائے جس کے سبب سے اپنے افعالوں پر قادر ہو اور اس بات کا لحاظ نہیں ہوتا کہ افعال اُس کے نیک ہوں یا بد اور صاحب صناعت کا خیال جمیع اہل صناعات کے افعال میں اس جہت سے ہوتا ہے کہ نیک ہوں یا بد پس یہ صناعت رئیس جملہ صناعات کی ہوئی ۔ اور نسبت اس کی دیگر صناعات کے ساتھ مثل نسبت علم آلٰہی کی ہے دیگر علوم کے ساتھ۔ جب بنی نوع انسان بقا اپنے وجود اور نوع کے لئے ایک دوسرے کی طرف محتاج ہے اور کمال کو پہنچنا ان کا بغیر بقا کے محال ہے پس کمال کو پہنچنے کے واسطے ایک دوسرے کی طرف محتاج ہوئے جب یہ بات متحقق ہوئی تو کمال اور تمام ہونا ہر ایک شخص کا دیگر اشخاص پر موقوف ہوا پس انسان پر واجب ہے کہ اپنے نوع کے ساتھ ورتارہ اور اختلاط مددگاری کے طور پر رکھے ورنہ طریق عدالت سے منحرف سمجھا جائے گا اور اُس کو ظالم تصور کیا جائے گا۔ اس طریق پر ورتارہ اور اختلاط اُس وقت ہو سکتا ہے جب کیفیت اُس کی پر اور اُن وجوہات پر جو موجب انتظام کا یا باعث خرابی اور فساد کا ہوں بخوبی واقفیت حاصل کی ہو اور وہ علم کہ جس سے ہر ایک نوع کی تعریف معلوم ہو جائے حاصل کر لیا ہو اور وہ علم

حکمت مدنی ہے پس ہر ایک شخص پر اس علم کا حاصل کرنا ضروری ہوا تا فضیلت
کے حاصل کرنے پر قادر ہو سکے۔ ورنہ اُس کا ورتارہ اور معاملہ ظلم سے خالی نہ ہوگا
اور بموجب اپنے قدر اور منزلت کے باعث خرابی جہان کا ہوگا۔ اِس سبب سے
شمولیت اِس علم کے منفعت کی معلوم ہوگئی۔ جیسا کہ طبیب جب صناعت میں
ماہر ہو جاتا ہے تو محافظت صحت بدن انسان اور زائل کرنے مرضوں پر قادر ہوتا ہے
ویسا ہی اہل اِس علم کا جب اپنی صناعت میں ماہر ہو جاتا ہے تو محافظت صحت
مزاج عالم پر جس کو اعتدال حقیقی کہتے ہیں اور دور کرنے انحراف اُس کے پر قادر
ہو جاتا ہے حقیقت میں وہ طبیب عالم کا ہو جاتا ہے۔ الغرض ثمرہ اس علم کا
جہان میں اشاعت نیکی کی ہے اور دور کرنا بدی کا موافق طاقت انسانی کے۔
جب ہم بیان کر چکے ہیں کہ موضوع اس علم کا ایک ہیئت جمع ہونے بہت آدمیوں
کی ہے اور جمع ہونا آدمیوں کا ازروئے عموم اور خصوص کے مختلف طور پر ہے
پس معنے جمع ہونے آدمیوں کے ہر طرح سے جو ہو معلوم کرنے چاہئیں اب میں
بیان کرتا ہوں کہ پہلا قسم جمع ہونے آدمیوں کا جمع ہونے گھر کے آدمیوں کا
ہے تشریح اُس کی بیان ہو چکی ہے دوسرا قسم جمع ہونا اہل محلہ کا ہے بعد اُس
کے جمع ہونا اہل شہر کا بعد ازاں جمع ہونا بڑی بڑی قوموں اور بہت قسم کے
آدمیوں کا بعد اُس کے جمع ہونا اہل جہان کا۔ جیسا کہ ہر شخص ایک جزو گھر کے
لوگوں کی ہوتا ہے ویسا ہی گھر کے لوگ ایک جزو اہل محلہ کی ہوتے ہیں اور اہل
محلہ ایک جزو شہر کے لوگوں کی اور شہر کے لوگ ایک جزو امت کی ہوتے ہیں
اور امت ایک جزو جہان کی ہے۔ اور ہر جماعت کا ایک رئیس ہوتا ہے جیسا
کہ گھر کے بیان میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ رئیس گھر کا تابع رئیس محلہ کے ہوتا
ہے اور رئیس محلہ کا تابع رئیس شہر کے اور اسی طرح رئیس عالم تک نوبت پہنچ
جاتی ہے کہ وہ سب رئیسوں کا رئیس ہوتا ہے اور وہ بادشاہ مطلق ہوتا ہے
اور نظر اُس کی جہان اور اجزائے جہان کے حال میں مثل نظر طبیب کے ہے
بدن اور اجزائے بدن کے حال میں اور مثل نظر مالک گھر کے گھر اور اجزائے گھر کے
حال میں۔ اور وہ دو آدمی کہ ایک صناعت اور ایک علم میں شراکت رکھتے ہوں
اُن میں ریاست ثابت ہوتی ہے یعنے اُن دونوں میں سے جو شخص اُس صناعت
میں کامل ہوگا وہ رئیس ہوگا۔ دوسرے آدمی کو اُس کی اطاعت کرنی چاہئے
تا کمال کی طرف متوجہ ہو اور تمام آدمیوں کا انتہا اُس ایک شخص کی طرف ہوگا

کہ ازروے استحقاق سب کا مطاع اور پیشواے نوع انسان کا ہو یا ایسے بہت آدمیوں کی طرف جو بباعث اتفاق راے کے مثل اُس ایک آدمی کی ہوں۔ جیسا کہ رئیس جہان کا اجزائے جہان میں نگرانی رکھتا ہے اس سبب سے کہ اُس کو عام اجزاے کے ساتھ تعلق ہے ویسا ہی رئیس ہر جماعت کو اپنی جماعت کے حال میں ایسی وجہ پر کہ موجب صلاحیت ان کی کا ہو نظر ہوتی ہے اوّلاً عموماً اور ثانیاً خصوصاً ہر ایک جزو کے حال میں۔

تعلق اجتماعات کا ایک دوسرے کے ساتھ تین قسم پر ہوتا ہے اوّل وہ کہ ایک جماعت جزو دوسری جماعت کی ہو مثل گھر اور شہر کے دوم وہ کہ ایک جماعت شامل اور حاوی دوسری جماعت کی ہو مثل امت اور شہر کے۔ سوم وہ کہ ایک جماعت خادم اور مددگار دوسری جماعت کی ہو مثل گاؤں اور شہر کے کیونکہ اجتماع اہل دیہات کا ناقص ہوتا ہے اس لیے کہ ہر ایک شخص بہت وجہ سے خدمت اجتماع اہل شہر کی کرتا ہے۔ ان تینوں قسموں کی اعانت اور مددگاری باہمگر ازروے مادہ اور آلہ اور خدمت کے مثل اعانت دیگر انواع کے ہے جو باہم اُن کے ہو جیسا کہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ جب اہل جہان کا انتظام اس طریق پر بنایا گیا ہے پس جو لوگ اختلاط چھوڑ کر تنہائی اور جدائی کی طرف میل کرتے ہیں اِس فضیلت سے محروم رہتے ہیں کیونکہ اختیار کرنا وحشت اور گوشہ نشینی کا اور روے گردانی کرنی مددگاری اپنے ہمجنسوں سے باوجود احتیاج کے محض جور اور ظلم ہے بعضے لوگ اس جماعت سے اِس فعل کو فضیلت تصوّر کرتے ہیں مثل اُن لوگوں کے جو حجرہ اور پہاڑ کی غاروں میں تنہائی اختیار کرتے ہیں اور اس کا نام زہد اور ترک دنیا قرار دیتے ہیں اور جو لوگ دوسروں کی مدد اور دستگیری کے امیدوار ہوکر اپنی مدد ہی کو بالکل ترک کرتے ہیں اس کا نام توکل رکھتے ہیں اور جو لوگ سیر کے طریق پر شہر بشہر پھرتے ہیں کسی جگہ مقام اور اختلاط جو باعث الفت اور محبت کا ہو نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ ہم جہان کے حال سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور اس کو فضیلت جانتے ہیں۔ یہ لوگ دوسرے لوگوں کا رزق پیدا کیا ہوا کھاتے ہیں اور بدلہ اور عوض اُس کا ادا نہیں کرتے غذا ان کی کھاتے ہیں اور لباس ان کا پہنتے ہیں قیمت ادا نہیں کرتے اور جو مراتب باعث انتظام اور کمال نوع انسان کا ہے اُس سے روے گردان ہیں۔ جب بہ سبب گوشہ نشینی اور وحشت کے جو رذائل اُن کی طبیعت

ہیں بالقوہ موجود ہیں ظاہر نہیں ہوتے کوتہ اندیش لوگ اُن کو اہل فضیلت تصور کرتے ہیں یہ ظن اُن کا غلط ہے کیونکہ عفت اور پرہیزگاری اس کو نہیں کہتے کہ بالکل خواہش شکم اور شہوت اور مجامعت کو ترک کیا جائے بلکہ عفت وہ ہے کہ ہر ایک چیز کے حق اور انداز کو نگاہ رکھیں زیادتی اور کمی سے پرہیز کریں۔ اور عدالت اس کو نہیں کہتے کہ جن آدمیوں کو نہ دیکھیں اُن پر ظلم نہ کریں۔ بلکہ عدالت وہ ہے کہ ورتارہ اور معاملہ لوگوں کے ساتھ انصاف سے کریں۔ اور جبتک کوئی شخص آدمیوں سے اختلاط نہ رکھے گا سخاوت اُس سے کب ظاہر ہو گی۔ اور جب تک کسی خوفناک محل میں نہ پڑے گا شجاعت اُس کی کیونکر عمل میں آوے گی۔ اور جب تک صورت کسی مرغوب اور مطبوع کی نہ دیکھے اثر پرہیزگاری اُس کی کا کب ظاہر ہوتا ہے اگر غور کی نظر سے دیکھا جاوے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس قسم کے آدمی جمادات اور مُردوں سے مشابہت رکھتے ہیں نہ اہل فضل اور تمیز کے ساتھ۔ کیونکہ اہل فضل اور تمیز اُن امور سے جو اللہ تعالے نے اپنی قدرت سے بنائے ہیں انحراف نہیں کرتے اور اپنے طریقہ اور عادت میں حتے الامکان حکمت آلہی کی پیروی کرتے ہیں اور اس امر میں اُسی سے توفیق چاہتے ہیں انہ خیر وموفق ومعین ؎

دوسری فصل میں فضیلت محبت اور اقسام اُس کے کا بیان ہے کہ پیوند اور رابطہ اجتماعات کا محبّت کے ذریعے سے ہوتا ہے

جب انسان ایک دوسرے کی طرف محتاج ہے اور کمال ہر ایک کا دوسروں کے وجود پر منحصر ہے اور طلب کرنا مدد کا ضروری ہے کیونکہ کوئی شخص تنہا کمال کو نہیں پہنچ سکتا۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے پس ایسی تالیف کی احتیاج پڑی کہ جس کے ذریعہ سے تمام آدمی ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں مثل اعضا ایک بدن کے ہو جاویں۔ جب انسان کو بالطبع متوجہ کمال کی طرف پیدا کیا گیا ہے پس بالطبع محتاج اس تالیف کا ہوا اور اشتیاق تالیف کو محبت کہتے ہیں اور پہلے اس سے ہم نے اس بات کا اشارہ کیا ہے کہ محبت عدالت سے افضل ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ عدالت موجب اتحاد صناعی کا ہے اور محبت موجب اتحاد طبعی کا اور امر صناعی امر طبعی کی نسبت سے مثل پوست اور چھلکے

کے ہے اور صناعت پس روے اور اقتداے کرنیوالی طبیعت کی ہے پس معلوم ہوا کہ احتیاج عدالت کے جملہ فضایل انسانی سے کامل تر ہے محافظت انتظام نوع کے واسطے بہ سبب فقدان اور نا ہونے محبت کے ہے کیونکہ اگر محبت لوگوں میں موجود ہوتی تو انصاف دینے اور انصاف چاہنے کی حاجت نہ پڑتی اور از روے لغوی معنوں کے انصاف نصف سے مشتق ہے یعنے انصاف کرنے والا متنازع فیہ چیز کو متخاصمین کے حق میں نصف نصف تقسیم کردے اور نصف کرنا لوازمات کثرت سے ہے اور محبت موجبات اتحاد سے ہے پس اِن وجوہات سے فضیلت محبت کی عدالت پر معلوم ہوگئی۔ بعض حکماے متقدمین نے تعریف اور تعظیم محبت میں بڑا مبالغہ بیان کیا ہے کہ تمام موجودات کا قیام محبت کے باعث سے ہے اور کوئی موجود محبت سے خالی نہیں ہوسکتا جیسا کہ وجود اور وحدت سے کوئی موجود خالی نہیں ہے۔مگر محبت کے بہت درجے ہیں اور بہ سبب اختلاف مدارج اُس کے کے موجودات بھی مدارج کمال اور نقصان میں مختلف طور پر ہوتے ہیں۔ اور جیسا کہ محبت موجب قوام اور کمال کا ہے ویسا ہی غلبہ موجب فساد اور نقصان کا ہے اور سرایت کرنی اُس کی موجودات میں موافق نقصان ہر قسم کے لوگوں کے ہوسکتی ہے۔ اس قوم کو اصحاب محبت اور غلبہ کا کہتے ہیں حکماے دیگر نے اگرچہ اس مذہب کی تشریح نہیں کی اِلّا فضیلت محبت کے وہ مقر اور قائل ہیں اور اسبات کی اُنھوں نے تشریح کی ہے کہ جملہ موجودات میں عشق نے سرایت کی ہوئی ہے۔جب اصلی معنے محبت کے طلب کرنا اتحاد کا ہے اُس چیز کے ساتھ کہ جس کا اتحاد طالب کے تصور میں کمال ہو اور ہم بیان کرچکے ہیں کہ کمال اور شرف ہر موجود کا موافق اُس وحدت کے ہے کہ جو اُس پر عطا ہوئی ہے پس محبت کرنی طلب کرنا شرف اور فضیلت اور کمال کا ہوا جس شخص میں یہ طلب زیادہ تر ہے شوق اُس کا کمال کی طرف زیادہ ہے اور کمال پر پہنچنا اُس کا اُس پر آسان۔ متاخرین کے نزدیک محبت اور اور ضد محبت کو اُس مقام میں استعمال کرتے ہیں کہ جہاں قوت نطق کا دخل ہو پس عنصر جو اپنے مرکزوں کی طرف میل کرتے ہیں اور دوسری طرفوں سے بھاگتے ہیں اور مرکبات کی میلان جو ایک دوسرے کی طرف بہ سبب اُس ہمجنسیت کے ہوتی ہے کہ جو اصل پیدایش اُن کی میں موافق نسبتوں معین اور محدود کے مثل نسبت عددی اور تالیفی کے موجود ہو اور اُس سبب سے عجیب عجیب فعل اُن

سے پیدا ہوتے ہیں اِن سب کو خواص اور اسرار طبایع کہتے ہیں جیسا کہ لوہا مقناطیس کی طرف مائل ہے اور مخالف اِس کے جن میں نفرت ہے مثل سنگ باغض الخل کے جو سرکہ سے متنفر ہے اس کو محبت اور دشمنی نہیں کہتے بلکہ میل اور ہرب کہتے ہیں اور موافقت وغیر موافقت حیوانات غیر ناطقہ کی جو باہم اُن کے ہو وہ بھی اِس قبیل سے خارج ہے اُس کو الفت اور نفرت کہتے ہیں اور محبت کے قسم انسانوں میں دو طرح پر ہیں ایک طبعی دوسرا ارادی۔ اِلّا محبت طبعی مثل محبت ماں کی بیٹے کے ساتھ کیونکہ اگر محبت طبعی ماں کی طبیعت میں موجود نہ ہوتی تو بیٹے کی پرورش نہ کرتی اور بقا نوع کا نہوتا۔ اِلّا محبت ارادی چار طرح پر ہوتی ہے اوّل وہ کہ جلدی وقوع میں آئے اور جلد زائل ہو جائے دوسرا وہ کہ دیر سے ظہور پکڑے اور جلدی زائل ہو جائے تیسرا وہ کہ جلدی ظہور پکڑے اور دیر سے زائل ہو چوتھا وہ کہ دیر سے ظہور پکڑے اور دیر سے زائل ہو۔ جب ہر قسم کے آدمیوں کی توجہ اپنے مطالب کی طرف مفرد طریق پر تین قسموں پر منقسم ہے۔ اوّل لذت دوم نفع سوم نیکی اور ان تینوں کے مرکب ہونے سے قسم چوتھا پیدا ہو جاتا ہے اور یہ مطالب موجب محبت اُن لوگوں کا ہوتے ہیں کہ کمال شخصی یا نوعی کے حاصل کرنے کے واسطے معاون اور مددگار ہوں اور مراد اُس نوع سے نوع انسان کا ہے پس ہر ایک اِن سببوں سے موجب ایک قسم محبت کا ہے منجملہ اقسام محبت ارادی کے۔ اِلّا لذت موجب اُس محبت کا ہو سکتی ہے کہ جلدی ظہور پکڑے اور جلدی زائل ہو جائے کیونکہ لذت باوجود اس کے کہ عام ہے مگر جلدی متغیر اور زائل ہو جاتی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور وصف پائداری اور زائل ہو جانے کے سبب سے مُسبّب میں سرایت کر جاتی ہے۔ اِلّا نفع سبب اُس محبت کا ہوتا ہے کہ دیر سے ظہور پکڑے اور جلدی زائل ہو جائے کیونکہ نفع رسانی باوجود عزیز الوجود ہونے کے جلدی متغیر ہو جاتی ہے۔ اِلّا نیکی موجب اُس محبت کا ہوتی ہے کہ جلدی ظہور پکڑے اور دیر سے زائل ہو جلدی ظہور پکڑنا اُس کا بہ سبب اُس ہمجنسیت ذاتی کے ہے کہ درمیان اہل خیر کے ہو اور دیر سے زائل ہوتا اُس کا بباعث اُس اتحاد حقیقی کے ہوتا ہے جو اصل حقیقت خیر کو لازم ہے اور یہ لازم مانع زائل ہونے محبت کا ہے اِلّا ان تینوں سببوں سے جو مرکب ہو وہ سبب اُس محبت کا ہوتا ہے کہ دیر سے ظہور پکڑے اور

دیر سے زائل ہو کیونکہ جمع ہونا دونوں سببوں کا یعنے نفع اور خیر کا ان دونوں حالات کے وجود کا تقاضا کرتا ہے۔ اور محبت صداقت سے عام ہے کیونکہ محبت ایک بڑی جماعت میں ہو سکتی ہے اور صداقت اس قدر عام نہیں اور مودت کا درجہ قریب صداقت کے ہے اور عشق جو افراط محبت کا ہے مودت کی نسبت سے زیادہ تر خاص ہے کیونکہ سوائے درمیان دو آدمیوں کے نہیں ہوتا۔ اور سبب عشق کا یا افراط طلب لذت کی ہے یا افراط طلب نیکی کی اور نفع کو نہ ازروے مفرد ہونے کے اور نہ ازروئے مرکب ہونے کے عشق کے پیدا کرنے میں دخل نہیں ہے پس عشق دو قسم پر ہے ایک بد جو افراط طلب لذت سے پیدا ہو دوسرا نیک جو افراط طلب نیکی سے پیدا ہو اور بہ سبب مشابہ ہونے اِن دونوں قسموں کے لوگوں میں نیک اور بد ہونے عشق کا اختلاف ہے۔ اور سبب صداقت کا نوجوانوں میں یا اُن لوگوں میں جو مثل نوجوانوں کے مزاج رکھتے ہیں طلب لذت کی ہوتی ہے اور اسی سبب سے ان کے درمیان صداقت اور جدائی متواتر واقع ہوتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک تھوڑی مدت میں چند دفعہ دوست ہو جاتے ہیں اور پھر اُن میں نفاق پڑجاتا ہے اگر اتفاقاً کہیں ان کی صداقت دیر پا ہو جائے تو بباعث بقائے لذت کے وثوق اور محکمی ہوتی ہے جب لذت زائل ہو جاتی ہے فوراً وہ صداقت بھی دور ہو جاتی ہے۔ اور بوڑھے آدمی یا جو لوگ مثل اُن کے اپنی طبیعت رکھتے ہیں اُن کی صداقت کا باعث طلب کرنا نفع کا ہوتا ہے اور جس قدر نفع دیر پا ہو اُسی قدر صداقت ان کی دیر پا ہوتی ہے جب امید نفع کی منقطع ہو جائے صداقت بھی زائل ہو جاتی ہے۔ اِلّا سبب اہل خیر کی صداقت کا جب خیر محض ہے تو بہر صورت پائدار اور قائم رہتی ہے اہل خیر کی دوستی تغیر اور زوال سے محفوظ ہوتی ہے۔ جب انسان عناصر متضادہ سے مرکب ہے اور رغبت ہر ایک طبیعت کی مخالف رغبت دوسرے شخص کی ہے پس وہ لذت جو موافق ایک طبیعت کے ہوگی۔ دوسری طبیعت کی رغبت سے مخالف ہوگی اِسی سبب سے کوئی لذت لذتوں میں سے خالص اور خالی اُن تکلیفات سے نہیں ہے جو تکلیفیں عدم موجودگی دیگر اقسام لذتوں میں ہوتی ہیں۔ جب انسانوں میں ایک جوہر بسیط الٰہی ایسا موجود ہے کہ اُس کو اور کسی چیز کے ساتھ ہمجنسیت نہیں اُس کے واسطے ایک قسم لذت کا ایسا ہو سکتا

ہے کہ کسی دوسری لذت کے ساتھ اُس کی مشابہت نہ ہو اور وہ محبت جو موجب
اُن لذات کا ہو وہ نہایت افراط کے درجہ پر ہوتی ہے جنون اور دیوانگی سے
تشبیہہ رکھتی ہے اُس کو عشق تام اور محبت آلہی کہتے ہیں بعضے عابد زاہد لوگ
اِس محبت کا دعوے کرتے ہیں۔ حکیم اول نے اسباب میں اُز قیطس سے اس طرح
پر نقل کیا ہے کہ مختلف چیزوں کو باہمدگر مشابہت اور الفت تمام نہیں ہوسکتی
اِلّا جو چیزیں باہم مشابہت اور مشاکلت رکھتی ہیں وہ آپس میں مشتاق اور
مسرور ہوتی ہیں تشریح ان کلمات کی اِس طرح پر بیان کی ہے کہ جب جواہر
بسیط متشاکل اور ایک دوسرے کی طرف مشتاق اور الفت کرنے والے ہوتے ہیں
تو ان کے درمیان اتحاد حقیقی حاصل ہو جاتا ہے اور مغائرت زائل ہو جاتی ہے
کیونکہ مغائرت لازم مادہ کی ہے اور مادیات میں اس قسم کی الفت نہیں ہوسکتی
اگر ان میں شوق ایسا پیدا ہو کہ جس سے کسی طرح کا میلان الفت کی طرف پایا
جاسے۔ تو ملاقات اِن کی اُس چیز کے ظاہری سطح اور اطراف کی طرف ہوتی ہے نہ
ذات اور حقیقت اُس چیز کی طرف اور یہ ملاقات اتصال کے درجہ کو نہیں پہنچتی
پس موجب جدائی کا ہو جاتی ہے۔ جب وہ جوہر جو انسان کی طبع میں امانتاً رکھا
گیا ہے طبیعت کی کدورات سے پاک ہو جاتا ہے اور شہوات اور مدارج دنیاوی کی
محبت اُس سے دور ہو جاتی ہے تو اُس کو اپنے ہمجنس کی طرف شوق صادق
پیدا ہو کر دریافت اور معرفت جناب آلہی کی طرف کہ چشمہ نیکیوں کا وہ ہی ذات
ہے مشغول ہو جاتا ہے اور انوار اُس بارگاہ کے اُس پر فائض ہوتے ہیں
پس اُس کو وہ لذت حاصل ہوتی ہے کہ جس کی کسی لذت کے ساتھ تشبیہہ نہیں
دیجاتی اور درجہ اتحاد مذکورۃ الصدر پر فائز ہو جاتا ہے۔ اور استعمال کرنے طبیعت
بدنی یا ترک کرنے اُس کے سے اُس کے افعالوں میں کچھ زیادہ تر فرق اور تفاوت
نہیں ہوتا اِلّا اِس قدر کہ بعد مفارقت کلی کے اُس رتبہ عالی کے قبول کرنے کے
واسطے اِستعداد زیادہ تر ہو جاتی ہے کیونکہ صفائی کامل سوائے مفارقت حیات فانی
کے نہیں ہو سکتی۔ منجملہ فضائل محبت اہل خیر کے جو باہم اِن کے ہو ایک یہ
فضیلت ہے کہ نہ اُس میں نقصان واقع ہوتا ہے اور نہ چغلی اُس میں اثر رکھتی
ہے اور نہ دلتنگی کو وہاں دخل ہے اور نہ فخر کو گنجائش ہے۔ اِلّا وہ محبت جو
بغرض نفع یا لذت کے ہو ہم شریروں کے ساتھ اور ہم نیک لوگوں کے
ساتھ ہوسکتی ہے لیکن جلدی زائل اور متغیر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نافع اور لذیذ چیز

بالغرض مطلوب ہوتی ہے نہ بالذات۔ اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ یکجا جمع ہونا لوگوں کا کسی نئے مکان میں موجب محبت کا اُن کے درمیان ہو جاتا ہے مثل کشتی اور سفر وغیرہ کے اس کا باعث وہ اُنس اور الفت ہے جو انسان کی طبع میں متمکن ہے اور آدمیوں کو انسان اسی انس کے سبب سے کہتے ہیں جیسا کہ علم ادب میں یہ امر مقرر اور محقق ہے۔ اور جس شخص نے یہ کہا ہے کہ سمیت انسانا لانک ناسی یعنے نام رکھا گیا ہے تمہارا انسان اس لیئے کہ تم بھول جانے والے ہو۔ تو اُس کو یہ گمان ہوا ہے کہ انسان نسیان سے مشتق ہے اور یہ گمان اُس کا خطا اور غلط ہے جب اُنس طبعی خاصہ آدمیوں کا ہے اور کمال ہر چیز کا اپنی خاصیت کے ظاہر کرنے میں ہوتا ہے چنانچہ چند جگہ پر اس کا بیان کیا گیا ہے بس کمال نوع انسان کا بھی اپنی خاصیت کے اظہار کرنے پر اپنے ہمجنسوں کے ساتھ منحصر ہے کیونکہ یہ خاصیت خود مبداء اُس محبت کا ہے جو باعث تمدن اور تالیف کا ہو با وصف اِس کے کہ حکمت حقیقی اِس خاصیت کے شرف کو ثابت کرنے والی ہے شریعت اور نیک آداب بھی اِس کی طرف ترغیب وتحریص کرتے ہیں اِسی سبب سے عبادتوں اور ضیافتوں میں جمع ہونے لوگوں کے واسطے تحریص کی ہے کیونکہ لوگوں کے جمع ہونے میں وہ اُنس اور محبت قوہ سے فعل میں ظہور کرتی ہے ممکن ہے کہ شریعت اسلام میں نماز با جماعت کو تنہا نماز پڑھنے پر اسی سبب سے فضیلت اور شرف ہو کہ جب ہر روز پانچ دفعہ ایک مکان میں آدمی جمع ہوں گے باہم اُن کی الفت ہو جائے گی عبادت اور دیگر معاملات میں مشترک ہونا اُن کا اُس الفت کو زیادہ تر محکم کرے گا اور امکان ہے کہ انس کے درجہ سے محبت کے مرتبہ کو پہنچ جائے۔ مصداق اس بات کا یہ امر ہے کہ جب اِس قسم کی عبادت اُن اہل محلہ پر کہ جن کا جمع ہونا ہر روز پانچ دفعہ ایک مسجد میں مشکل نہیں تھا مقرر کیئے گئے تو اہل شہر کو کہ جن کا جمع ہونا اُن کے ساتھ مشکل تھا اِس فضیلت سے محروم رکھنا غیر مناسب معلوم ہوا اِس لیئے ایک اَور عبادت مقرر ہوئی کہ ہفتہ بھر میں ایک دفعہ تمام محلوں کے آدمی ایک ایسی مسجد میں جہاں کہ سب کی گنجائش ہو سکے جمع ہوں تو جیسا کہ اہل محلہ کو اِس فضیلت اجتماع میں اشتراک تھا ویسا ہی اہل شہر کو بھی اس میں اشتراک ہو جائے۔ جب دیہاتی لوگوں کا آپس میں اور اہل شہر کے ساتھ ہر ہفتہ میں جمع ہونا باعث حرج اُن کے

کاموں کا تھا تو ایک ایسی عبادت مقرر کی گئی کہ ہر سال میں دو دفعہ تمام لوگ اہل شہر اور اہل دیہات جمع ہوں اور مکان اُن کے واسطے ایک جنگل کہ جس میں سب کی گنجائش ہو قرار دیا گیا کیونکہ تعمیر کرنا ایسے مکان کا جو تمام قوموں کے واسطے کافی ہو اور سال بھر میں دو دفعہ اُس سے نفع حاصل کریں موجب حرج کا ہے - جب ایسے مکان فراخ میں تمام لوگ حاضر ہوں اور ایک دوسرے کو دیکھیں اور اُنس اور الفت کو تازہ کریں تو رغبت ان کی ایک دوسرے کی محبت اور الفت کی طرف زیادہ ہو جائے گی - بعد اس کے تمام جہان کے لوگوں کو عموماً عمر بھر میں ایک دفعہ ایک مکان کے جمع ہونے کی تکلیف دی گئی اور مدت عمر سے کوئی ایسا وقت معین کہ باعث رنج اور تکلیف کا ہو مقرر نہیں کیا گیا تا آسان طور پر دور دور شہروں کے لوگ جمع ہوں اور اُس سعادت سے کہ اہل شہر اور اہل محلہ کو حاصل ہے بہرہ یاب ہوں اور اُس اُنس طبعی سے کہ ان کی سرشت میں موجود ہے آپس میں مدد کریں ایسے مکان کا مقرر کرنا اُس جگہ پر کہ جہاں صاحب شریعت کا مقام ہو بہتر اور لائق ہے کیونکہ دیکھنا آثار اُن کے کا اور قیام کرنا شعائر اور مناسک اُن کے پر لوگوں کے دلوں میں باعث عزت اور تعظیم شریعت کا ہے اور دعا مانگنے والوں کے حق میں موجب جلدی قبول ہونے دعا کا ہے - الغرض ان عبادات کے تصور اور جمع کرنے لوگوں سے غرض اہل شرع کی حاصل کرنا اس فضیلت محبت کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ ارکان اور احکام عبادات کے مصلحت کے طریق پر مقرر کرنے باعث جمع ہونے دونوں سعادتوں کا ہے - پھر محبت کی بات ہم شروع کرتے ہیں کہ سوائے محبت الٰہی کے جب موجبات محبتہائے مذکورہ بالا درمیان ارباب محبت کے مشترک ہوں تو ممکن ہے کہ دونوں طرف سے ایک ہی وقت میں محبت ظہور پکڑے اور ایک ہی وقت میں زائل ہو جائے مثلاً وہ لذت کہ عورت اور شوہر کے درمیان مشترک ہے اور موجب محبت ان کی کا ہے ممکن ہے کہ دونوں جانب سے ایک دوسرے کی طرف محبت ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک طرف سے محبت منقطع ہو جائے اور دوسری طرف سے قائم رہے کیونکہ لذت جلدی متغیر ہو جاتی ہے اور ایک طرف کا متغیر ہونا دوسری طرف کے متغیر ہونے کو لازم نہیں کرتا اور ویسا ہی گھر کے نیک امور میں جب وہ منافع کہ عورت اور شوہر کے درمیان مشترک ہوں جب یہ دونوں

اُن میں مددگار اور معاون ہوں گے تو سبب اشتراک محبت کا ہوگا اگر ان دونوں میں سے ایک اپنے کام میں سُستی کرے گا مثلاً عورت شوہر سے امیدوار نیکی اور مروت کی ہوتی ہے اور شوہر عورت سے حفاظت کا متوقع ہوتا ہے اگر ایک ان میں سے اپنے کام میں مقصر ہو تو محبت میں فرق آجاتا ہے شکوہ اور شکایت پیدا ہوکر روز بروز مخالفت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اِس حدتک کہ علاقہ منقطع ہو جاتا ہے یا سب زائل ہو جاتا ہے یا کچھ تھوڑی مدت شکوہ شکایت میں گذرتی ہے۔ دیگر اقسام محبت میں بھی ویسا ہی اعتبار کرنا چاہیئے۔ اِلّا وہ اقسام محبت کے جن کے موجبات مختلف ہوں مثل اُس محبت کے جو سبب اُس کا ایک طرف سے لذّت ہو اور دوسری طرف سے منفعت جیسا کہ درمیان گانے والے اور سُننے والے کے محبت ہوتی ہے کیونکہ گانے والا سُننے والے کو بغرض منفعت دوست رکھتا ہے اور سُننے والا گانے والے کو لذت کے سبب سے۔ عاشق اور معشوق کے درمیان بھی اِسی قسم کی محبت ہوتی ہے کیونکہ عاشق معشوق سے لذّت کی امید رکھتا ہے اور معشوق اُس سے منفعت کی امید رکھتا ہے اِس محبت میں شکایت اور فریاد بہُت ہوتی ہے بلکہ کسی قسم محبت میں اس قدر عتاب اور شکایت پیدا نہیں ہوتی جیسا کہ اِس قسم میں ہوتی ہے اور سبب اِس کا یہ ہے کہ لذّت کا طالب اپنے مطلوب کو جلدی حاصل کرنا چاہتا ہے اور منفعت کا طالب اُس شخص کے حصول مطلب میں دیر اور تاخیر کرتا ہے اُن میں طریقہ اعتدال کا رہنا شاید کہ تقدیر آلہی سے کہیں شاذ و نادر ہوتا ہوگا اِس سبب سے ہمیشہ عاشق لوگ گلہ گذار اور فریاد کناں رہتے ہیں اور فی الحقیقت ظالم بھی یہی لوگ ہوتے ہیں کیونکہ بخوبی اور بتمام لذّت نظر اور وصل سے نفع اُٹھانا جلدی سے چاہتے ہیں اور ادا سے کرنے عوض اور بدلہ اُس کے میں دیر کرتے ہیں یا بالکل ادا سے نہیں کرتے اِس قسم کی محبت کو محبت لوامتہ کہتے ہیں یعنے مقرون بملامت اور اقسام اِس محبت کے صرف ایک ایسی نظیر ہیں محدود نہیں لیکن انجام اور مآل تمام قسموں کا یہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور وہ محبت کہ درمیان بادشاہ اور رعیت اور حاکم و محکوم اور دولتمند اور فقیر کے درمیان ہوتی ہے اُس میں بھی شکایت اور ملامت واقع ہوتی ہے اِس سبب سے کہ ہر ایک اپنے صاحب سے امیدوار اُس چیز کا ہوتا ہے کہ اکثر اوقات وہ چیز موجود نہیں ہوتی اور ناموجود ہونا اُس کا باوجود امید اور انتظار امیدوار کے

موجب خرابی نیت کا ہوجاتا ہے اور خراب ہونے نیت سے دیر وقوع میں آتی ہے اور واقع ہونا دیر کا باعث ملامت کا ہے شرط عدالت کے ملحوظ رکھنے سے یہ فساد دور ہو جاتے ہیں۔ ویسا ہی غلام اپنے صاحب سے اندازہ استحقاق سے زیادہ توقع رکھتے ہیں اور صاحب ان کی نسبت شکایت قصور خدمت کی کرتے ہیں تا ملامت کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں جب تک موافق استحقاق کے رضامندی جو لازم عدالت کا ہے حاصل نہ ہوجائے انتظام اس قسم عدالت کا نہیں ہوتا اور سختی عام ہونے اس کے کی اندازہ بیان سے زیادہ تر ہے۔ الا جب نیک آدمیوں کی محبت میں لذت اور منفعت کی غرض نہیں ہوتی بلکہ باعث اُس کا مناسبت جوہر کی ہے اور مطلب ان کا خیر محض اور طلب کرنا فضیلت کا ہوتا ہے تو اس لئے مخالفت اور نزاع سے بالکل پاک ہوتی ہے اور ایک دوسرے کو نصیحت کرنی اور معاملات میں طریقہ عدالت کا ملحوظ رکھنا جو موجب اتحاد کا ہے طبعاً حاصل ہو جاتا ہے تعریف صدیق میں جو کچھ حکماء کا معقولہ ہے اُس کے یہی معنے ہیں کہ صدیق تمہارا وہ شخص ہے کہ حقیقت میں وجود اُس کا تمہارا وجود ہو اور ازروے جسم کے علحدہ ہو۔ کمیاب ہونا اس قسم دوستی کا اور معدوم ہونا اُس کا عام لوگوں میں اور نہ یقین ہونا نوجوان کی دوستی پر اسی باعث سے ہوا ہے کیونکہ جو شخص نیکی پر واقفیت نہیں رکھتا تو وہ صحت مطلب سے غافل ہوتا ہے محبت اُس کی بباعث توقع لذت یا منفعت کے ہو سکتی ہے اور بادشاہ لوگ اظہار صداقت کا اس سبب سے کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو صاحب فضیلت اور بخشش کا جانتے ہیں اس لئے صداقت ان کی کامل نہیں ہوتی طریق عدالت سے منحرف ہوتی ہے۔ اور جب باپ بیٹے کو اس سبب سے دوست رکھتا ہے کہ اپنا حق اُسپر زیادہ تر سمجھتا ہے ایک وجہ سے محبت اُس کی اس محبت کے ساتھ ملتی ہے اور ایک وجہ سے محبت اُس کی بیٹے کی نسبت محبت ذاتی ہوتی ہے اُسی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے اور وہ اس طرح پر ہے کہ وہ بیٹے کو حقیقت میں ہمنفس اپنا جانتا ہے اور ایسا تصور کرتا ہے کہ وہ بیٹے کا وجود ایک وہ نسخہ ہے کہ طبیعت نے اُس کی صورت سے اُس کو بنایا ہے اور اُس کی ذات سے ایک شکل نے بیٹے کی ذات میں انتقال کیا ہے فی الحقیقت یہ تصور بجا اور درست ہے کیونکہ حکمت الٰہی نے اپنی قدرت کاملہ سے باپ کے وجود کو بیٹے کی

پیدایش کا موجب بنایا ہے اور سبب ثانی ایجاد اُس کی کا کیا ہے اسی سبب سے باپ جو کمال اپنی ذات کے واسطے چاہتا ہے بیٹے کے لئے چاہتا ہے اور اس بات پہ ہمت اپنی مصروف رکھتا ہے کہ جو نیک امر اُس سے رہ گیا ہو بیٹے کو حاصل ہو اگر اُس کو کہا جائے کہ بیٹا تمہارا تم سے زیادہ تر فضیلت رکھتا ہے۔ تو یہ کلمہ اُس کو سخت معلوم نہیں ہوتا اگر کسی غیر شخص کو اُس پہ فضیلت دی جاوے تو وہ اُس کو سخت اور ناگوار سمجھتا ہے جیسا اُس کسی کو جو ترقی کمال میں مصروف ہے اگر یہ کہا جائے کہ اب تم نسبت سابقہ سے زیادہ تر کامل ہو تو اُس کو یہ امر سخت معلوم نہیں ہوتا بلکہ اُس کو یہ کلمہ خوش معلوم ہوتا ہے پس یہی حال ہے باپ کا بیٹے کے ساتھ۔ دوسرا سبب زیادتی محبت باپ کا یہ ہے کہ اپنے آپ کو بیٹے کے وجود کا سبب تصور کرتا ہے اور ابتداے پیدایش اُس کی سے خوش رہا ہے۔ اور پرورش اور نشو و نما کرنے سے محبت اُس کی زیادہ ہو کر محکم اور راسخ ہو گئی ہے۔ اور اُس کو وسیلہ اپنی امیدوں اور خوشیوں کا تصور کرتا ہے اور اُس کے وجود سے اپنی صورت کا بقا بعد فوت ہونے کے سمجھتا ہے۔ اگرچہ یہ معانی عوام کے نزدیک ایسے خاص نہیں ہوتے کہ ان کو بیان کر سکیں اِلّا دل اُن کے اُن معانی پہ ایک طرح کا علم رکھتے ہیں جیسا کہ کوئی شخص کسی شکل اور صورت کو پس پردہ معائنہ کرے۔ اور بیٹے کی محبت باپ کی نسبت سے کم ہوتی ہے کیونکہ اُس کا وجود معلول اور مسبب ہے یعنے بطفیل وجود باپ کے پیدا ہوا ہے اور اُس نے اپنے وجود اور اپنے مسبب کے وجود پر بعد ایک مدت کے اطلاع پائی ہے اور جب تک اپنے باپ کو زندہ نہ پائے اور ایک زمانہ اُس کے منافع سے کامیاب نہ ہو اور محبت اُس کی حاصل نہ کرے اور بخوبی دریافت اور تمیز سے محفوظ نہ ہو۔ تب تک تعظیم اُس کی نہیں کرتا۔ اسی سبب سے فرزندوں کو اپنے ماں باپ کی نسبت احسان کرنے کے واسطے حکم تاکیدی کیا گیا ہے اور والدین کو اولاد کی نسبت احسان کرنے کے واسطے تاکید نہیں ہے۔ اِلّا بھائیوں کی محبت باہمدگر اس باعث سے ہے۔ کہ وہ اپنی پیدایش کے سبب میں مشترک ہیں۔ چاہیے کہ بادشاہ کی محبت رعایا کی نسبت مثل باپ کی محبت کے ہو اور رعایا کی محبت بادشاہ کی طرف مثل محبت بیٹے کے ہو اور محبت رعایا کی باہمدگر مثل محبت برادروں کے ہو تا شرائط انتظام ان کے درمیان بخوبی قائم رہیں اور مراد ان نسبتوں سے یہ ہے۔ کہ بادشاہ رعیت کے ساتھ شفقت

اور مہربانی اور ذمہ داری اور نگہبانی اور پرورش اور طلب نکوئی اور دفع کرنے تکالیف اور حاصل کرنے نیکیوں اور رفع کرنے برائیوں میں ایسا سلوک کرے جیسا کہ باپ مشفق بیٹوں کی نسبت کرتا ہے اور رعایا بادشاہ کی فرمانبرداری اور نصیحت اور تعظیم وتکریم میں مثل عقلمند بیٹوں کے ارادت اور عقیدت رکھے اور باہمدگر اکرام اور احسان کرنے میں ہر ایک شخص مثل برادران موافق کے۔ بموجب اُس استحقاق اور لیاقت کے کہ حسب مصلحت وقت مناسب حال ہو۔ انصاف کے رو سے ہر ایک کے حق اور حصہ کی نگہبانی عمل میں لائے تاکہ انتظام اور ثبات ظہور میں آئے۔ ورنہ اگر زیادتی اور کمی وقوع میں آئے گی اور عدل وانصاف دور ہو جائے گا۔ تو فساد پیدا ہوکر ریاست ملکی ریاست تغلبی بن جائے گی اور محبت دشمنی سے اور موافقت مخالفت سے اور اتفاق نفاق سے مبدل ہو جائے گا اور ہر ایک شخص اپنی بہتری کا طالب ہو جائے گا۔ اگرچہ اُسمیں ضرر اور نقصان غیر کا ہو۔ تاکہ صداقت باطل ہوکر حرج ومرج جو ضد انتظام کی ہے واقع ہو جائے گی۔ وہ محبت کہ تغیر اور تبدل اور کدورتوں سے پاک اور صاف ہے محبت مخلوق کی ہے۔ خالق کی نسبت اور یہ محبت سوائے عالم ربانی کے اور کسی کے دلمیں نہیں ہوتی۔ اگر سوائے عالم ربانی کے کوئی اور شخص اس بات کا دعوے کرے سراسر باطل اور دروغ ہے۔ کیونکہ وجود محبت کا واقفیت اور معرفت پر موقوف ہے۔ پس جو شخص خالق کی معرفت نہیں رکھتا اور اُسکو انواع نعمتیں اور احسان الٰہی پر جو متواتر نفس اور بدن پر فائز ہوتے ہیں واقفیت نہیں ہے۔ اُس کے دلمیں محبت کیونکر ہو سکتی ہے؟ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اپنے وہم اور خیال میں ایک بُت کی صورت قرار دیکر اُس کو معبود اور خالق اپنا تصور کریں پس اُس کی عبادت اور محبت میں مشغول ہوں اور اس کو محض توحید اور خالص ایمان سمجھیں۔ پناہ اور امان بخشے اللہ تعالے اس خیال سے۔ وما یومن اکثرہم باللہ والا ہم مشرکون۔ یعنے نہیں ایمان لاتے اکثر یہ لوگ مگر یہ لوگ مشرک ہیں۔ دعوے کرنے والے اس محبت کے بُہت ہیں اور اہل تحقیق بُہت کم۔ بلکہ کم سے کم۔ بندگی اور تعظیم اس حقیقی محبت سے مفارقت نہیں کرتی۔ وقلیل من عبادی الشکور یعنے کم ہیں میرے بندوں سے شکر کرنے والے۔

محبت والدین کی اس محبت سے فروتر ہے کوئی قسم محبت کا ان دونوں

قسموں محبت کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ اِلّا محبت معلم کی طالب علم کی نسبت۔
کیونکہ یہ محبت اُن دونوں قسم محبّت مذکورہ بالا کے وسط کے مرتبہ پر ہے اور سبب
اس کا یہ ہے۔ کہ پہلا قسم محبت کا اگرچہ شرف اور بزرگی میں اعلےٰ درجہ پر ہے۔ کیونکہ
محبوب سبب ہے وجود کا اور اُن نعمتوں کا۔ جو تابع وجود کے ہیں۔ اور دوسرا
قسم محبت کا قسم پہلے سے مناسبت رکھتا ہے۔ کیونکہ باپ سبب ظاہری اور علت
قریبہ ہے۔ اِلّا معلم لوگ جو آراستگی اور تربیت نفسوں کے واسطے۔ مثل باپ کے
ہیں پرورش جسم کے لئے ✦ پس اس اعتبار سے۔ کہ کامل کرنے والے وجود کے
اور بقا دینے والے ذات کے ہیں۔ سبب اوّل یعنے ذات الٰہی کی پیروی کرتے
ہیں اور اس اعتبار سے۔ کہ پرورش ان کی اصل وجود پر ایک فرع ہے۔ باپ
کے وجود سے مشابہت رکھتے ہیں۔ پس محبت ان کی پہلی قسم محبت یعنے
محبت الٰہی سے کم ہوئی اور دوسری قسم محبت سے زیادہ ہوئی کیونکہ تربیت
ان کی اصل وجود پر لاحق ہوئی ہے۔ وہ باپ کی تربیت سے شریف تر ہے۔
فی الحقیقت معلم پرورش اور ترتیب کرنے والا جسم اور روح کا ہے اور مرتبہ
اُس کا بزرگی میں مرتبہ خالق حقیقی سے کمتر ہے اور مرتبہ باپ سے فائق ہے ✦
سلطان سکندر سے کسی نے پوچھا۔ کہ اپنے باپ کو تم زیادہ تر دوست رکھتے ہو
یا اُستاد کو۔ بادشاہ نے کہا۔ کہ اُستاد کو۔ لان ابی کان سبباً لحیاتی الفانیہ ومعلمی کان
سبباً لحیاتی الباقیہ یعنے تحقیق باپ میرا سبب ہے واسطے حیات فانی کے اور
اُستاد میرا سبب ہے واسطے حیات دائمی کے ✦ پس جسقدر روح کی فضیلت جسم
پر ہے اُسی قدر حق معلم کا باپ کے حق سے زیادہ ہے۔ چاہیئے۔ کہ اُستاد کی محبت
اور تعظیم میں بہ نسبت محبت باپ کے بھی رعایت اور نسبت ملحوظ رکھی جائے۔
محبت اُستاد کی۔ جو شاگرد کی نسبت نیک امور میں ہو شریف تر ہے۔ اُس
محبت سے جو باپ کو بیٹے کی نسبت ہو۔ اس دلیل سے۔ کہ تربیت اُستاد کی فضیلت
کامل اور حکمت خالص سے ہوتی ہے اور نسبت اُستاد کی باپ کے ساتھ مثل
نسبت نفس کے ہے۔ جسم کے ساتھ ✦ جبتک مدارج محبت کے عادل شخص کے
ذہن میں متصور نہ ہوں۔ شرائط عدل پر قیام نہیں کرسکتا۔ کیونکہ جو محبت ذات
الٰہی سے رکھنی واجب ہے۔ کسی غیر کو اُس میں شریک کرنا عین شرک ہے اور
رئیس کی تعظیم مثل باپ کے اور بادشاہ کی تکریم مثل صدیق کے اور ماں
باپ و دیگر اقربا کی محبت مثل بیٹوں کے عمل میں لانی عین جہالت اور بے عقلی

ہے اور یہ ملا ملا اور مخلوط کرنا موجب اضطراب اور فساد اور ملامت اور شکایت کا ہے۔ جب ہر ایک شخص کا حصہ محبت کا پورا بجا لائے۔ تو الفت دوستوں اور اہل درتارہ کی واجبی طور پر اور ادا کرنا حق ہر ایک مستحق کا ظہور میں آئیگا صداقت میں خیانت کرنی زر کی خیانت سے بدتر ہے۔ حکیم اول نے اس باب میں کہا ہے کہ محبت غیر خالص مثل کھوٹے درم اور دینار کے جلدی دور ہو جاتی ہے۔ پس عقلمند کو چاہیئے کہ ہر باب میں نیت نیک رکھے۔ اور ہر ایک مرتبہ کی حد اور اندازہ کو ملحوظ رکھے۔ پس صدیقوں کو مثل اپنی ذات کے تصور کر کے اپنی نیکیوں میں شریک سمجھے اور واقف اور آشنا لوگوں کو بمنزلہ دوستوں کے رکھے اور حتے الامکان اِس بات میں کوشش کرے کہ وہ لوگ درجہ واقفیت سے رتبہ صداقت کو پہنچیں۔ تا نیک خصلت اپنے نفس میں اور رئیسوں اور عیال اور قریبوں اور صدیقوں میں محفوظ رہے۔ شریر آدمی اِس خصلت سے نفرت کرتا ہے اور رغبت سستی اور بیہودہ باتوں کی اُس پر غالب ہے اور نیک اور بد کے تمیز کرنے سے غافل ہے۔ جو چیز نیک نہ ہو اُس کو نیک جانتا ہے اور وہ خیالات بد جو اُس کے ذہن میں متمکن ہیں وہ باعث احتراز اُس کے کا ہیں خبرداری نفس اپنے سے۔ کیونکہ بدی وہ چیز ہے کہ جس سے بالطبع احتراز کیا جاتا ہے۔ جب اُس کو اپنے نفس سے احتراز ہو۔ تو جو چیز ہمجنس نفس کے ہے اُس سے بھی احتراز نہ ہوگا۔ پس ہمیشہ اُس چیز کا طالب ہوگا جو اُس کو اپنے حال کی خبرداری سے ہٹا رکھے اور جو چیزیں مثل بازی اور سامان لذاید عرضی کے جو اُس کو بیخود کردیں اُن کی طرف حرص کرتا ہے۔ کیونکہ خالی اور فارغ ہونے اُس کے سے یہ بات لازم آتی ہے۔ کہ اپنے آپ سے باخبر ہو۔ اِلّا جب اس طرف متوجہ ہو تو صورت ایذا کی دیکھتا ہے اور اُن دوستوں سے محبت رکھتا ہے۔ جو اُس کو اپنی ہستی سے بیخبر رکھیں اور اُن چیزوں میں لذت تصور کرتا ہے۔ جو بیخود کردیں۔ اُن چیزوں کے مصروف رہنے میں اپنی عمر کو فنا کرنا سعادت سمجھتا ہے کیونکہ وہ اضطراب اور بیقراری جو اُس کے نفس میں کشش قوائے متضادہ ناریاضت یافتہ سے مثل ردی خواہشوں اور طلب جاہ کے بلا استحقاق کے پیدا ہوتی ہے اور وہ مرضیں جو ان کششوں سے لازم آتی ہیں مثل غم اور غصہ اور خوف وغیرہ کے۔ یہ سب اُس کو بیخبر رکھتی ہیں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ جمع ہونا ضدوں کا ایک وقت میں نہیں ہوسکتا اور ایک سے دوسری طرف

انتقال کرنا جو اضطراب عبارت اِس سے ہے موجب تکلیف کا ہے اور ہمنشینی
اور صحبت ایسے دوستوں کی اور کثرت مصروفیت لہو و بازی کی اُس کو اپنے
حال کی خبرداری سے ہٹا دیتی ہے۔اِس قدر فرصت نہیں ملتی۔کہ کسی وقت
ان کششوں کی تکلیف سے خلاصی ہو۔اِس لیئے اُس زوال اور وبال سے جو
عاقبت اور انجام کو لاحق ہوتا ہے غافل رہتا ہے۔پس اُسی حال پر خوش ہوکر
اُس کو سعادت جانتا ہے۔ایسا آدمی حقیقت میں اپنی ذات کا دوست نہیں
ہوتا ورنہ اپنے نفس کی مفارقت نہ چاہتا۔بلکہ اَور کسی کا دوست بھی نہیں ہوتا
کیونکہ غیر کی محبت بعد محبت اپنی ذات کے ہے۔جب وہ کسی کا دوست نہ ہوا
توکوئی اُس کا بھی دوست نہ ہوا۔کوئی شخص اُس کی خیرخواہی نہیں کرے گا
اِس حد تک۔کہ نفس اُس کا بھی نیک خواہ نہوگا۔انجام اس حالت کا نہایت
حسرت اور افسوس ہے۔اِلاّ مرد نیک اور فاضل جو اپنی ذات سے کامیاب اور
مسرور ہوتا ہے وہ اپنی ذات کو ضرور دوست رکھتا ہے اور غیر آدمی بھی اُسکو
دوست رکھتے ہیں۔کیونکہ شریف اور عمدہ چیز محبوب ہوتی ہے۔جب وہ شخص
اپنی ذات کو دوست رکھے اور صداقت اور مواصلت اُس کی اختیار کرے پس
وہ اپنی ذات کا صدیق ہوا اور غیر لوگ بھی اُس کے صدیق ہوں گے ::
خصلت مستلزم احسان اور مروت کرنے کی ہے غیر لوگوں کے ساتھ ہم ازروے
قصد کے اور ہم بغیر قصد کے موجب اس کا یہ ہے۔کہ افعال اُس کے بذاتہ
لذیذ اور محبوب ہوتے ہیں اور جو چیز لذیذ اور محبوب ہوتی ہے اُس کو ہر ایک
شخص کرتا ہے۔پس اس سبب سے مرید اور تابع اُس کے بہت لوگ ہوجاتے
ہیں اور اَور احسان اُس کا تمام لوگوں پر شامل ہوتا ہے اور یہ احسان زوال
اور فنا سے محفوظ ہوکر ہمیشہ زیادہ ہوتا رہتا ہے۔برخلاف اُس احسان کے
جو عارضی ہو اور باعث اُس کا کوئی حالت غیر معتاد ہو۔جو اُس حالت کے زوال
سے انقطاع احسان کا ہو جائے اور منقطع ہونا احسان کا ملامت اور شکایت پیدا
کرتا ہے۔اِس سبب سے عارضی احسان کرنے والے کو چاہیئے۔کہ اُس پر ہمیشگی
اور مداومت کرے۔کیونکہ اکثر صناعتیں ایسی ہیں کہ پہلے دشوار معلوم نہیں ہوتیں
اور ہمیشگی کرنی اُنپر دشوار ہوتی ہے + اور وہ محبت جو اس قسم کے احسان
پر عارض ہو اُس کو لوامہ کہتے ہیں۔اِلاّ وہ محبت کہ درمیان محسن اور محسن الیہ
کے ہو وہ متفاوت ہوتی ہے۔یعنے محبت محسن کی محسن الیہ کے ساتھ بہ نسبت

محبت محسن الیہ کے محسن کے ساتھ زیادہ تر ہوتی ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ
حکیم اول کا مقولہ ہے کہ قرض دینے والے اور احسان کرنے والے کی توجہ ہوتی
ہے اوپر حال قرض لینے والے اور احسان قبول کرنے والے کے اور اُس کی سلامتی
چاہتا ہے اور شاید قرض دینے والا قرض لینے والے کی سلامتی محبت کے تقاضے
سے نہ چاہتا ہو بلکہ اپنے قرض واپس لینے کے واسطے چاہتا ہو۔ یعنے سلامتی
اور بقا اور دولتمندی اور خیر خواہی اُس کی اس نظر سے چاہتا ہو کہ اپنے حق
پر فائز ہو جائے۔ الّا قرض لینے والے کو قرض دینے والے کے حال پر یہ توجہ
نہیں ہوتی اور اس قسم کی دُعا اُس کے حق میں نہیں کرتا۔ الّا احسان
کرنے والا احسان قبول کرنے والے کو دوست رکھتا ہے۔ اگرچہ اُس سے کسی
طرح کی منفعت کی اُمید نہ ہو۔ سبب اِس کا یہ ہے کہ جو شخص کوئی کام نیک
کرتا ہے اپنی کی ہوئی چیز کو دوست رکھتا ہے۔ اگر وہ چیز قائم رہے تو محبت
اُس کی نہایت کے درجہ پر پہنچ جاتی ہے۔ الّا احسان قبول کرنے والے کی محبت
احسان کی طرف ہوتی ہے۔ نہ محسن کے ساتھ۔ پس محسن محبوب اُس کا
بالعرض ہوا۔ اور وہ محبت کہ احسان کے ذریعہ سے حاصل کریں اور ایک
مدت دراز اُس کی درستگی میں صرف ہو۔ وہ بھی مثل اُس مال کے متصور
ہوتی ہے کہ نہایت سختی اور مشقت سے اُس کو حاصل کیا ہو۔ یعنے جیسا کہ
کوئی شخص نہایت سختی اور مصیبت سفر دور دراز سے مال حاصل کرے تو
اُس کے خرچ کرنے میں صرفہ اور بخل کرتا ہے۔ برخلاف اُس شخص کے جو بآسانی
اُس کو مال حاصل ہو جائے۔ مثل وارثوں کے۔ ویسا ہے جو شخص رنج اور
سختی سے محبت پیدا کرتا ہے اُس کو اُس محبت کا قدر ہوتا ہے اور زوال
اُس کے سے خائف ہوتا ہے۔ بہ نسبت اُس شخص کے کہ جس کو اس کے
حاصل کرنے میں زیادہ تر کوشش کرنے کی حاجت نہ پڑی ہو۔ اسی سبب
سے ماں بیٹے کو باپ کی نسبت سے زیادہ تر دوست رکھتی ہے اور اُس کی
جانب شیفتگی اور محبت بہت ہوتی ہے کیونکہ تربیت اور پرورش اُس کی
زیادہ تر رنج اور مشقت سے کی ہوئی ہوتی ہے اور شاعر اپنے شعر کو زیادہ تر
دوست رکھتا ہے۔ غیروں کے شعروں سے اپنے شعر کا لطف اُس کو زیادہ
معلوم ہوتا ہے۔ ویسا ہی جس کاریگر نے اپنی صنعت کو زیادہ تر رنج اور
مشقت سے بنایا ہو۔ اور یہ امر واضح ہے کہ سختی منفعل کی مثل سختی فاعل

کے نہیں ہوتی اور لیتا منفعل ہے اور بخشنے والا فاعل ہے پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ محسن کی محبت محسن الیہ کی محبت سے زیادہ تر ہوتی ہے کبھی محسن بطریق حریّت[1] کے احسان کرتا ہے اور کبھی بمد نظر نیکنامی کے اور کبھی ریا سے کرتا ہے سب قسموں سے افضل یہ ہے۔کہ بطریق حریّت کے کرے کیونکہ نیکنامی اور تعریف ہمیشہ کی اور محبت عام لوگوں کی خود طبعاً حاصل ہو جاتی ہے۔اگرچہ وہ بالذّات مقصود نہو اور ہم بیان کرچکے ہیں کہ جو شخص اپنے نفس کو دوست رکھتا ہے وہ چاہتا ہے۔کہ اُس شخص کے حال پر جو اس کے نفس کو دوست رکھتا ہے احسان کرے پس ہر ایک شخص اپنے نفس پر احسان کرنا چاہتا ہے جب موجبات دوستی کے نیکی ہے یا لذت یا نفع جو شخص اِن قسموں میں فرق نہ کرسکے اور اس بات پر واقف نہ ہو کہ ان میں سے کون سی بہتر اور افضل ہے؟ وہ نہیں جانتا۔کہ اپنے نفس پر کیونکر احسان کرنا چاہیے۔اِسی سبب سے بعضے آدمی لذت کو اختیار کرتے ہیں اور بعضے منفعت کو اور بعضے بزرگی اور منصب کو۔کیونکہ وہ لوگ نیکی کی خصلت سے آگاہ نہیں ہوتے خطا کرتے ہیں۔جو شخص نیکی کی لذت سے خبردار ہوتا ہے وہ لذّات خارجی ناپائدار پر راضی نہیں ہوتا۔بلکہ جو لذّت سب لذتوں سے بلند اور عظیم ہے اُس کو اختیار کرتا ہے اور وہ لذت نفس ناطقہ کی ہے اہل اِس خصلت کا پیروِ افعال الٰہی کا ہوتا ہے اور لذّات حقیقی سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔دوستوں اور غیر دوستوں کو مروت کرنے سے نفع پہنچاتا ہے اور غلبہ جوانمردی کے باعث اس بات پر قادر ہوتا ہے۔کہ اپنے ہمقوموں پر غالب ہو۔جب گفتگو ہماری محبت کے باب میں ہے اور محبت حکمت اور خیر کی بھی اس باب میں داخل ہے اُس کا بیان کرنا بھی لازم ہے ہم بیان کرتے ہیں کہ حکمت کی محبت اور مشغول ہونا امور عقلی کی طرف اور استعمال کرنا فکر اور رائے کا یہ سب باتیں جزو الٰہی۔یعنے نفس ناطقہ جو انسان کی ذات میں موجود ہے اُس سے تعلق رکھتی ہیں اور جو آفتیں دیگر اقسام محبت پر عارض ہوتی ہیں۔اُن سے محفوظ۔نہ چغلی کی اُس میں گنجایش اور نہ کوئی شریر آدمی اس میں دخل دے سکتا ہے کیونکہ سبب اس کا خیر محض ہے

---

[1] حریّت کے یہ معنی ہیں۔کہ احسان کرنے کو ایک عمدہ فضیلت تصور کرکے عمل میں لائے۔ اس میں کوئی امر مثل ریا اور نیکنامی وغیرہ کے مد نظر نہ ہو

اور خیر محض مادہ سے اور مادہ کی شرارت سے پاک ہے۔ جب تک بنی نوع انسان فضائل اور اخلاق انسانی کو استعمال میں لاتا ہے۔ اس خیر کی ماہیت اور حقیقت اُس پر واضح نہیں ہوتی۔ اور سعادت الٰہی سے محروم رہتا ہے۔ اِلّا اس قدر فائدہ ہے کہ اس فضیلت یعنے خیر محض کے حاصل کرنے کے واسطے اُن فضائل کی احتیاج ہوتی ہے۔ جب بعد حصول اُن فضائل کے فضیلت الٰہی یعنے خیر محض کی طرف مشغول ہوتا ہے۔ تو اُس وقت نفس الامر میں اپنی ذات کی طرف مصروفیت متصور ہوتی ہے۔ مجاہدہ اور رنج طبیعت سے اور مجاہدہ نفس اور قوائے نفسانی سے فارغ ہوکر پاک لوگوں کی ارواح اور مقرب فرشتوں سے اختلاط حاصل کرتا ہے۔ تا جس وقت وجود فانی سے وجود باقی کی طرف انتقال کرتا ہے نعمتیں ابدی اور سرور دائمی پر فائز ہو جاتا ہے + حکیم ارسطاطالیس کا بیان ہے۔ کہ سعادت تام خالص اُن کو حاصل ہوتی ہیں۔ جو مقرب بارگاہ الٰہی کے ہوں اور یہ لایق نہیں کہ فضائل انسانی کو ہم فرشتوں کی طرف نسبت کریں کیونکہ فرشتے ایک دوسرے کے ساتھ کسی طرح کا معاملہ نہیں کرتے اور ایک دوسرے کے پاس امانت نہیں رکھتے اور تجارت کی اُن کو حاجت نہیں تا عدالت کے محتاج ہوں اور کسی چیز سے اُن کو خوف نہیں۔ تا شجاعت اُن کے نزدیک پسندیدہ ہو اور خرچ کرنے کی اُن کو حاجت نہیں تا سخاوت کرنے کی ضرورت پڑے اور خواہشات طبعی میں وہ مبتلا نہیں تا عفت کے محتاج ہوں اور عناصر اربعہ سے وہ مرکب نہیں تا غذا کی اُن کو حاجت پڑے پس یہ نیک پیدائش منجملہ تمام مخلوقات الٰہی کے فضائل انسانی سے مستغنی ہیں اور ذات باریتعالے کی ایسی باتوں میں فرشتوں سے بھی زیادہ تر پاک اور بلند ہے۔ بلکہ وصف کرنی ذات باریتعالیٰ کی کسی ایسی چیز بسیط کے ساتھ کہ امور عقلی اور اقسام خیرات اُس سے متشابہ ہوں تشبیہ بعید ہے + لائق اور حق الامر کہ جس میں کسی طرح کی کچھ نیکی نہیں یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کو کوئی دوست نہیں رکھتا۔ اِلّا وہ سعید اور نیک آدمی۔ کہ سعادت اور خیر حقیقی پہ واقف ہو اور حتے الامکان اُس ذات پاک کا قرب حاصل کرے اور رضا اُس کی چاہے اور افعال اُس کے کی پیروی کرے تا مورد رحمت اور رضا اور قرب کا ہو اور استحقاق تام محبت کا حاصل کرے۔ بعد اس کے حکیم موصوف نے ایک ایسا لفظ بیان کیا ہے کہ ہمارے طریق میں بیان کرنا اُس کا جائز نہیں اور وہ یہ ہے۔ کہ

کہ جس کو اللہ تعالےٰ دوست رکھتا ہے اُس کے امور کی ذمہ داری کرتا ہے
جیسا کہ دوست ذمّہ داری دوستوں کے کاموں کی کرتے ہیں اور اُن کے
ساتھ احسان کرتے ہیں۔ اسی واسطے حکیم کے واسطے عجیب عجیب لذّات اور فرحتیں
حاصل ہوتی ہیں جو شخص اصل حقیقت حکمت پر فائز ہوتا ہے وہ جانتا
ہے کہ وہ لذّت تمام لذّتوں سے اعلےٰ اور افضل ہے۔ پس اِن لذّتوں کی طرف
التفات نہیں کرتا اور کسی حالت پر جو ماسوائے حکمت کے ہو توجہ نہیں
ہوتی۔ جب ایسا ہوا تو پس وہ حکیم کہ جس کی حکمت تمام حکمتوں سے اعلےٰ
اور افضل ہے وہ ذات اللہ تعالےٰ کی ہے اور حقیقت میں اُس کو دوست
نہیں رکھتا۔ اِلاّ جو شخص اُس کے بندوں سے حکیم سعید ہو۔ کیونکہ ہر ایک
چیز اپنی شبیہ کو دوست رکھتی ہے اسی سبب سے یہ سعادت کل سعادتوں
سے بلند تر ہے۔ یہ سعادت انسانی نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ قسم سعادت کا حیات
طبعی اور قوائے نفسانی سے پاک اور بلند ہے اور اس سے نہایت بعید اور
دور ہے۔ وہ ایک بخشش الٰہی ہے۔ اُس شخص کو عطا ہوتی ہے جو برگزیدہ بارگاہ
الٰہی کا ہو۔ بعد اُس کے اُس کو عطا ہوتی ہے جو معرفت الٰہی کی طلب میں
کوشش کرے اور تمام عمر اپنی اُس کے شوق میں اور برداشت کرنے رنج
اور مشقّت میں صرف کرے۔ کیونکہ جو شخص ہمیشہ محنت کشی نہ کریگا بازی
کیطرف مائل اور مُشتاق ہوگا۔ کیونکہ بازی راحت سے مشابہ ہے اور راحت
نہ کمال سعادت کا ہے اور نہ سبب حصول سعادت کا ہے اور راحت بدنی
کی طرف وہ شخص مائل ہوتا ہے کہ صورت انسانی اور سیرت چار پایوں کی
رکھتا ہو۔ مثل غلاموں اور لڑکوں کے یہ لوگ سعادت سے موصوف نہیں
ہو سکتے اور مرد عاقل اور فاضل اپنی ہمّت عمدہ اور افضل امور میں مصروف
رکھتا ہے اور یہ بھی حکیم اوّل کا مقولہ ہے کہ لائق نہیں کہ انسان کی ہمت
امور متعلقہ انسانی میں صرف ہو اگرچہ وہ انسان ہے اور نہ حیوانات مردہ کی
ہمّت پر راضی ہو جائے اگرچہ انجام اُس کا مرگ ہے بلکہ مناسب ہے کہ ہمہ
تن متوجّہ اس بات کی طرف ہو کہ حیات ابدی حاصل کرے۔ کیونکہ اگرچہ آدمی
جسم کے رو سے خورد ہے اِلاّ حکمت اور عقل کے سبب بزرگ اور شریف ہے اور
جملہ مخلوقات سے عقل کی بزرگی زیادہ تر ہے۔ کیونکہ وہ ایک جوہر شریف
حکم الٰہی سے تمام چیزوں پر غالب ہے اگرچہ بنی نوع انسان جبتک اس

دنیا میں ہے رفاہ اور آرام ظاہری کی طرف محتاج ہے مگر جملہ ہمت اپنی اسی
طرف مصروف نہیں کرنی چاہیئے اور جمعیت اور فراہمی دولت دنیاوی میں
کوشش بلیغ عمل میں نہ لائے۔کیونکہ دولت دنیاوی انسان کو کمال پر نہیں
پہنچاتی بہت لوگ حالت درویشی میں افعال کریمانہ عمل میں لاتے ہیں اسی
باعث سے یہ قول حکماء نے کہا ہے کہ وہ لوگ سعید ہوتے ہیں کہ جن کو سامان
ظاہری سے اوسط درجہ کا نصیبہ حاصل ہو اور اُن کی ذات سے جو افعال صادر
ہوں حسب تقضاے فضیلت کے ہوں اگرچہ سرمایہ ان کا کم ہو۔یہ جملہ کلام
حکیم اول کی ہے۔بعد اس کے اُس نے بیان کیا ہے کہ صرف فضیلتوں کا
جاننا کافی نہیں ہوتا بلکہ عمل اور استعمال کرنا اُن کا کافی ہے۔بعضے آدمی
فضائل اور نیک امور کی طرف راغب ہوتے ہیں اور نصیحتوں کو قبول کرتے
ہیں ایسے آدمی بہت کم ہیں کہ صرف نیکی اور شرافت طبعیت کے سبب بدی
اور شرارت سے پرہیز کریں اور بعضے بدی اور شرارت سے بسبب خوف عذاب
اور ملامت کے پرہیز کرتے ہیں اور اُن کو دوزخ میں عذاب عاقبت کا خوف
ہوتا ہے اسی سبب سے بعضے آدمی بالطبع نیک ہوتے ہیں اور بعضے شریعت
کے خوف سے نیک ہوتے ہیں۔شریعت کی تعلیم اس قسم کے آدمیوں کے
واسطے مثل پانی کے ہے اُس شخص کے لئے کہ جس کے حلق میں لقمہ بند ہو
جائے اگر شریعت سے ادب قبول نہ کریں تو وہ مثل اُس شخص کے ہیں کہ جس
کے حلق میں پانی بند ہوکر ہلاک ہو جائے اس کی اصلاح کے لیئے کوئی حیلہ کارگر
نہیں ہوتا پس نیک بالطبع اور فاضل آدمی اللہ تعالےٰ کا محبّ ہوتا ہے
ہماری تدبیر اور اختیار سے کام اُس کے درست نہیں ہوتے۔بلکہ اللہ تعالےٰ
اُس کے کاموں کی تدبیر اور درستی فرماتا ہے۔ان مقدمات سے معلوم ہوا کہ
نیک اور سعید آدمی تین قسم پر ہوتے ہیں اول وہ شخص کہ ابتداے پیدایش
میں اثر نجابت اور شرافت اُس میں ظاہر ہو گیا اور کرم اُس کی طبع میں
موجود ہو جائے اور عمدہ تربیت سے خصوصیت رکھتا ہو اور نیک آدمیوں
کی صحبت اور ہمنشینی کی طرف راغب اور بد کرداروں کی صحبت سے محترز
ہو۔دوسرا وہ شخص کہ ابتدائے پیدایش میں یہ وصف نہ رکھتا ہو بلکہ اس
وصف کو سعی اور کوشش سے پیدا کیا ہو۔جب آدمیوں میں اختلاف دیکھے
تو راستی پر ہمیشگی کرے تا حکیموں کے مرتبہ پر فائز ہو جائے یعنے علم اُسکا

صحیح اور عمل اُس کا نیک ہو جائے اور یہ مرتبہ علم فلسفہ کے حاصل کرنے اور تعصب کے چھوڑنے سے حاصل ہوتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جس کو اکراہ اور جبر کے ساتھ بذریعہ سیاست شرعی یا تعلیم علم حکمت کے اس طرف متوجہ کریں۔ اور یہ بات واضح ہے کہ اس مقام پر ان تینوں قسموں سے قسم دوسرا مطلوب ہے۔ کیونکہ اصلی پیدایش میں نیک اور سعید ہونا یا اکراہ اور جبر کے ساتھ اُس کی نیکی پر لانا یہ کوشش اور جد طالب پر منحصر نہیں بلکہ یہ امور خارجی ہیں اور سعادت تام حقیقی کوشش کرنے والے کو حاصل ہوتی ہے اور محبّ الٰہی ہوتا ہے اور شقی و بدبخت ہلاک ہونے والا ضد اس کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ❖

تیسری فصل آدمیوں کے اجتماعات کے اقسام بیان کرنے میں اور تشریح احوال مدن کی

اِس سبب سے کہ ہر مُرکّب کے واسطے ایک طرح خاصیت اور حکم اور شکل ایسی ہوتی ہے کہ جس کے سبب سے وہ دوسری چیزوں سے ممتاز اور مختص ہوتا ہے اور اجزائے اُس مرکب کو اُس خاصیت میں مشارکت نہیں ہوتی آدمیوں کے اجتماع کے واسطے بھی ازروے یکجا جمع ہونے کے ایک طرح کی صورت اور خاصیت ہے برخلاف اُس خاصیت کے کہ اُن میں سے ہر شخص میں موجود ہو جب افعال ارادی انسانوں کے دو قسم پر منقسم ہیں ایک نیک دوسرا بد پس اجتماعات آدمیوں کے بھی ان دونو قسموں پر منقسم ہوئے۔ پہلا قسم نیکی کے سبب سے ہے اور دوسرا بدی سے۔ پہلے قسم کو مدینہ فاضلہ کہتے ہیں اور دوسرے قسم کو مدینہ غیر فاضلہ اور مدینہ فاضلہ ایک قسم سے زیادہ نہیں ہوتا کیونکہ راستی میں کثرت نہیں اور نیکی کا طریق ایک سے زیادہ نہیں ہوتا الا مدینہ غیر فاضلہ کی تین قسم ہیں اول وہ کہ اجزائے مدینہ یعنے اشخاص انسانی استعمال قوت عقلی سے خالی ہوں اور سبب جمع ہونے اور تمدن اُن کے کا بروے تابعداری کسی قوت کے ہو سوائے قوت عقلی کے۔ اُس کو مدینہ جاہلہ کہتے ہیں۔ دوسرا قسم وہ ہے کہ اشخاص انسانی استعمال قوت عقلی سے خالی نہوں مگر قواے دیگر قوت عقلی پر غالب ہوں اس کو مدینہ فاسقہ کہتے

ہیں۔ تیسرا قسم وہ ہے کہ بباعث نقصان عقلی کے اپنے تصور اور خیال میں
ایک طرح کا قانون وضع کرلیں اور اُس کا نام فضیلت مقرر کرکے اُس پر
بناء مدینہ کی قائم کریں اس کو مدینہ ضالہ کہتے ہیں اور ہر ایک کی ان تینوں
قسم مدینوں سے بیشمار اور لا انتہا شاخیں ہیں کیونکہ جھوٹ اور برائی کی
کوئی حد اور نہایت نہیں۔ اور مدینہ فاضلہ میں بھی مدینہ غیر فاضلہ اُن موجبات
سے جو بعد اس کے ہم بیان کرینگے پیدا ہو جاتا ہے۔ اُس کو توآئت کہتے ہیں
غرض ان مدینوں سے پہچاننا مدینہ فاضلہ کا ہے تا دوسرے قسموں کو اس
مرتبہ پہنچایا جائے۔ الاّ مدینہ فاضلہ اُن لوگوں کے جمع ہونے کو کہتے ہیں کہ
جن کی ہمتیں حاصل کرنے نیکیوں اور دور کرنے بدیوں پر مصروف ہوں اور
البتہ اُن لوگوں کے درمیان دو باتوں میں اشتراک ہوتا ہے ایک رایوں میں
اور دوسرا فعلوں میں الاّ اتفاق ان کا رایوں میں اسی طرح پر ہوتا ہے
کہ ان کا اعتقاد خلقت کے مبداء اور معاد میں اور جو حالات کہ مبداء اور
معاد کے درمیان ہیں مطابق راستی کے ہوتا ہے۔ اور ایک دوسرے کی
رائے کے موافق ہوتا ہے۔ الاّ فعلوں میں اتفاق اس طرح پر ہوتا ہے کہ کمال
حاصل کرنے کے واسطے سب ایک طریق پر ہوتے ہیں اور جو افعال ان سے صادر
ہوتے ہیں وہ بالکل حکمت سے آراستہ اور تہذیب اور راستی سے پیراستہ اور
قوانین عدالت اور شرائط سیاست پر متضمن ہوتے ہیں تا آدمیوں کے
اختلاف اور متغیر ہونے حالات سے علّت غائی اُس جماعت کے فعلوں کی
ایک ہی ہو اور فکر اور خیال ہر ایک کا ایک دوسرے کے موافق ہو۔ جاننا
چاہیئے کہ قوت تمیز اور ادراک تمام آدمیوں میں یکساں پیدا نہیں کی گئی
اس میں اس قدر اختلاف ہے کہ ایک وہ اعلے درجہ ہے کہ جس کے مافوق
کوئی درجہ متصور نہیں اور ایک ایسا پائین مرتبہ ہے کہ اُسے فروتر درجہ چارپایوں
کا ہے اور یہ اختلاف ایک گونہ سبب انتظام کا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے
جب قوت تمیز کی یکساں نہ ہوئی تو ادراک سب جماعت کا مبداء اور منتہی
کو کہ بہ نسبت دیگر مدرکات کے نہایت بُعد اور دوری پر واقع ہیں ایک طریق
پر نہیں ہو سکتا بلکہ وہ لوگ کہ جو عقل کامل اور طبع سلیم اور عادت نیک سے
موصوف ہیں اور تائید الٰہی اور فضل ربّانی نے اُن کو ہدایت بخشی ہوئی ہے
اور ایسے لوگ شمار میں بہت کم ہیں یہ لوگ معرفت مبداء اور معاد میں

اوراس بات کی حقیقت کے دریافت کرنے ہیں کہ ظہور مخلوقات کا مبداء اول کی طرف سے ہے اور انتہا سب کا بھی اُسی کی طرف ہے موافق حق اور راستی کے جیسا کہ ان لوگوں کی طاقت اور قوت ہی پہنچے ہوئی ہوتی ہیں جبکہ نفس انسانی کے تابع کئے قوتیں ایسی ہیں کہ جن کے ذریعہ سے امور جسمانی اور روحانی کو انسان ادراک کرتا ہے مثل وہم اور فکر اور خیال اور حس کے اور ان میں ازروے صفائی اور کدورت کے فرق ہوتا ہے جیسا کہ علم حکمت میں مذکور ہے اور کوئی قوت ان قوتوں سے کسی وقت میں کیا خواب اور کیا بیداری میں بیکار اور فارغ نہیں ہوتی اور دریافت کرنا مبداء اور معاد کا خاص جوہر نفس شریف سے تعلق رکھتا ہے کسی قوت کو قوتوں سے اس باب میں نفس کے ساتھ دخل اور شراکت نہیں پس اُس وقت میں کہ ذات پاک اُس جماعت مذکورہ بالا کی مشاہدہ مبداء اور معاد اور امور متعلقہ اُس کے میں مشغول ہوتی ہے تو ضرور یہ قوتیں جو تابع نفس کے ہیں تصور کرنے ایسی صورتوں اور مثالوں میں جو مناسب اُس حال کے ہوں مصروف ہوتی ہیں چونکہ وہ ذات مقدس کہ جس کا پہچاننا صرف نفس انسانی پر منحصر ہے اس امر سے بہت منزہ اور بلند ہے کہ جسمانی قوتوں میں منقوش اور متصور ہو کیونکہ قوائے جسمانی سوائے مثل اور خیالات اور صورتوں کے اور ادراک نہیں کرسکتیں۔پس وہ مثالیں بھی جسمانیات کے قسم سے ہوتی ہیں اِلاّ اُن میں سے نہایت شریف اور لطیف تر اور ہر ایک قوت میں موافق رتبہ اور درجہ اُس کے کے ازروے قرب اور بُعد نفس کے شرافت اور لطافت صورتوں کی منحصر ہے اِلاّ قوت عقلی نے یقین کامل کے ساتھ اس بات کا حکم کیا ہے کہ وہ ذات مقدس ان صورتوں سے پاک اور منزہ ہے یہ جماعت بڑی افضل اور اجل حکیموں کا ہوتی ہے - اور وہ لوگ جو جماعت مذکورہ سے رتبہ میں کم ہیں معرفت عقلی سے بالکل عاجز رہتے ہیں نہائت کا درجہ ادراک ان کی کا قوت وہم کے ذریعہ سے اُسی طرح کا تصور کرنا ہے جیسا کہ حکماء کے وہموں میں وہ موجود ہوتا ہے۔لیکن اس بات کو واجب جانتے ہیں کہ وہ ذات مقدس اس قسم کے تصوّرات سے منزہ ہے پس جب اس جماعت کو اصل حقیقت معرفت کی طرف کچھ دخل نہیں ہے تو اُن کو اس بات کی اجازت حاصل ہے کہ احکام اس صورت کے

اوپر مبداء اور معاد کے جاری کریں الاّ اس طور پر کہ مبداء اور معاد یعنے
اُس ذات مقدس کو احکام اُس صورت سے جو ان کے خیال میں متمثل
ہے اور مرتبہ میں صورت وہمی کے مرتبہ سے اور جسمانیات سے قریب زیادہ
ہے منزہ اور پاک سمجھیں اور اس بات کو لازم جانیں کہ اُس ذات پاک کو
صورت وہمی سے کچھ تشبیہ نہیں ہے باوجود اس کے اس بات کے مقر ہوتے
ہیں کہ معرفت پہلے قسم کی جماعت کے لوگوں کی ہماری معرفت سے زیادہ
تر کامل ہے اس جماعت کو اہل ایمان کہتے ہیں۔ جو لوگ رتبہ میں ان سے
بھی کم ہیں اور تصورات وہمی پر اُن کو قدرت نہیں وہ صرف خیالی
صورتوں پر قناعت کرکے مبداء اور معاد کو جسمانی مثالوں اور صورتوں کی طرح
خیال کرتے ہیں الاّ اس بات کو واجب جانتے ہیں کہ جو اوضاع اور اطوار
جسمانی چیزوں کے ہوتے ہیں اُن سے وہ ذات پاک بالکل بری ہے۔ اور
دونو پہلے قسم کی جماعت کے لوگوں کی معرفت کے مقر ہوتے ہیں اس
جماعت کو اہل تسلیم کہتے ہیں۔ اور جو لوگ کوتہ نظر ان سے بھی رتبہ میں
کم ہیں جو مثالیں کہ اُس ذات پاک سے بہت بعید اور دور ہیں اُن پر
کفایت کرتے ہیں اور جسمانی مثالوں پر کاربند ہوتے ہیں یہ ضعیف لوگ
ہوتے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ اگر اسی طرح مرتبوں کا خیال کرتے جائیں تو
نوبت صورت پرستوں تک پہنچ جائے۔ الغرض یہ سب اختلافات بسبب
مختلف ہونے استعدادوں کے ہوتے ہیں مثال اس کی اس طرح پر ہے کہ
ایک شخص ایک چیز کی اصلی حقیقت اور ماہیت پر واقف ہے اور دوسرا صرف
صورت پر اور تیسرا اُس صورت کے عکس پر کہ جو آئینہ یا پانی میں نظر
آئے اور چوتھا اُس کی تصویر پر جو کسی نقاش نے اُسی طرح کھینچی ہو
علےٰ ہذا القیاس۔ جب نہایت کا درجہ رسائی اور قدرت کسی شخص کا کسی
ایک مرتبہ تک ان مراتب سے پہنچکر ٹھہر جائے اور آگے ترقی نہ کرسکے تو
اُس شخص کو مقصر نہ جاننا چاہیے بلکہ توجہ اُس کی کمال کی طرف ہے اور
ہمت اُس کی معرفت الٰہی میں مصروف ہے اور اہل شرع یعنے پیغمبر کہ کل
جماعتوں کی تکمیل کے واسطے مددگار ہیں موافق اس قول کے کہ کلموا
الناس علےٰ قدر عقولہم یعنے کلام کرو تم لوگوں کے ساتھ موافق عقل اُن
کی کے۔ ہر شخص کی تکمیل موافق اُن کی استعداد کے کرسکتے ہیں طاقت

اُس کی اُس اندازے سے جو اصل پیدایش میں دی گئی ہے یا عادت سے حاصل کی ہے زیادہ نہیں ہوتی۔ پس کلام اللہ کی کبھی محکم[1] ہوتی ہے اور کبھی متشابہ۔ اور توحید کے باب میں کبھی صرف بے مثل ہونا بیان کرتے ہیں اور کبھی محض مشابہت۔ اور ویسا ہی حالات معاد کے بیان کرتے ہیں تا ہر ایک فرقہ اپنے حق پر پہنچ جائے اور اپنا حظ اُٹھائے اور ویسا ہی حکیم کبھی قیاسات برہانی استعمال میں لاتا ہے اور کبھی قناعیات[2] پر قناعت کرتا ہے اور کبھی شعر اور خیالبندی پر عمل کرتا ہے تا ہر ایک کو موافق اُس کی استعداد اور لیاقت کے فائدہ پہنچ جائے اگرچہ ہر قوم ازروے اعتقاد کے متوجہ کمال کی طرف ہوتی ہے۔ اِلّا ظاہر وضع اور طریق میں اختلاف ہوتا ہے پس جب تک کہ فاضل اوّل کی جو مدبّر مدینہ فضلا کا ہے پیروی کریں ان کے درمیان تعصب اور عناد نہیں ہوتا اگرچہ ازروے ملت اور مذہب کے مختلف نظر آتے ہیں بلکہ اختلاف ملت اور مذہب کا ان میں جو بسبب مختلف ہونے رسوم خیالات اور مثالیں اور عادات کے پیدا ہوا ہے اور علت غائی تمام کی ایک ہی ہے بمنزلہ اختلاف اقسام طعام اور لباس کے ہے کہ جنس اور رنگ طعام اور لباس کا مختلف ہوتا ہے اور علت غائی تمام کی وہ ایک ہی قسم کی منفعت ہے۔ رئیس مدینہ کا جو پیشوا ان کا ہے اور بڑا بادشاہ اور رئیسوں کا رئیس ہونا اُس کے حق میں ثابت ہے ہر ایک فرقہ کو اپنے اپنے محل اور درجہ پر رکھتا ہے اور افسری اور خدمتگذاری کے مراتب ان کے درمیان مقرر کرتا ہے چنانچہ ہر ایک قوم ایک قوم کی نسبت درجہ ماتحت میں ہوتی ہے اور ایک کی نسبت مرتبہ اعلےٰ میں تا ایک ایسی قوم تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ اُس کے واسطے کوئی پایہ ریاست کا نہیں ہوتا محض خدمتگار ہوتے ہیں اس مدینہ کے لوگ اختلاف مرتبوں میں مثل موجودات جہان کے ہوتے ہیں اور ہر ایک بمنزلہ ایک مرتبہ کے مراتب موجودات میں سے ہوتا ہے جو درمیان علت اولےٰ اور معلول اخیر کے واقع ہوا ہو اور یہ پیروی ہے طریق الٰہی کی جو محض حکمت ہے۔ اِلّا اگر پیروی مدبّر مدینہ سے روگردانی کریں تو ان میں قوت غضبی قوت ناطقہ پر غلبہ کرنا چاہتی ہے تا تعصب اور عناد اور مخالفت مذہب کی ان کے درمیان پیدا ہو جاتی ہے جب رئیس کو اپنے میں سے مقصود جانتے ہیں تو

---

[1] محکم اُس قسم کے کلام الٰہی کو کہتے ہیں کہ جس کے معنے واضح ہوں اور اُس میں کسی قسم کا اشتباہ نہو۔ [1] متشابہ اُس قسم کے کلام الٰہی کو کہتے ہیں کہ جسکے معنے واضح نہیں ہوتے جبتک کہ شارع خود بیان نہ کرے۔ [2] قیاسات برہانی وہ دلائل ہیں کہ قضایا یقینی سے بنائی جائیں۔ [2] قناعیات وہ دلائل ہیں جو قضایا ظنی سے بنائی جاتی ہیں۔

ہر ایک ریاست کے دعوے پر قائم ہوجاتا ہے اور ہر صورت اور شکل کو اُن موہوم اور خیالی صورتوں سے جو اُن کے ذہن میں مقرر ہوتی ہیں ایک بُت قرار دیا جاتا ہے اور ایک قوم کو اپنی متابعت میں لے آتے ہیں تا مخالفت اور تنازعہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اور ازروے تحقیقات اور دریافت کے معلوم ہوا ہے کہ سبب پیدا ہونے اکثر مذاہب اہل باطل کا مذاہب اہل حق سے ہوا ہے ورنہ باطل نفس الامر میں کچھ چیز اور شے نہیں ہے اور مدینہ فاضلہ کے لوگ اگرچہ اطراف عالم میں مختلف ہوتے ہیں الّا حقیقت میں متفق ہیں۔کیونکہ ان کے دل باہم راست باز اور ہر ایک دوسرے کی محبّت سے آراستہ ہوتے ہیں الفت اور دوستی میں مثل ایک شخص کے ہوتے ہیں جیساکہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ ہے المسلمون ید واحدۃ علی من سواہم والمومن کنفس واحدۃ یعنے مسلمان متفق اور غالب ہیں دوسروں پر اور مومن لوگ مثل ایک ذات کی ہیں اور بادشاہ ان کے جو جہان کے مدبّر ہیں اوضاع شریعت اور امور مصلحت معاش میں بطور ملائمت اور مناسب وقت کے تصرّف کرتے ہیں الّا اوضاع شریعت میں کچھ تھوڑا سا تصرّف جزوی اور امور مصلحت معاش میں تصرّف کلّی ایسے سبب سے دین اور ملک کا باہم تعلق ہے جیساکہ بادشاہ عجم اور حکیم فرس اردشیر بابک کا مقولہ ہے۔الدین والملک توامان لایتم احد ہما الا بالاخر یعنے دین اور ملک دونو توام ہیں نہیں کمال کو پہنچتا کوئی ان دونو میں سے الّا دوسرے کے سبب سے۔کیونکہ دین اصل بنیاد ہے اور ملک رکن اُس کا جیساکہ بنیاد بغیر رکنوں کے بیفائدہ اور رکن بغیر بنیاد کے خراب ہوتے ہیں ویسا ہی دین بغیر ملک کے کچھ نفع نہیں دیتا اور ملک بغیر دین کے واہیات ہے۔ اگرچہ یہ قوم یعنے سلاطین اور مدبّر مدینہ فاضلہ کے شمار میں بہت ہوں خواہ ایک زمانہ میں خواہ کئی زمانوں میں الّا حقیقت میں مثل ایک شخص کے ہوتے ہیں کیونکہ توجہ ان کی ایک مطلب کے واسطے ہی ہوتی ہے اور وہ نہایت کا مرتبہ سعادت کا ہے اور طلب ان کی ایک ہی مطلوب کی طرف ہوتی ہے جو وہ معاد حقیقی ہے پس جو تصرّف مدبّر حال مدبّر سابق کے احکام میں کریگا ازروے مصلحت کے وہ مخالف اُس کے نہیں ہوتا بلکہ اُس کے قانون کی تکمیل ہے۔بالفرض اگر یہ مدبّر حال مدبّر سابق کے زمانہ میں حاضر ہوتا تو وہی قانون جائز رکھتا اور اگر وہ مدبّر سابق اس وقت میں حاضر ہوتا تو بھی

تصرف عمل میں لاتا کیونکہ طریق عقل کا ایک ہی ہے اس کلام کا مصداق شاید مقولہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام کا ہے جو فرمایا ہے اُنھوں نے ماجیئت لابطل التوریۃ بل جیئت لاکملہا یعنے نہیں آیا میں واسطے اس بات کے کہ باطل کروں میں توریت کو بلکہ آیا ہوں میں واسطے اس بات کے کہ کامل کروں میں اُس کو۔ تصرف اور اختلاف اور عناد اُس جماعت میں واقع ہوتا ہے جو صورت پرست ہو اور اصل حقیقت کو نہ دیکھے۔ مدینہ فاضلہ کے رُکن پانچ قسم کے ہوتے ہیں اوّل وہ جماعت جو مدبّر مدینہ کی ہو۔ یہ لوگ اہل فضائل اور حکمائے کامل ہوتے ہیں کہ قوت عقل اور رائے صائب کے سبب بڑے بڑے امروں میں دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوتے ہیں اور پیشہ ان کا جاننا اصل حقیقت موجودات کا ہے۔ ان کو افاضل کہتے ہیں۔ دوسری وہ جماعت ہے کہ عام اور کم رتبہ والے لوگوں کو کمال اضافی کے مراتب پر پہنچا دیتی ہے اور عام لوگ اہل مدینہ کو اُس امر کی طرف جو فرقہ اوّل کے اعتقاد میں ہے ترغیب اور تحریص کرتے ہیں تا جو شخص استعداد رکھتا ہو اُن کے وعظ اور نصیحت کرنے سے اپنے درجہ سے ترقی کرے۔ علم کلام اور فقہ اور خطابت و بلاغت اور شعر اور کتابت ان کا پیشہ ہے ان لوگوں کو ذوی الالسنہ کہتے ہیں۔ تیسری وہ جماعت ہے کہ عدالت کے ضوابط اور قوانین انصاف مدینہ کے لوگوں میں جاری رکھتی ہے۔ اور لین دین کے معاملات میں انصاف برتتی ہے اور لوگوں کو مساوات اور اعتدال کے طریق کی طرف ترغیب دیتی ہے علم حساب اور ہندسہ اور طب اور نجوم پیشہ ان کا ہے ان کو مقدّران کہتے ہیں۔ چوتھی وہ جماعت ہے کہ واسطے حفاظت لوگوں کے گھروں اور اہل شہر کے نامزد ہوتی ہے اور مزاحمت مدن غیر فاضلہ کے لوگوں کو ان کے حال سے منع کرتی ہے اور معرکہ جنگ اور لڑائیوں میں شجاعت عمل میں لاتی ہے ان کو مجاہدان کہتے ہیں۔ پانچویں وہ جماعت ہے کہ سامان رزق اور روزی اِن سب قسموں کے آدمیوں کے لئے مرتب کرتی ہے خواہ لین دین اور تجارت اور حرفہ کے ذریعہ سے خواہ جمع کرنے معاملہ ارضی اور دیگر وجوہات سے ان لوگوں کو مالیان کہتے ہیں۔ اس مدینہ میں ریاست عظمےٰ کا چار طرح پر حال ہوتا ہے اول یہ کہ بادشاہ علے الاطلاق یعنے جو کہ ہر طرح سے مالک ہو ان کے درمیان حاضر ہووے علامت اس کی چار چیزوں کا جمع ہونا ہے اول حکمت جو سب مطلبوں کی علت غائی ہے۔ دوسرا

دریافت اور ادراک کُلی جو غائیات پر پُہنچا دیوے تیسرا تیزی ذہن کہ منجملہ شرائط تکمیل سے ہے۔ چوتھا قوت جہاد اور جنگ کی کہ دفع اور منع دشمنوں کا اس سے متصور ہے ریاست کے باب میں اس کو ریاست حکمت کی کہتے ہیں + دوم یہ کہ بادشاہ علے الاطلاق ان میں حاضر نہو اور یہ چار خصلتیں ایک شخص کے وجود میں جمع نہوں۔ الا چار آدمیوں میں حاصل ہوں اور یہ چار آدمی باہم متفق ہوکر مثل ایک شخص کے تدبیر مدینہ میں قیام کریں اس کو ریاست افاضل کہتے ہیں + سوم وہ کہ یہ دونو ریاستیں موجود نہ ہوں۔ اِلّا ایک رئیس ایسا موجود ہو کہ زمانہ سلف کے رئیسوں کے طور و طریق پر جو اوصاف مذکورۃ الصدر سے وہ موصوف ہو چکے ہوں واقف ہووے اور ہر ایک طریقہ کو تیزی عقل سے اپنے وقت اور موقع پر استعمال کرسکتا ہو اور انتخاب کرنے اِن امور پر کہ آیا یہ طریق موافق قاعدہ سلف کے ہے اور یہ نہیں ہے قادر ہووے اور وصف تیزی حکم اور خوش کرنے رعایا اور قوت جنگ سے موصوف ہو اس کی ریاست کو ریاست سنت کہتے ہیں + چہارم وہ کہ یہ جملہ اوصاف ایک شخص میں موجود نہ ہوں بہت آدمیوں میں پائی جائیں اور وہ باتفاق ہمدگر مدینہ کی تدبیر میں قیام کریں اس کو ریاست اصحاب سنت کہتے ہیں + الّا وہ ریاستیں کہ ماتحت ریاست عظمٰے کے ہیں جملہ صناعات اور افعال میں اُن کا اعتبار کرنا چاہیئے اور انتہا سب رئیسوں کا ریاست میں رئیس اعظم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس ریاست کے مستحق ہونے کے تین سبب ہیں ح اوّل وہ کہ فعل ایک شخص کا علت غائی دوسرے شخص کے فعل کی ہو۔ پس وہ شخص اس شخص پر رئیس ہوگا مثلاً گھوڑے کا سوار رئیس ہوگا اوپر گاے کے سوار کے اور اُس شخص پر جو زین اور لگام ڈالنے پر نوکر ہے دوسرا وہ کہ دونو فعلوں کی ایک علت غائی ہو اِلّا ایک شخص کو اپنی عقل کے ذریعہ سے اوپر تصوّر کرنے علت غائی کے قدرت ہوتی ہے اور اُس کو انداز اور مقدار مقرر کرنے کا ادراک حاصل ہوتا ہے اور دوسرے شخص کو یہ طاقت نہیں ہوتی۔ اِلّا جب قواعد اُس صناعت کے پہلے شخص سے وہ آموختہ کرلیتا ہے تو پھر اُس صناعت پر قادر ہوجاتا ہے مثل مُہندس اور معمار کے۔ پس پہلا شخص رئیس ہوگا دوسرے شخص پر۔ اس قسم میں اختلاف مرتبوں کا بہت ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر صنعت کے واضع اور موجد میں اور اُس شخص میں جو اُس صنعت میں کچھ تھوڑا سا دخل رکھتا ہو بہت فرق ہے

سب سے فروتر اور ادنے مرتبہ اُس شخص کا ہوتا ہے جس کو بالکل قدرت اپنی تمیز سے کام کرنے کی نہ ہو الّا جب اہل صناعت سے نصیحتیں اور ہدایتیں اس باب میں یاد کرکے آہستہ آہستہ اُن نصیحتوں کی پیروی کرے تو اُس کام کو انجام دیتا ہے ایسا شخص محض خدمتگذار ہی ہوتا ہے جو کسی طرح کی اس کو ریاست حاصل نہیں ہے + تیسرا وہ کہ دونو فعلوں کی توجہ ایک ہی علت غائی کی طرف ہو جو وہ علت غائی ایک تیسرا فعل ہے۔ الّا دونو میں سے ایک زیادہ ترشریف ہے اور اُس علت غائی کے واسطے زیادہ ترمفید ہے مثل لگام ساز اور چرم ساز کے گھوڑے کی سواری کے واسطے۔ عدالت کا مقتضائے یہ ہے کہ ہر ایک اپنے مرتبہ پر رہے اُس سے تجاوز نہ کرے۔ اور چاہیئے کہ ایک شخص کو بہت طرح کی صناعتوں میں مشغول نہ کریں بلحاظ تین باتوں کے اوّل یہ کہ طبیعتوں کے واسطے خاصیتیں ہوتی ہیں۔ ہر طبیعت ہر صناعت میں مشغول نہیں ہو سکتی دوسرا یہ کہ جو شخص ایک صناعت جانتا ہو اُس کو اُس صناعت کے احکام میں بعد ایک مدت دراز کے غور کرلنے اور زیادہ ہمت صرف کرنے سے حظ اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جب وہ غور اور ہمت بہت صناعتوں کی طرف منقسم ہو جائے گی تو تمام میں خلل واقع ہو جائے گا اور کمال کے مرتبہ سے رہ جائیگا تیسرا یہ کہ بعض صناعات کے واسطے خاص ایک وقت مقرر ہوتا ہے اُس وقت کے فوت ہونے سے اُس صناعت کا استعمال میں للنا بھی نہیں ہوتا اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک وقت میں دو صناعتوں کا بالاشتراک اتفاق پڑجاتا ہے ایک کی طرف مصروف ہونے سے دوسرے سے باز رہنا پڑتا ہے۔ جب ایک شخص دو تین صناعتیں جانتا ہو اُس کو اُن میں سے اشرف اور افضل صناعت کی طرف مشغول کرنا اور دوسریوں کی جانب سے منع کرنا بہتر ہے تا جب ہر ایک اُس کام کی طرف کہ جس کے ساتھ اُس کی مناسبت زیادہ ہے مشغول ہوگا تو باہمگر مدد کرنی ظہور میں آوے گی اور نیکیاں زیادہ ہوں گی بُرائی کم۔ مدینہ فاضلہ میں ایسے شخص بھی ہوتے ہیں کہ بالکل فضیلت سے خالی ہوں اُن کا وجود مثل آلات اور ادوات کے ہوتا ہے اور جب فاضل لوگوں کی تدبیر کے ماتحت ہو جاتے ہیں اگر تکمیل اُن کی ممکن ہوتی ہے تو کمال کو پہنچ جاتے ہیں ورنہ مثل حیوانات کے ریاضت کش ہو جاتے ہیں۔ مگر مدن غیر فاضلہ ہم بیان کرچکے ہیں کہ یہ جاہلہ ہوگا یا فاسقہ یا ضالہ۔ اور مدن جاہلہ

کے مفرد قسم چھ ہیں پہلے قسم کو اجتماع ضروری کہتے ہیں۔ دوسرے کو اجتماع
نذالت تیسرے کو اجتماع خست چوتھے کو اجتماع کرامت پانچویں کو اجتماع تعلیمی۔
چھٹے کو اجتماع حریت + الّا مدینہ ضروری اُس جماعت کے جمع ہونے کو کہتے ہیں
کہ جس کی غرض واسطے حاصل کرنے اُن امور ضروری کے جن کو قائم رکھنے
بدن انسان میں دخل ہے مثل زرق اور لباس کے ایک دوسرے کو مدد
کرنے کی ہو اور طریق حاصل کرنے اُس کے کے بہت ہیں بعضے نیک اور
بعضے بد۔ مثل کاشتکاری اور چرواہی اور شکار اور چوری وغیرہ کے یا بطریق
مکر اور فریب کے یا بطریق زبردستی اور دشمنی کے ہو اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک
ہی مدینہ میں سب طرح کے اہل حرفہ جمع ہوں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک
مدینہ میں خاص ایک ہی طرح کے اہل حرفہ ہوویں مثل کاشتکاری وغیرہ۔
افضل ان مدینوں کے لوگوں کا جو ان کے نزدیک بمنزلہ رئیس اور سردار
کے ہو وہ شخص ہوتا ہے جو حاصل کرنے ضروریات کے لئے تدبیر اور حیلہ بہتر
کر سکے اور حیلہ گری میں اُن لوگوں کو اپنی ضروریات پر کامیاب کرنے میں
سب پر فوق رکھتا ہو یا وہ شخص جو اُن کو زرق زیادہ تر بخشے + الّا مدینہ
نذالت جمع ہونا اُس جماعت کا ہے جو حاصل کرنے دولت اور حشمت اور وافر جمع
کرنے اور ذخیرہ کرنے اقسام ضروریات مثل غلہ اور چاندی اور سونا وغیرہ کے باب
میں ایک دوسرے کو مدد کریں اور غرض ان کی جمع کرنے اُس چیز سے جو
مقدار حاجت سے زیادہ ہے سوائے جمعیت دولت کے اَور کوئی امر نہیں ہوتا
اور خرچ کرنا مال کا سوائے اُن ضروریات کے کہ جن پر قیام اور سلامتی بدنوں
کی منحصر ہے اَور کسی طرح کے موقع پر جائز نہیں رکھتے اور حاصل کرنا مال
کا بہت طرح کے کسبوں اور پیشوں سے کرتے ہیں یا جو طریق کہ اُس مدینہ میں
مروج ہو۔ اور رئیس ان کا وہ شخص ہوتا ہے کہ جس کی تدبیر واسطے حاصل
کرنے مال اور نگاہداشت اُس کی کے کامل اور بہتر ہو اور اس معاملہ میں
ان لوگوں کو ہدایت کرنے میں زیادہ تر قدرت رکھتا ہو اور اس جماعت کے
مال حاصل کرنے کے طریق یا ارادے ہو سکتے ہیں مثل تجارت اور اُجرت وغیرہ
کے یا غیر ارادے مثل چرواہی ۔ کاشتکاری۔ شکار اور چوری کے + الّا مدینہ
خست جمع ہونا اُس جماعت کا ہے کہ لذّات محسوسات مثل اقسام کھانے
اور پینے اور شہوت رانی اور لہوو بازی سے حظ اُٹھانے کے باب میں ایک

دوسرے کو مدد کریں اور غرض ان کی اس سے طلب لذت ہے نہ قیام بدن کا۔ اس مدینہ کو مدن جاہلیہ نیک اور خوش قسمت اور محل حسد کا جانتے ہیں کیونکہ اہل اس مدینہ کی غرض بعد حاصل ہونے ضروریات اور جمعیت دولت کے ظہور میں آتی ہے اور سب سے زیادہ ترنیک اور خوش قسمت اُن کے درمیان وہ شخص ہوتا ہے کہ سامان لہو و بازی پر زیادہ تر قدرت رکھتا ہو اور سب سے زیادہ اسباب لذات کے موجود رکھتا ہو اور رئیس انکا وہ شخص ہوتا ہے کہ اِن اطوار کے ساتھ اُن لوگوں کو حاصل کرنے اُن مطلبوں کے واسطے اچھی طرح مددگاری کر سکے۔ اِلاّ مدینہ کرامت جمع ہونا اُس جماعت کا ہے جو بزرگی اور بڑائی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کی مدد کریں خواہ وہ بزرگی قولی[۱] ہو خواہ فعلی[۲] اور وہ بزرگیاں خواہ دیگر اہل مدن سے حاصل کریں خواہ اپنے مدینہ کے لوگوں سے اور معاوضہ مساوی پر حاصل کریں خواہ بطور فاضلہ کے اور حاصل کرنا بزرگی معاوضہ پر اسی طرح سے ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو قرض کے طور پر بخشش کریں مثلاً ایک شخص نے ایک وقت میں کسی شخص پر ایک طرح کا احسان کیا اس مراد سے کہ وہ شخص بھی اُس قسم کا احسان یا اور کسی طرح کی مُروّت کسی موقع پر اس کے حال پر کرے۔ اور بزرگی بطور فاضلہ کی یہ تعریف ہے کہ ایک شخص دوسرے پر احسان کرے تا وہ دوسرا شخص وو چندان اُس سے اُسپر مُروّت کرے اور یہ بموجب اُس استحقاق کے ہوتا ہے کہ جو اقرار باہم مقرر کیا ہوا ہو۔ اور لیاقت اس بزرگی کی ان لوگوں کے نزدیک چار سببوں سے حاصل ہوتی ہے یا جمعیت دولت اور یا مدد دہی اسباب لہو یا ہونا قدرت کا زیادہ مقدار ضروری سے بلا تکلیف اور رنج کے مثل اُس شخص کے جو ایک جماعت کا مخدوم ہے اور معارف مایحتاج کا سامان سب طرح سے اُس کے پاس مہیّا اور موجود ہے یا وہ شخص ان تینوں امروں میں لوگوں کو نفع رساں ہے جیسا کہ کوئی شخص اِن تینوں امروں سے ایک امر کا کسی پر احسان کرے۔ نزدیک اکثر اہل مدن جاہلیہ کے استحقاق اور لیاقت بزرگی کے لئے اور دو سبب بھی ہیں ایک غلبہ اور دوسرا حسب۔ غلبہ اس طرح پر ہوتا ہے کہ کوئی شخص ایک کام میں یا بہت کاموں میں اپنی ذاتی طاقت سے یا مددگاروں کے ذریعہ سے بباعث افراط قوّت کے یا بسبب کثرت آدمیوں کے اپنے ہمسروں پر غالب آیا ہو اور اسباب میں شہرت پیدا کرکے اُن لوگوں کے

[۱] بزرگی قولی مثل وصول لقب و خطاب کے۔ [۲] فعلی مثل حصول کسی منصب اور عہدہ کے۔

نزدیک بڑی ناموری حاصل کی ہو۔ اس حد تک کہ سب سے بڑا نامور اُس کو جانتے ہیں کہ جس کو کوئی شخص ایذا نہ پہنچا سکے اور وہ جس کو چاہے ایذا پہنچا سکے۔ اِلّا حسب وہ ہے کہ جس کے باپ دادا دولتمندی اور خرچ ضروریات یا نفع رسانی یا شجاعت اور یا ناچیز سمجھنے موت کے سبب لوگوں پر غالب ہوچکے ہوں۔ اور معاملہ بزرگی معاوضہ مساوی کا مشابہ معاملات اہل بازار کے ہے رئیس اس مدینہ کا وہ ہوتا ہے جو تمام اہل مدینہ سے لیاقت بزرگیوں کی زیادہ تر رکھے اگر حسب و نسب کا اعتبار کریں حسب اُس کی سب کی حسبوں سے اچھی ہو اگر خاص ذات کا رئیس خیال کریں تو تونگری اور دولتمندی میں وہ سب سے زیادہ ہو اگر نفع رسانی کا اعتبار کریں تو سب رئیسوں سے بہتر وہ رئیس ہوتا ہے کہ اپنے پاس سے یا اپنے حسن تدبیر سے لوگوں کو دولت اور حشمت پر اچھی طرح کامیاب کرسکے اور محافظت مال اور دولت کی اِن پر بخوبی کرسکے بشرطیکہ غرض اُس کی ناموری کی ہو نہ جمعیت مال کی اور یا لوگوں کو لذّات پر جلدی اور زیادہ پہنچا سکے اور حالانکہ وہ خود طالب ناموری کا ہو نہ طالب لذّت کا۔ طالب ناموری کا وہ ہوتا ہے کہ جس کی خواہش یہ ہو کہ مدح اور بزرگی اور تعظیم اُس کی ازروے قول اور فعل کے مشہور ہو اور لوگ اُس کی زندگی میں اور بعد ممات کے نیکی سے یاد کریں۔ ایسا رئیس اکثر اوقات دولت کا محتاج ہوتا ہے کیونکہ اہل مدینہ کو نفع رسانی بغیر دولت کے ممکن نہیں ہے اور جس قدر افعال رئیس کے بڑے ہوں گے احتیاج اُس کی مال کی طرف زیادہ ہوگی کیونکہ اُس کے خیال میں یہ امر متمکن ہے کہ میرا خرچ کرنا اور بخشنا ازروے کرم اور حرّیت کے ہے۔ نہ بغرض نام۔ اور وہ مال جو خرچ کرتا ہے یا اپنی قوم سے خراج کے طور پر لیتا ہے یا زبردستی کے طور سے لیتا ہے اُن لوگوں سے جو مخالف اُن کے ہیں ازروے رائے اور فعلوں کے یا اُن کی طرف سے دل میں کچھ کینہ ہے اُن پر قہر کرتا ہے اور اُن کا مال بیت المال میں جمع کرتا ہے بعد ازاں صرف میں لاتا ہے تا اُس سے ناموری اور مشہوری حاصل کرے اور اُس ناموری کے ذریعہ سے مالک اُن کا بن جاوے اور اُس کی اولاد کو بعد اُس کے لایق ریاست کے لوگ تصوّر کریں اور ملک بعد اپنے بیٹوں کو دیوے اور ہوسکتا ہے کہ اپنی ذات کو جمعیت اُس دولت اور مال سے خاص کرے کہ جس کا نفع دوسروں کو نہ پہنچے تا اُس مال کو لوگ سبب استحقاق بزرگی اُس کی کا سمجھیں اور یہ بھی ہوتا

ہے کہ اپنے ہمسروں دیگر بادشاہوں کو بطریق معاوضہ یا بطریق سود کے دیتا ہے تاکہ ہر قسم کی بندگیوں کو بخوبی حاصل کرے اور ایسا شخص اپنے آپ کو ایسی زینت اور حشمت سے آراستہ رکھتا ہے کہ جس سے بزرگی اور زینت اور جلالت اُس کی ظاہر ہو مثل عمدہ لباس اور سامان فرش اور خدمتگذاروں اور گھوڑوں کے تاکہ وقر اُس کا زیادہ تر ہووے اور اپنے دروازوں پر دربان مقرر کرکے لوگوں کو اپنے پاس آنے سے باز رکھتا ہے تاکہ ہیبت اور رعب اُس کا زیادہ ہوجائے جب ریاست اُس سے ثابت ہوکر لوگوں کی عادت میں یہ بات متمکن ہوجائے کہ بادشاہ اور رئیس ہمارے اس قسم کے ہوتے ہیں تو لوگوں کو مختلف مرتبوں پر مقرر کردیتا ہے اور ہر ایک پر ایک قسم کی بخشش اور انعام کہ جس کے وہ لایق ہو مثل عطا زر یا خطاب یا لباس یا گھوڑا یا کوئی اور چیز عمل میں لاتا ہے تاکہ تعظیم حکم اُس کے کی ظہور میں آوے اور سب سے مقرب اُس کے پاس وہ شخص ہوتا ہے جو اُس کی بزرگی میں اُس کو زیادہ مدد کرے اور طالب نعمتوں کے اس ذریعہ سے قرب اُس کا چاہتے ہیں تاکہ رتبہ اُن کا زیادہ ہوجائے۔ اور اس مدینہ کے لوگ دیگر مدینہ کے لوگوں کو مدن جاہلیہ میں شمار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل فضیلت جانتے ہیں اور سب سے زیادہ مشابہ مدن جاہلیہ میں سے مدینہ فاضلہ کے ساتھ یہ مدینہ ہے خصوصاً کہ ریاست کے مرتبوں کو اوپر قلت اور کثرت نفع کے مقدر سمجھیں جب اس قسم کے مدینہ میں بزرگی اور عظمت افراط کے مرتبہ کو پہنچ جاوے تو مدینہ جبّاران کا ہوجاتا ہے اور نزدیک ہوتا ہے کہ مدینہ تغلّب کی طرف رجوع کرے۔ اِلّا مدینہ تغلّب کا جمع ہونا اُس جماعت کا ہے کہ ایک دوسرے کی مدد اس سبب سے کریں کہ اُن کو دوسروں پر غلبہ ہووے اور یہ مددگاری ایک دوسرے کی اُس وقت کرتے ہیں کہ جب تمام جماعت محبّت غلبہ میں مشترک ہووے۔ اگرچہ ان میں ازروے قلت اور کثرت کے فرق ہو اور علّت غائی غلبہ کی بہت قسم پر ہوتی ہے بعضے شخص واسطے خون کرنے کے غلبہ چاہتے ہیں اور بعضے واسطے حاصل کرنے مال کے اور بعض کی یہ غرض ہوتی ہے کہ لوگوں کو مغلوب کرکے ہم اپنے غلام اور بندے بنالیں اختلاف اس مدینہ کے لوگوں کا بموجب زیادتی اور کمی اس محبّت کے ہوتا ہے اور جمع ہونا ان کا واسطے حاصل کرنے غلبہ کے خونریزی میں یا مال حاصل کرنے میں یا خدم اور پرستار بنانے میں ہوتا ہے تاغیر آدمیوں سے زبردستی کے طور پر چھین لیں اور

ان لوگوں کو لذت بیچ قہر کرنے اور ذلیل کرنے غیر کے حاصل ہوتی ہے اسواسطے
کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو اپنے مطلوب پر بغیر اس بات کے کہ کسی پر قہر کریں
کامیاب ہو جاتے ہیں تو اُس مطلوب کی طرف اُن کو التفات نہیں ہوتا اور
اس سے درگذر کرتے ہیں اور ان لوگوں سے بعضے ایسے ہوتے ہیں جو مکر اور فریب
کے طریق پر لوگوں پر قہر کرنا دوست رکھتے ہیں اور بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ
مکری اور ظاہرا دشمنی کرنے کو دوست رکھتے ہیں اور بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ
یہ دونوں طریق استعمال میں لاتے ہیں اور ایسا بہت اتفاق پڑتا ہے کہ جو لوگ
غلبہ اپنے واسطے خونریزی کرنے اور مال لوٹنے کے قہر کے طریق سے چاہتے ہیں
جب کسی سوئے ہوئے آدمی کے سر پر پہنچ جاویں تو اُس کے خون اور مال
کے متعرض نہیں ہوتے بلکہ اوّل اُس کو بیدار کرتے ہیں اُن کو یہ گمان ہے کہ
قتل کرنا اُس حالت میں جو اُس کو قدرت مقابلہ کرنے کی ہو بہتر ہوتا ہے اس
قسم کا قہر ان کی طبیعتوں میں زیادہ لذیذ معلوم ہوتا ہے اور اس جماعت کے
لوگوں کی طبیعت عموماً قہر کی طرف مائل ہوتی ہے اِلّا اپنے مدینہ کے لوگوں پر قہر
نہیں کرتے کیونکہ اپنے مدینہ کے لوگوں کی طرف ایک دوسرا اپنے بقا اور غلبہ کے
واسطے محتاج مدد کا ہوتا ہے رئیس اس جماعت کا وہ شخص ہوتا ہے کہ جس
کی تدبیر واسطے قتل اور مکر اور دغا بازی کے باب میں سب سے اچھی ہو اور
دشمنوں کے دور کرنے کے واسطے بہتر تدبیر کرسکے خصلت اس جماعت کی دشمنی
کرنی تمام لوگوں کے ساتھ ہے طور اور طریقہ اور روش ان کے اس طرح پر ہوتے
ہیں کہ جب اُس روش پر چلے تو غلبہ کو نزدیک پہنچ جاتے ہیں اور فخر ان کا کثرت
غلبہ پر منحصر ہے اور اچھا لائق فخر کرنے کے اُس شخص کو جانتے ہیں جو بہت
دفعہ غالب ہوا ہو آلات غلبہ کے یا نفسانی ہوتے ہیں مثل تدبیر کرنے کے یا
جسمانی مثل قوت کے یا دونوں سے خارج مثل ہتیاروں کے اور اس جماعت کے
اخلاق ظلم اور سخت دلی اور غصہ اور تکبر اور دشمنی اور کثرت حرص کے کھانے
پینے اور جماع پر اور طلب کرنا ان سب باتوں کا از راہ قہر اور قتل اور ذلیل کرنا
غیروں کا ہوا کرتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ سب جماعت کو اس مدینہ کے
لوگوں میں سے اس خصلت میں شراکت ہو اور ایسا بھی ہوا کرتا ہے کہ مغلوب
لوگ بھی اُن کے ساتھ اسی مدینہ میں بود و باش رکھیں اور اہل غلبہ مرتبوں
میں باہم مساوی ہوں گے یا مختلف اور اختلاف ان کا یا بسبب کمی بیشی، قوتِ مرتبہ

غلبہ کے یا بباعث قرب اور بعد کے بہ نسبت اپنے رئیس کے ہوگا یا بسبب قوت جسمی اور قوت رائے اور ضعف رائے کے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ مدینہ میں قاہر ایک شخص ہو اور باقی لوگ بمنزلہ آلات اُس کے ہوں کہ قہر کرنے میں اگرچہ بالطبع اُن کا ارادہ نہو الاّ جب اُن کی معاش متعلق اُس قاہر کے ہوتی ہے تو لابُد اُس کی مدد کرنی پڑتی ہے تو یہ لوگ اُس قاہر کے لیئے بمنزلہ اعضاء اور کتّوں کے ہوتے ہیں بہ نسبت مرد شکاری کے اور باقی لوگ اہل مدینہ میں سے مثل خدمتگزاروں کے ہوتے ہیں جو خدمت اُس کی کرتے ہیں اور تجارت وزراعت میں مشغول ہوتے ہیں باوجود اس کے مالک اپنے نفس کے نہیں ہوتے اور لذت ان کے رئیس کی غیر شخص کے ذلیل کرنے میں ہوتی ہے پس مدینہ تغلب کا تین طرح پر ہوتا ہے پہلا قسم وہ ہے کہ تمام لوگ اُس مدینہ کے تغلب چاہیں دوسرا وہ ہے کہ بعض لوگ اُن میں سے تغلب چاہیں تیسرا وہ کہ ایک شخص تنہا جو نہیں ان کا ہو وہ تغلب چاہے اور جو لوگ واسطے حاصل کرنے ضروریات یا اموال یا لذات یا بزرگی اور بڑائی کے تغلب کرنا چاہتے ہیں نفس الامر میں اُن کا رجوع اُن مدینوں کے لوگوں کی طرف ہوتا ہے جن کو ہم بیان کرچکے ہیں اور بعض حکماء نے اُن کو مدینہ تغلبی میں شمار کیا ہے اور یہ جماعت بھی اسی طرح تین قسم پر ہوتی ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ مدینہ کے لوگوں کی غرض مرکب ہو غلبہ سے اور ایک چیز سے منجملہ ان مطلوبات کے اور اس اعتبار سے متغلب لوگ تین قسم پر منقسم ہوتے ہیں۔ اول وہ کہ لذت اُن کی صرف قہر کرنے میں ہو اور خسیس چیزوں پر غلبہ کرنا چاہتے ہیں اور اکثر اوقات جب اُن پر قادر ہوجاتے ہیں تو اُس چیز کو ترک کر دیتے ہیں جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں عرب کے بعض لوگوں کی عادت تھی۔ دوسرا وہ کہ حصول لذت کے لیئے قہر استعمال میں لاتے ہیں۔ اگر بغیر قہر کرنے کے مطلوب حاصل کرلیں تو اُس جگہ قہر استعمال میں نہیں لاتے تیسرا وہ کہ نفع کے لئے قہر کرتے ہیں اگر وہ نفع بغیر قہر کرنے کے کسی شخص کی بخشش یا کسی اَور وجہ سے حاصل ہو جائے تو پھر قہر نہیں کرتے اور یہ لوگ اپنے آپ کو عالی ہمت شمار کرتے ہیں اور مرد جانتے ہیں اور پہلی جماعت کے لوگ مقدار ضروری پر کفایت کرتے ہیں اور جاہل لوگ اسیران کی مدح کرتے ہیں اور تعظیم بجا لاتے ہیں۔ اور جو لوگ طالب ناموری اور بزرگی کے ہیں وہ بھی حاصل کرنے ناموری کے ارتکاب قہر اور غلبہ کرتے ہیں

اور اس اعتبار سے اُن کو جبّار کہا جاتا ہے کیونکہ جبّار طالب ناموری کا ہوتا ہے
ازروے قہر اور غلبہ کے جیسا کہ عادت اہل مدینہ لذت اور مدینہ یسار سے ہے کہ
جاہل لوگ اُن کو نیک بخت جانیں اور دیگر مدینوں کے لوگوں سے افضل سمجھیں
ویسا ہی مدینہ تغلّب کے لوگوں کو یہ امر مد نظر ہوتا ہے کہ لوگ اُن کو عالی ہمت
سمجھیں اور مدح ان کی کریں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان تینوں مدینوں کے
لوگ مُتکبّر ہو جائیں اور دوسروں کی اہانت کریں اور لاف زنی اور افتخار اور
عُجب اور طلب مدح پر اقدام کریں اور اپنے واسطے عمدہ عمدہ لقب مقرر کرتے
ہیں اور اپنے آپ کو پسندیدہ اور ظریف سمجھتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بیوقوف
اور خراب جانتے ہیں اور تمام خلقت کو بہ نسبت اپنے احمق تصوّر کرتے ہیں جب
تکبّر اور رعونت ان کے دماغ میں مُتمکّن ہو جاتی ہے تو زُمرہ جبّاران میں داخل
ہو جاتے ہیں اور اکثر اوقات محبّ بزرگی اور ناموری کا تحصیل اور طلب ناموری
سے حاصل کرنا مال کا غرض رکھتا ہے اور غیر کی تعظیم بنظر حصول زر اُس سے یا غیر
اُس کے سے عمل میں لاتا ہے اور اطاعت اور فرمانبرداری اہل مدینہ کی بھی
مال کے طمع سے چاہتا ہے اور شاید مال کی طمع واسطے لذّت اور لہو و بازی کے
کرتا ہے کہ جب عزت زیادہ ہو جاوے گی تو اچھا مال حاصل ہوگا اور مال کے ذریعہ سے
حصول لذّات کا آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے پس اس سبب سے طالب عزت کا
طالب لذّت کا ہو جاتا ہے اور جب اُس کو فوقیت اور ریاست حاصل ہو جاتی ہے۔
اُس کے وسیلہ سے بندگی دولت کی حاصل کرتا ہے تاکہ اس دولت سے اقسام کھانے
پینے اور شہوت رانی کے جو دوسرے لوگوں کی نسبت سے مقدار اور لطافت میں
زیادہ ہوں حاصل کرے الغرض وجوہات مرکّب ہونے ان مطلبوں کی
ایک دوسرے کے ساتھ بہت ہیں جب مُفردات پر واقفیت حاصل ہو جاوے
تو جاننا مرکّبات کا آسان ہو جاتا ہے - الا مدینہ حرّیت کا کہ جس کو مدینہ جماعت
کا کہتے ہیں جمع ہونا اُس جماعت کا ہے جو ہر فرد اُس جماعت کا مطلق العنان
اور مخلّے بالطبع ہوتا جو کچھ چاہے کرے اور اُس مدینہ کے لوگ درجہ میں برابر
ہوتے ہیں ایک کو اوپر دوسرے کے کچھ زیادہ فضیلت مُتصوّر نہیں ہوتی
اور سب اہل اس مدینہ کے نیک ہوتے ہیں کسی کو ان میں سے فوق نہیں
ہوتا اِلّا جو کوئی نیکی میں زیادہ ہو اور اس مدینہ میں اختلاف ہمّت اور ارادے
مختلف اور خواہشیں علیحدہ علیحدہ پیدا ہوتی ہیں جو انداز بیان اور شمار سے

زیادہ ہیں اور اس مدینہ کے لوگوں کی بہت جماعتیں ہو جاتی ہیں بعضے باہم موافق اور بعضے مخالف اور جو کچھ کہ دیگر مدینوں کے حال میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ شریف اور خسیس اس مدینہ کی جماعتوں میں موجود ہوتے ہیں اور ہر ایک جماعت کا ایک رئیس ہوتا ہے اور عام لوگ اس مدینہ کے رئیسوں پر غالب ہوتے ہیں کیونکہ رئیسوں کو وہ کرنا پڑتا ہے جو عام لوگوں کی خواہش ہو اگر غور سے دیکھا جاوے تو ان میں نہ کوئی رئیس ہوتا ہے نہ تابعدار اِلّا سب سے نیک ان کے نزدیک وہ شخص ہوتا ہے جو جماعت کی نیکی میں کوشش کرے اور اُن کو مطلق العنان چھوڑ دے اور دشمنوں سے نگہداشت اُنکی رکھے اور اپنی خواہش ذاتی کے لئے مقدار ضروری پر کفایت کرے اور افضل اور لایق تعظیم اور تکریم کے ان میں سے وہ شخص ہوتا ہے جو ان اوصاف سے موصوف ہو اگرچہ رئیسوں کو یہ لوگ اپنے ساتھ مساوی جانتے ہیں اِلّا جب اُس میں کوئی چیز از قسم لذّات موافق اپنی خواہشوں کے دیکھتے ہیں تو یہ بمقابلہ اُس کے اُس کو مال دیتے ہیں اور اکثر اوقات ایسے مدینوں میں وہ رئیس ہوتے ہیں کہ جن کے وجود سے اہل مدینہ کو کچھ فائدہ نہ ہو اہل مدینہ ان کو بھی مال اور انعام دیتے ہیں بسبب لحاظ اُس بزرگی کے جو اُن کی طرف سے اہل مدینہ کے خیال میں متمکن ہے وہ بزرگی ذاتی ہو یا بباعث لحاظ اُس سیاست نیک کے جو اُن کو ورثہ کے طور پہنچی ہو اور نگہداشت اُس حق کی اہل مدینہ کو تعظیم اُن کی پر بالطبع قائم رکھتی ہے۔ کل غرضیں مدن جاہلیت کی جو ہم بیان کر چکے ہیں اس مدینہ میں اچھی طرح سے حاصل ہو سکتی ہیں اور جمیع مدن جاہلیہ سے یہ مدینہ عجب اور تکبر میں زیادہ تر ہے مثل اُس جامہ رنگین کے کہ بہت طرح کی تصویروں اور مختلف رنگوں سے آراستہ ہو۔ اور سب آدمی وہاں پر سکونت کرنے کو دوست رکھتے ہیں کیونکہ ہر ایک اپنی ہوس اور مراد پر پہنچ سکتا ہے اس سبب سے خلقت گروہ در گروہ اُس مدینہ کی طرف رجوع کر کے تھوڑی مدت میں ایک انبوہ کثیر ہو جاتی ہے توالد اور تناسل بہت ہو جاتا ہے اور اولاد پیدائش اور تربیت میں مختلف ہوتی ہے پس ایک مدینہ میں بہت مدینے پیدا ہو جاتے ہیں کہ اُن کا ایک دوسرے سے فرق نہیں ہو سکتا اور بعض کے اجزا بعض دیگر میں داخل ہو جاتے ہیں اور ہر ایک جزو غیر محل پر واقع ہوتی ہے اور اس مدینہ میں مسافر اور

مقسم میں کچھ فرق نہیں ہوتا جب ایک مدت گذر جاتی ہے تو اہل فضل اور حکیم اور شاعر اور خطیب اور ہر ایک قسم کے کامل آدمی اس قدر جمع وافر ہو جاتے ہیں کہ اگر اُن کو منتخب کیا جاوے تو مدینہ فاضلہ کے اجزا بن سکتے ہیں ویسا ہی شریر اور بدلوگ وہاں جمع ہو جاتے ہیں اور کوئی مدینہ مدن جاہلیہ میں سے اس مدینہ سے بڑا نہیں ہوتا خیر اور شر اس کا نہایت کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے اور جس قدر یہ مدینہ آبادی میں زیادہ تر ہوتا ہے اسی قدر خیر اور شر اُس کا زیادہ تر ہوتا ہے اور مدن جاہلیہ کی ریاست اور شمار مدینوں کے ہوتی ہے اور وہ شمار میں چھ ہیں۔ اُن چھ چیزوں کی طرف منسوب جیساکہ ہم بیان کرچکے ہیں ضرورت یا یسار یا لذت یا کرامت یا غلبہ یا حریت۔ جب نفس ان منافعوں پر کامیاب ہو جاتا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی ریاست ان ریاستوں سے مال کے صرف کرنے سے خرید لیتا ہے خصوصاً ریاست مدینہ احرار کی کہ وہاں کسی کو اوپر کسی کے ترجیح اور غلبہ نہیں ہوتا پس رئیس کو بسبب فضیلت کے یا بمعاوضہ مال کے یا بباعث اُس منفعت کے جو اس سے حاصل کریں ریاست دیتے ہیں۔ اور رئیس فاضل احرار کے مدینہ میں ریاست نہیں کرسکتا اگر کرے تو خارج ہو جاتا ہے یا قتل ہو جاتا ہے یا جلدی اُس کی ریاست میں خلل اور اضطراب واقع ہو جاتا ہے اور تنازع کرنے والے اُس کے بہت ہوتے ہیں ویسا ہی دیگر مدینوں میں رئیس فاضل کے عزت اور تمکین نہیں کرتے اور پیدا کرنا مدینہ فاضلہ اور ریاست افاضل کا مدن ضروری اور مدن جماعت سے زیادہ تر آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ دیگر مدن سے کہیں اور زیادہ تر قریب الامکان ہے اور غلبہ ضرورت اور یسار اور لذت کرامت کے ساتھ مشترک ہو جاتا ہے اور اُن مدینوں یعنے مدن مرکبہ کے لوگوں کے دل سخت اور سیاہ اور بدخوئی اور ظلم اور موت کو حقیر جاننے کے وصف سے موصوف ہوتے ہیں اور بدن ان کے قوت اور زور اور حملہ اور ہتیار بندی میں مضبوط ہوتے ہیں اور مدینہ لذت کے لوگوں کی حرص اور خواہش ہمیشہ زیادتی پر رہتی ہے اور نرمی طبع اور ضعف رائے سے نامرد ہوتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس خصلت کے غلبہ سے قوت غضبی ان کی ایسی تباہ ہو جائے کہ کچھ اثر اس کا ان کے وجود میں باقی نہ رہے اور اس مدینہ لذت میں قوت ناطقہ خادم قوت غضبی کی ہوتی ہے اور قوت غضبی خادم قوت شہوی کی برعکس اصل کے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ شہوت

اور غضب ملکہ نفس ناطقہ سے خدمت لیتے ہیں جیساکہ عرب اور ترکستان کے لوگ جو جنگلوں میں بود و باش رکھتے ہیں اُن میں شہوات اور عورتوں کا عشق بہت ہوتا ہے اور عورتیں ان کی اُنپر غالب ہوتی ہیں اور باوجود اِس کے لوگوں کی خونریزی اور تعصب اور عناد کرتے ہیں تمام اقسام مدن جاہلیہ کے یہ ہیں۔ الا مدن فاسقہ اعتقاد اس مدینہ کے لوگوں کا موافق اعتقاد مدینہ فاضلہ کے لوگوں کے ہوتا ہے اور افعالوں میں اُن کے مخالف ہوتے ہیں نیکیوں کو جانتے ہیں مگر اُن پر عمل نہیں کرتے حرص و ہوا کے سبب افعال جاہلیہ کی طرف مائل ہوتے ہیں ان لوگوں کے مدینہ بھی شمار میں برابر مدن جاہلیہ کے ہوتے ہیں از سرنو بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ الا مدن ضالہ وہ ہوتا ہے کہ کسی سعادت کو مثل سعادت حقیقی کے خیال کیا ہوا ہو اور مبداء اور معاد کو مخالف حق اور نفس الامر کے ذہن نشین کرلیا ہو اور وہ افعال اور رائیں کہ جن کے ذریعہ سے اہل نیکی اور سعادت ابدی پر فائز ہو سکیں اختیار کرلیں ان کے شمار کی کوئی حد نہیں یہ شخص مدن جاہلیہ کی تعداد جانتا ہو اور اُن کے قوانین کو بخوبی سمجھتا ہو اُس کو جاننا افعال اور احوال اور احکام ان کے کا بہت آسان ہوتا ہے الا فروعات جو مدن فاضلہ میں پیدا ہوتے ہیں مثل جو در[1] کے درمیان گیہوں کے اور خار کے درمیان کشت زار کے پانچ قسم پر ہوتی ہیں۔ اول مرائیاں یعنے ریاکار لوگ اور یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ فاضل لوگوں کے افعال ان سے صادر ہوتے ہیں مگر بغرض لذت یا امید جاہ کے نہ بارادہ سعادت کے۔ دوسرا محرفان اور یہ وہ جماعت ہوتی ہے کہ جو غرض مدن جاہلیہ کے لوگوں کی ہوتی ہے اُس کی طرف مائل ہوتے ہیں جب قواعد مدن فاضلہ کے لوگوں کو اُس طرف کے مائل ہونے سے مانع ہیں تو وہ لوگ اپنے مطلبوں اور خواہشوں کے موافق تعبیر اور تفسیر اُس کی کرلیتے ہیں تا اپنے مطلوب کو پہنچ جائیں تیسرا باغیاں یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ فاضل لوگوں کے ملک پر راضی نہیں ہوتے ملک تغلبی کی طرف میل کرتے ہیں پس جو فعل رئیس کا کہ موافق طبع عوام لوگوں کے نہ ہو اُس کو ذریعہ اغوا کا بنا کر رئیس کی اطاعت سے لوگوں کو منحرف کردیتے ہیں چوتھا مارقان یعنے گمراہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ تغیر اور انحراف قوانین کا نہیں کرتے مگر یہ سبب سوء فہمی اپنی کے اور فاضل لوگوں کی غرض پر

[1] جو در بروزن کوثر ایک قسم کی گھاس ہے جو گیہوں کے کھیت میں اکثر ہوتی ہے ۱۲

واقف نہیں ہوتے اُس کو ایک خیر معنے پر گمان کرتے ہیں حق اور راستی سے منحرف ہو جاتے ہیں اور ممکن ہے کہ یہ انحراف بزرگی اور ہدایت کے قریب قریب ہو عیب گیری اور عناد سے پاک ہو ان کے راستی پر آجانے کے لئے اُمیدوار رہنا چاہیئے۔ پانچواں مغالطان یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو ان کا تصوّر کامل نہیں ہوتا جب اصل حقیقتوں پر واقف نہیں ہوتے تو بلحاظ حفظ بندگی اپنی کے اپنے جہل پر مستقر نہیں ہو سکتے اور ایسی باتیں دروغ جو سچ سے مشابہ ہوں بیان کرتے ہیں اور اُس کو فضیلت علمائی کے طور پر عام لوگوں کو دکھلاتے ہیں اور آپ حیران ہوتے ہیں۔ اگرچہ شمار فروعات کا اس سے زیادہ ہو سکتا ہے اِلّا بیان کرنا اُن امور کا جو جز امکان میں داخل ہوں موجب طوالت کلام کا ہے یہ بیان اقسام اجتماعات مدنی کا ہے بعد اس کے جزویات احکام تمدّن میں ہم کلام کریں گے اور جناب الٰہی سے مدد چاہیں گے انہ خیر مکموفق و معین ؕ

چوتھی فصل ملک کی سیاست اور بادشاہوں کے آداب بیان کرنے میں

جب ہم بیان کرنے اقسام جماعتوں اور اُس ریاست سے جو بمقابلہ ہر ایک جماعت کے ہو فارغ ہوئے تو بہتر یہ ہے کہ حال برتاؤ ہر ایک فرقہ اور جزو کا جو خلقت کے درمیان ہے ہم بیان کریں اور پہلے ہم خصلت بادشاہوں کا حال بیان کرتے ہیں کہ سیاست بادشاہ کی کہ جملہ ریاستوں کی ریاست ہے دو قسم پر ہوتی ہے اور ہر ایک قسم کے لئے ایک غرض اور ایک لازم ہوا کرتا ہے۔ اقسام سیاستوں کے۔ پہلی سیاست کا نام سیاست فاضلہ ہے جس کو امامت کہتے ہیں اور غرض اُس سے تکمیل خلقت کی ہے اور لازم اُس کا حاصل کرنا سعادت کا۔ دوسری سیاست ناقصہ ہے جس کو تغلّب کہتے ہیں غرض اُس سے غلام بنانا خلقت کا ہوتا ہے اور لازم اُس کا حاصل کرنا شقاوت کا۔ اہل سیاست قسم اول طریقہ عدالت کا اختیار کرتا ہے اور رعایا کو مثل دوستوں کی رکھتا ہے اور شہر کو عام نیکیوں سے آباد اور پُر کر دیتا ہے اور اپنی خواہشوں پر غالب ہوتا ہے اہل سیاست قسم دوم طریقہ ظلم کا اختیار کرتا ہے اور رعیت کو مثل غلاموں اور بندوں کے رکھتا ہے اور شہر کو عام شرارتوں سے پُر کر دیتا ہے اور اپنی خواہشوں کا مغلوب ہوتا ہے۔ عام نیکیاں امن و آرام اور ایک

دوسرے کے ساتھ دوستی کرنی اور عدل اور پرہیزگاری اور تلطف اور وفاداری وغیرہ امور مثل اس کے ہیں۔ عام شرارتیں خوف اور بیقراری اور تنازعہ اور ظلم اور حرص اور سخت گیری اور بیوفائی اور خیانت اور مسخراپن اور چغلی اور مثل اس کے دیگر امور ہیں اور لوگوں کی ان دونوں حالات میں بادشاہوں کی طرف نظر ہوتی ہے اور ان کی خصلت کی پیروی کرتے ہیں اور اسی سبب سے اہل سلف کا مقولہ ہے کہ النّاس علےٰ دین ملوکھم والناس بزمانھم اشبہ منھم باٰبائھم۔ یعنے لوگ اپنے بادشاہوں کے دین اور طریقہ پر ہوتے ہیں اور لوگ اپنے وقت میں زمانہ کے لوگوں سے زیادہ تر مشابہت رکھتے ہیں بہ نسبت مشابہت کے اپنے باپ دادا سے۔ ایک بادشاہ کا مقولہ ہے کہ نحن الزمان من رفعناہ ارتفع ومن وضعنا اتضع۔ یعنے میں زمانہ ہوں جس شخص کو میں بلند کرتا ہوں بلند ہو جاتا ہے اور جس کو میں نیچے ڈالتا ہوں نیچے گرتا ہے۔ طالب ملک کے واسطے چاہیئے کہ سات خصلتیں رکھتا ہو اول کسی اچھے باپ کا بیٹا ہو کیونکہ حسب کا اچھا ہونا موجب رجوع ہونے لوگوں کا اور واقع ہونے ہیبت کا اُن کے دلونپر ہوتا ہے دوسرا بلندی ہمت اور یہ وصف بعد تہذیب قواے نفسانی اور تعدیل قوت غضب اور دور کرنے خواہشوں کے سبب سے حاصل ہوتی ہے تیسرا مضبوطی راے اور یہ وصف باریکی نظر اور تیزی فکر اور کثرت بحث اور فکر صحیح اور تجربہ اور اہل سلف کے حال پر نگاہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے چوتھا عزم کامل کہ جس کو عزم الرّجال اور عزم الملوک کہتے ہیں اور یہ ایک فضیلت ہے کہ مرکب ہونے راے صحیح اور ثبات کامل طبعی سے حاصل ہوتی ہے اور حاصل کرنا کسی فضیلت کا یا پرہیز کسی رذیلت سے بغیر اس فضیلت کے حاصل نہیں ہوتا حصول نیکیوں کے واسطے یہ فضیلت اصل اور بنیاد ہے اور سب خلقت سے بادشاہ لوگ زیادہ تر اس فضیلت کے محتاج ہیں ایسا ذکر کرتے ہیں کہ خلیفہ مامون رشید کو مٹی کھانے کی عادت ہوکر ضعف اس کی مزاج پر طاری ہوگیا اس عادت کے دور کرنے کے واسطے اطبّائے وقت کے ساتھ مشورہ کیا طبیبوں نے جمع ہوکر بہت طرح کے معالجات سے اس مرض کا علاج کیا کچھ فائدہ ظہور میں نہ آیا ایک روز بادشاہ کے حضور میں اطبّاء تدبیر علاج کی کر رہے تھے کتابیں اور دوائیں منگوانے کے واسطے اشارے ہو رہے تھے اسی اثنا میں ایک وزیر نے آن کر کہا کہ یا امیرالمؤمنین فاینؑ عزمتہ من عزمات الملوک۔ یعنے

اے امیر مومنوں کے پس کہاں جاتا رہا بادشاہوں والا عزم - بادشاہ نے طبیبوں سے کہا کہ میرے علاج کرنے کی اب کچھ ضرورت نہیں - بعد اس کے مجھ سے پھر یہ عادت وقوع میں نہ آے گی - پانچواں صبر کرنا سختیوں پر اور ہمیشہ طلب اور کوشش میں قائم اور مضبوط رہنا بغیر سستی اور ماندگی کے کیونکہ صبر سب مطلبوں کے حاصل کرنے کے لئے مفتاح ہے چھٹا دولت اور مال تاکہ ازراہ طمع کے لوگوں کے مال میں دست اندازی نہ کرے ساتواں مددگاران نیک - ان جملہ خصلتوں سے اچھے باپ کا بیٹا ہونا ضروری نہیں ہے اگرچہ اس بات کی تاثیر بڑی ہے - اور دولت و مددگاران نیک چار خصلتوں یعنے علو ہمتی اور رآے اور عزم اور صبر کے وسیلہ سے حاصل ہوسکتے ہیں اور جاننا چاہئے کہ فتح دو شخص کو حاصل ہوتی ہے اوّل طالب دین کو دوسرا طالب بدلہ اور کینہ کو اور جس شخص کو منازعہ سے سواے ان دونوں چیزوں کے اور غرض ہو وہ اکثر احوال مغلوب رہتا ہے ان دونوں سے ایک نیک ہے اور وہ طالب دین ہے کا ہے اور دوسرا مذموم ہے اور درحقیقت مستحق سلطنت کا وہ شخص ہوتا ہے کہ جہان کے علاج پر بیماری کی حالت میں قدرت رکھتا ہو اور حالت صحت میں اُس کی حفظ صحت پر قیام کرسکے کیونکہ بادشاہ جہان کا طبیب ہوتا ہے اور مرض دو چیزوں سے پیدا ہوتا ہے ایک ملک تغلبی دوسرا استجارت ہرجی الا ملک تغلبی بذاتہ قبیح ہوتا ہے اور فساد والی طبیعتوں کو نیک معلوم ہوتا ہے الا تجارت ہرجی بذاتہ لوگوں کو رنج دینے والا ہوتا ہے اور شریر لوگوں کو لذیذ معلوم ہوتا ہے اور تغلب اگرچہ مشابہ ملک کے ہوتا ہے الا حقیقت میں ضد ملک کی ہوتا ہے - جو شخص امور ملکی کا منتظم ہو یہ امر بخوبی ذہن نشین اُس کے ہونا چاہئے کہ مبادی اور اصول حصول دولت کے اتفاق راے ایک جماعت سے پیدا ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ مدد دہی اور ظاہر داری میں مثل اعضاء ایک شخص کے ہوں پس اگر وہ اتفاق نیک ہو تو دولت حق حاصل ہوتی ہے ورنہ دولت باطل اور سبب اس بات کا کہ دولت اتفاق سے حاصل ہوتی ہے یہ ہے کہ ہر ایک شخص کے لئے اشخاص انسانی سے قوت محدود ہے جب بہت جمع ہو جائینگے تو ضرور ان کی قوتیں دو چند قوت ہر ایک شخص کی ہوں گی جب وہ اشخاص الفت اور اتحاد میں مثل ایک شخص کے ہوں تو گویا جہان میں ایک ایسا شخص

پیدا ہوا متصور ہوگا جس کی قوت وہ ہوگی جو اُن جملہ اشخاص کی قوت ہے - جیسا کہ ایک آدمی بہت آدمیوں کے ساتھ برابری نہیں کرسکتا ویسا ہی بہت آدمی جن کی رائیں اور ارادے مختلف ہوں وہ بھی غلبہ نہیں کرسکتے کیونکہ یہ لوگ بمنزلہ ایک ایک شخص کے ہوتے ہیں جو واسطے کشتی کرنے کے اُس شخص کے ساتھ جو قوت اُس کی بہ نسبت قوت ایک ایک شخص کے اُن لوگوں سے دو چند ہو مستعد ہوں تو ضرور سب مغلوب ہوجائینگے مگر اُس حالت میں کہ اُن لوگوں میں بھی کچھ صورت ایسے انتظام اور الفت کی ہو کہ جس سے قوت اُن لوگوں کی اس قوم کی قوت کے ساتھ برابری کرسکے جب کوئی جماعت غالب ہو جائے اگر اُن کے چال وچلن کا انتظام ہوگا اور عدالت کے طریق پر چلیں گے تو اُن کی دولت مدت تک قائم رہیگی ورنہ جلدی اُس کا زوال ہوجائے گا کیونکہ مختلف ہونا ارادے اور خواہشوں کا یا معدوم ہونا اُس چیز کا جو باعث اتحاد کا ہو موجب زوال کا ہوتا ہے اور اکثر دولتیں جب تک کہ اُن لوگوں سے یعنے اہل دولتوں کے درمیان اتفاق اور عزم قائم رہتا ہے زیادتی اور ترقی پر ہوتی ہیں اور موجب عدم ترقی اور تنزل دولت کا راغب ہونا لوگوں کا ہے اپنی خواہشوں میں مثل طمع مال اور طلب جاہ کے کیونکہ قوت اور دبدبہ ان دونوں قسموں کے زیادہ جمع اور فراہم کرنے کا باعث ہوتا ہے جب انپر فائز ہو جاتے ہیں تو ضعیف العقل لوگ اُسی طرف راغب ہو جاتے ہیں اور ہم نشینی کے سبب ان کی خصلت دوسروں میں اثر کرجاتی ہے تا پہلی عادت اور خصلت چھوڑ کر آرام طلبی اور نعمت جوئی اور عیش وعشرت میں مشغول ہوجاتے ہیں اور آلات جنگ کے چھوڑ دیتے ہیں اور دو ملکہ جنگ کا جو معرکوں میں حاصل کیا ہوا ہوتا ہے فراموش کردیتے ہیں اور اپنی ہمتوں کو راحت اور آسایش اور فارغ نشینی میں معروف رکھتے ہیں پس اگر اس حالت میں کوئی دشمن زبردست قصد ان کا کرے تو بیخ کنی جماعت کی اُس پر آسان ہوتی ہے ورنہ خود کثرت مال اور جاہ کی ان کو متکبر اور مغرور کردیتی ہے تا آپس میں مخالفت اور منازعت برپا کرکے ایک دوسرے پر قہر اور جبر کرتے ہیں جیسا کہ ابتداے ظہور دولت میں جو کوئی ان کے ساتھ جنگ اور لڑائی کے واسطے قائم ہوگا وہ مغلوب ہوجائے گا ویسا ہی حالت تنزل اور انحطاط میں جس کے ساتھ جنگ اور لڑائی کو یہ مستعد اور

آمادہ ہوں گے یہ مغلوب ہو جائیں گے۔ اور حفظ دولت کی تدبیر دو چیزوں سے ہوتی ہے ایک دوستوں سے الفت دوسرا دشمنوں سے مخالفت۔ حکماء کی تواریخوں میں لکھا ہے کہ جب سکندر نے دارا کے ملک پر غلبہ کیا اور اہل عجم کے پاس سامان اور فوج جنگی اور ہتھیار وغیرہ بہت دیکھے تو اُس کو یقین ہوا کہ جب میں یہاں سے کوچ کروں گا تو جلدی یہ لوگ دارا کے انتقام اور بدلہ لینے کے واسطے آمادہ ہو جائیں گے اور ملک روم کا بھی اسی شورش میں ہاتھ سے جاتا رہے گا اور اُن کی بیخ کنی بھی کرنی انصاف اور عدل سے بعید تھی اس فکر میں حیران ہوا اور حکیم ارسطا طالیس سے مشورہ کیا حکیم نے فرمایا کہ ان کی رایوں کو متفرق کر دو تاکہ ان کا معاملہ آپس میں پڑ جائے تمہیں ان سے فراغت ہو گی سکندر نے ایک ایک کو علیحدہ علیحدہ ملکوں کی حکومت پر مامور کر دیا اُس زمانہ سے تا اُردشیر بابک کے زمانہ تک اہل عجم کو باہم ایسی گفتگو کرنے کا کہ جس میں بدلا لینے کی طرف مشغول ہوں اتفاق نہ پڑا۔ بادشاہ پر واجب ہوتا ہے کہ رعیت کے حال پر نظر کرے قوانین عدالت کی محافظت پر توجہ کامل کرے کیونکہ سلطنت کا قیام عدالت سے ہوتا ہے پہلی شرط عدالت کی یہ ہے کہ جُملہ خلقت کو ایک دوسرے کے ساتھ برابر رکھے کیونکہ جیساکہ مزاجہائے معتدل چار عنصروں کی برابری سے حاصل ہوتی ہیں ویسا ہی اجتماعات معتدلہ چار قسموں کے برابر رکھنے سے صورت پذیر ہوتے ہیں۔ اوّل اہل قلم مثل ارباب علوم اور تواریخ اور فقہ اور قاضی اور اہل کتابت اور حساب اور ہندسہ اور نجوم اور اطباء اور شعراء کے کہ قیام دین اور دُنیا کا ان کے وجود سے ہوتا ہے اور یہ لوگ مثل پانی کے ہیں طبیعتوں میں دوسرا اہل شمشیر مثل مقاتلان اور مردمان جنگی اور غازیوں اور سرحد کی نگاہداشت کرنے والوں اور محافظوں اور بہادروں اور مددگاران ملک اور نگاہ بانان دولت کے کہ جن کے وجود پر انتظام جہان کا منحصر ہے اور یہ لوگ مثل آگ کے ہیں طبیعتوں میں۔ تیسرا اہل معاملات مثل اہل تجارت کے کہ اسباب اور متاع ایک ولایت کا دوسری ولایت کو لے جاتے ہیں اور اہل حرفہ اور کاریگروں کے کہ جن کی معاونت اور مددگاری کے بدون معیشت بنی نوع انسان کی محال ہے یہ لوگ مثل ہوا کی ہیں طبیعتوں میں چوتھا اہل زراعت مثل کاشتکاروں اور زمینداروں اور قلبہ رانی کرنے والوں کے جو تمام لوگوں کی

روزی مرتب کرتے ہیں اور لوگوں کی زندگی بغیر ان کی مدد کے محال ہے اور یہ لوگ مثل مٹی کے ہیں طبیعتوں میں۔ جیسا کہ ایک عنصر اگر دیگر عناصر پر غالب ہو جائے تو مزاج حد اعتدال سے منحرف ہو جاتی ہے اور فانی ہونا جسم کا لازم آتا ہے۔ ویسا ہی اگر ایک قسم ان میں سے تینوں قسموں پر غالب ہو جائے تو امور جماعت کے حد اعتدال سے منحرف ہو جاتے ہیں اور بنی انسان میں فساد لازم آتا ہے اس باب میں حکماء کا مقولہ ہے کہ۔ فضیلۃ الفلاحین ہو التعاون بالاعمال و فضیلۃ التجار ہو التعاون بالاموال و فضیلۃ الملوک ہو التعاون بالاراء السیاستہ و فضیلۃ الالہیین ہو التعاون بالحکم الحقیقۃ ثم ہم جمیعا یتعاونون علی عمارت المدن بالخیرات و الفضائل۔ ترجمہ اس کا فضیلت کاشتکاروں کی ایک دوسرے کے ساتھ مدد کرنی ہے کاموں میں اور فضیلت اہل تجارت کی ایک دوسرے کے ساتھ مدد کرنی ہے مال میں اور فضیلت بادشاہوں کی ایک دوسرے کے ساتھ مدد کرنی ہے رایوں میں اور فضیلت حکماء کی ایک دوسرے کے ساتھ مدد کرنی ہے بیچ بیان کرنے حقیقت اشیاء کے۔ پس یہ تمام لوگ باہم ایک دوسرے کو مدد کریں واسطے آبادی شہر کے ازروئے نیکیوں اور فضیلتوں کے + دوسری شرط عدالت میں وہ ہے کہ شہر کے لوگوں کے افعال اور احوال میں نظر کرے اور ہر ایک کا مرتبہ بموجب استحقاق اور قابلیت اُس کی کے مقرر کرے۔ اور آدمی پانچ قسم پر ہوتے ہیں اوّل وہ لوگ جو بالطبع نیک ہوں اور نیکی ان کی دوسروں کو پہنچے یہ لوگ سبب پیدایش سے برگزیدہ ہیں اور ایک ایک فرد ان کا مثل بادشاہ کی ہے۔ پس چاہیے کہ سب سے مُقرّب بادشاہ کے حضور میں یہ لوگ ہوویں اور ان کی تعظیم اور تکریم اور توقیر اور عزت میں کسی طرح کی فرو گذاشت نہ کرنی چاہیے ان لوگوں کو بانی خلقت پر رئیس جاننا چاہیے۔ دوسرے وہ لوگ جو بالطبع نیک ہوں اور نیکی ان کی دوسروں کو نہ پہنچے ان لوگوں کو بھی باعزت رکھنا چاہیے اور اپنے کاموں میں ان کو اختیار دینا چاہیے۔ تیسرے وہ لوگ کہ نہ بالطبع نیک ہوں اور نہ شریر۔ ان لوگوں کو بے غم رکھنا چاہیے اور نیکی کی طرف ترغیب دینی چاہیے تا بموجب قابلیت کے کمال پر فائز ہوں چوتھے وہ لوگ جو شریر ہوں اور اُن کا شر دوسروں کو نہ پہنچے۔ ان لوگوں کی اہانت اور تحقیر کرنی چاہیے اور نصیحت اور ملامت اور ترغیب اور خوف وہی سے اُن کو خوفناک کرنا چاہیے تا اگر اپنی

عادت کو چھوڑ کر نیکی کی طرف میل کریں تو بہتر ورنہ ذلت اور خواری میں رہیں گے پانچویں وہ لوگ جو بالطبع شریر ہوں اور شرارت ان کی دوسروں کو پہنچے یہ لوگ تمام مخلوقات سے خسیس اور رذالہ ہوتے ہیں خصلت ان کی ضد خصلت بادشاہ کی ہوتی ہے قسم اول اور اس قسم کے درمیان منافات ذاتی ہے اس قسم کے لوگوں کے بھی بہت درجے ہیں ایک وہ جماعت کہ جن کی اصلاح کی اُمید ہوتی ہے تادیب اور زجر سے اُن کی اصلاح کرنی چاہیئے ورنہ شرارت سے منع کرنا چاہیئے اور ایک وہ جماعت کہ جن کی اصلاح کی امید نہیں ہوتی اگر ان کا شر عام نہ ہو تو اُن کے ساتھ مدارا رکھنا چاہیئے اگر ان کا شر عام ہو تو دفع کرنا شر کا واجب ہے اور دفع کرنے شر کے بہت طریق ہیں اوّل نظر بند کرنا اور نظر بند کرنے کے یہ معنے ہیں کہ ہمنشینی اور ملاقات شہر کے لوگوں سے موقوف کی جاوے دوسرا قید کرنا۔ اور قید کرنے کے یہ معنے ہیں کہ اُس کے افعال اور تصرّفات بدنی کو روکا جاوے۔ تیسرا نفی اور وہ منع کرنا ہے شہر کی آمد و رفت سے اگر شرارت اُس کی نہایت کے درجہ پر ہو کہ جیسے خلقت کی فنا اور ہلاکت کا اندیشہ ہو۔ اُس کی سزا میں حکیموں کا اختلاف ہے آیا قتل کرنا اُس کا جائز ہے یا نہیں ظاہرا حکما کی رائیں اس پر متفق ہیں کہ اُس کا کوئی عضو کاٹا جاوے جو اُس کی شرارت کا آلہ ہو مثل ہاتھ یا پاؤں یا زبان کے یا اُس کے حواسوں میں سے کسی حس کو باطل کیا جاوے اور اُس کو قتل نہ کیا جاوے کیونکہ جس بنا میں اللہ تعالےٰ جلشانہ نے ہزارہا حکمتیں ظاہر کی ہوئی ہوں اُس کو ایسی وجہ پر خراب کرنا کہ جس کا بدلہ اور اصلاح نہ ہو سکے عقل سے بعید ہے یہ سب سزائیں جو ہم نے بیان کی ہیں اُس شرط پر ہیں کہ اُس کی ذات سے شرارت بالفعل ظاہر ہو۔ اِلّا اگر اُس کی شرارت بالقوۃ ہو تو سوا حبس اور قید کے اَور کسی طرح کی تکلیف اُس کو نہیں دینی چاہیئے کیونکہ قاعدہ کُلیّہ اس باب میں یہ ہے کہ مصلحت عالم کو پہلے مدنظر رکھنا چاہیئے اور بعد ازاں مصلحت خاص کو مانند طبیب کے جو اول ایک عضو خاص کا علاج حسب مصلحت مزاج جمیع عضووں کے کرتا ہے اگر ایسا معلوم کرتا ہے کہ اُس عضو فاسد کے وجود سے دوسرے عُضووں کے مزاج میں بھی فساد پیدا ہو جائیگا تو اُس عُضو کے قطع کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اُس کی طرف کچھ خیال نہیں کرتا اگر اس خلل کا اندیشہ نہ ہو تو بدرجہ غایت

ہمت اور کوشش اُس عضو کی اصلاح پر مصروف کرتا ہے بادشاہ کی نظر بھی اصلاح ہر شخص کے لیئے اسی طریق پر ہوتی ہے۔تیسری شرط عدالت میں وہ ہے کہ جب انتظام اور تدبیر برابر کرنے اقسام اور تعدیل مراتب سے فارغ ہوجائے تو ان کے درمیان خیرات مشترک کی تقسیم کرنے میں برابری ملحوظ رکھے استحقاق اور قابلیت کا بھی اعتبار رکھنا چاہیے اور خیرات مشترک مال اور جاہ اور سلامتی کے سببوں کو کہتے ہیں کیونکہ ہر ایک شخص کے لیئے خیرات مذکور سے ایک حصہ ہے اُس میں کمی اور زیادتی کرنی ظلم میں داخل ہے الّا کمی کرنی خاص اُس شخص پر ظلم ہے اور زیادتی کرنی شہر کے لوگوں پر ظلم ہے اور ہو سکتا ہے کہ کمی کرنی بھی شہر کے لوگوں پر ظلم ہو۔جب قسمت خیرات سے فارغ ہوجائے تو اُن خیرات کی اُن لوگوں پر حفاظت کرے اور وہ اسی طرح پر ہوتی ہے کہ ایسی فروگذاشت نہ کرے کہ کوئی چیز ان خیرات سے کسی کے قبضہ میں سے خارج کردیں ایسے طریق پر کہ موجب اُس کے ضرر یا شہر کے ضرر کا ہو اگر اُس کے قبضہ سے باہر ہوجائے تو عوض اُس کا اُس کو پہنچا دیں اور زایل ہونا حق کا حقداران کے ہاتھ سے یا ارادہ سے ہوتا ہے مثل بیع اور قرض اور ہبہ کے یا بلا ارادہ ہوتا ہے مثل زبردستی چھین لینے اور چوری کے اور ہر ایک کے واسطے شرائط مقرر ہیں۔الغرض مناسب یہ ہے کہ بدلا اُس کو ملجائے اُسی قسم خیرات سے یا کسی اور نوع سے تا خیرات محفوظ رہیں اور چاہیئے کہ ایسے طریق پر اُس کو بدلہ اور عوضہ پہنچادیں کہ شہر کے حق میں نافع ہو یا غیر مضر ہو۔کیونکہ جو شخص اپنا حق اس طرح پر لیوے جسے شہر کو ضرر پہنچے تو وہ ظالم ہوتا ہے اور ظلم کو بدی اور عذاب سے رفع کرنا چاہیئے۔اور چاہیئے کہ عذاب اور سزا موافق اندازہ جرم کے مقرر ہو کیونکہ اگر سزا اندازہ جرم سے زیادہ ہوگی تو مجرم پر ظلم ہے اور اگر کم ہوگی تو شہر پر ظلم ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ زیادہ سزا دینی بھی شہر پر ظلم ہوتا ہے۔اور اس باب میں حکیموں کا اختلاف ہے کہ جو ظلم ایک شخص پر ہو وہ شہر پر بھی ظلم ہوتا ہے یا نہیں جو حکماء اس بات کے قایل ہیں کہ ایک شخص پر ظلم کرنا وہ شہر پر ظلم کرنا ہے اُن کے نزدیک اُس مظلوم کے عفو کرنے سے ظالم سزا سے بری نہیں ہوتا اور جو حکماء اِس بات کے قایل ہیں کہ ایک شخص پر ظلم کرنا شہر پر ظلم نہیں ہوتا اُنکے نزدیک شخص مظلوم کے عفو

کرنے سے ظالم سزا سے بری ہو جاتا ہے جب قوانین عدالت سے فارغ ہو جائے
رعایا کے حال پر احسان کرے کہ عدل کے بعد کوئی فضیلت ملکی امور میں
احسان سے زیادہ اور فائق نہیں اور اصل احسان کرنے کے باب میں یہ
ہے کہ جو خیرات اور نیکیاں ممکن ہوں مقدار واجب سے زیادہ
اُنہیں بموجب استحقاق کے پہنچائے۔ چاہیئے کہ ہیبت کے ساتھ ہو۔ کیونکہ
دبدبہ بادشاہ کا ہیبت کے سبب ہوتا ہے اور دل نہادی لوگوں کے احسان سے
ہوا کرتی ہے جو ہیبت کے بعد استعمال میں لاوے اور احسان کرنا بغیر ہیبت
کے موجب دلیری اور جرأت ماتحت لوگوں کا ہے اور اسنے اُن کو حرص اور طمع
زیادہ لاحق ہو جاتی ہے جب حرص اور طمع زیادہ لاحق ہوئے تو پھر اگر تمام
مُلک ایک شخص کو دیدے تو بھی اُس سے راضی نہیں ہوتا۔ اور چاہیئے
کہ رعایا کو قوانین عدالت اور فضیلت حکمت کے لازم پکڑنے کے واسطے تکلیف
اور ترغیب دے کیونکہ جیسا بقا اور قوام بدن کا طبیعت کے ساتھ اور قوام
نفس کا عقل کے ساتھ ہوتا ہے ویسا ہی قوام شہروں کا بادشاہ کے ساتھ
اور قوام بادشاہ کا سیاست کے ساتھ اور قوام سیاست کا حکمت کے ساتھ ہوتا
ہے۔ جب حکمت شہر میں شائع ہو جائے گی اور شریعت الٰہی کی پیروی ہوگی
تو انتظام بخوبی حاصل ہوگا اور کمال کی طرف توجہ ہوگی۔ الّا اگر حکمت نہوگی
تو شریعت میں خلل واقع ہو جائے گا جب شریعت میں خلل ہوا تو رونق
مُلک کی جاتی رہیگی اور فتنہ پیدا ہو جائے گا اور مُرّوت کی رسوم کُہنہ اور
خراب ہو جائیگی اور نعمت نحوست سے مبدّل ہو جائے گی اور چاہیئے کہ اہل
حاجات کو اپنے سے منع نہ کرے اور غیبت وچغلی کرنے والے لوگوں کی بات
بغیر صداقت گواہوں کے نہ مانے اور دروازہ امید اور خوف کا خلقت کے حال
پر مسدود نہ کرے اور ظالموں کے دور کرنے اور رستوں کے امن اور نگاہداشت
حدود مُلکی اور نگہبانوں اور شجاع لوگوں کے اکرام اور انعام میں قصور نہ کرے
صحبت اور ہمنشینی اہل فضیلت اور رائے کے ساتھ رکھے اور اُن لذّتوں کی
طرف جو خاص اُس کی ذات سے تعلق اُن کا ہے التفات نہ کرے جاہ اور
تغلبات کا طلب کرنا استحقاق کے رو سے نہ کرے اور اپنے فکر کو امور مُلکی
کی تدبیر کرنے سے ایک لحظ معطّل نہ کرے کیونکہ بادشاہوں کے فکر کی قوت
حفاظت مُلک کے واسطے بڑے لشکروں کی قوّت سے زیادہ تر ہوتی ہے جہل

اور بے خبری ابتدا کاموں میں موجب خرابی انجام کا ہوتا ہے۔اگر لذتوں کی طرف مشغول ہو جاوے اور ان امور میں غفلت کرے تو شہر کے انتظام میں خلل اور سستی واقع ہو جاتی ہے اور اطوار بدل جاتے ہیں اور ہر ایک اپنی اپنی خواہشوں کی پیروی کرنے میں صاحب اختیار ہو جاتا ہے اور موجبات خرابی کے ممد ہو جاتے ہیں تا سعادت شقاوت سے اور الفت دشمنی سے اور اتحاد دوری سے اور انتظام ہرج سے مبتدل ہو جاتا ہے اور شریعت الٰہی میں خلل واقع ہوتا ہے پھر از سر نو احتیاج تدبیر کرنے اور طلب کرنے امام حق اور بادشاہ عادل کی پڑتی ہے اور اس زمانہ کے لوگ نیکیوں کے حاصل کرنے سے محروم رہتے ہیں یہ جملہ امور ایک شخص کی سوء تدبیر سے وقوع میں آتے ہیں الغرض یہ خیال کرنا نہیں چاہیے کہ جب جملہ امور ملک کا اختیار میرے ہاتھ میں ہے تو عیش اور آرام میں زیادہ مصروف ہونا چاہیے یہ خیال جملہ خیالات بادشاہوں میں سے بہت فاسد اور تباہ ہے بلکہ مناسب یہ ہے کہ وقت لہو اور آرام کا بلکہ وقت امور ضروری کا مثل کھانا کھانے اور خواب کرنے اور اپنے عیال واطفال کے ساتھ نشست و برخاست کا کم کردیں اور وقت کام کرنے اور فکر اور تدبیر کرنے کا زیادہ کردیں اور چاہیے کہ اپنے راز کو پوشیدہ رکھے تا اپنی رائے کے بدلنے پر قدرت حاصل رہے اور خوف شکستگی ارادہ سے بیغم اور محفوظ رہے اور اگر دشمن بھی خبردار ہو جائے تو احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ تدبیر اُس کی کو دفع کریں طریقہ محافظت رائے کا باوجود احتیاط طلب صلاح کے لوگوں سے یہ ہے کہ مردمان دانشمند اور اہل ہمت اور ارباب عقل و عزت و تدبیر کے ساتھ مشورہ کریں کہ یہ لوگ افشاء راز نہیں کرتے اور ضعیف العقل لوگوں کے ساتھ مثل عورتوں اور لڑکوں کے ہرگز راز کی بات کہنی نہیں چاہیے۔جب ایک رائے مصمم ہو جائے تو جو افعال ضد اُس رائے کی ہوں اُن کو اُن افعال کے ساتھ کہ جو اُس رائے مصمم کے موافق ہوں ملا کر ظہور میں لائے اور اس سے پرہیز کرے کہ صرف اُسی رائے مصمم کے افعال عمل میں لائے یا جو افعال کہ ضد اُس رائے کی ہیں صرف وہ ہی ظہور میں لائے کہ دونوں طرح کے فعل محل ظن اور طریق ظاہر ہونے راز کا ہیں اور چاہیے کہ ہمیشہ مخبر اور جاسوس پوشیدہ اور مخفی حالات کی خبریں لانے کے واسطے خصوصاً دشمنوں کے احوال

دریافت کرنے کے لئے مقرر رہیں اور دشمنوں کے فعلوں سے اُن کی رائے
معلوم کرے۔کیونکہ سب سے بڑا ہتھیار دشمنوں کے مقابلہ کے لئے اُن کی
تدبیروں پر واقفیت حاصل کرنی ہے اور ذی رتبہ لوگوں کی رائے معلوم کرنے
کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے احوال اور افعال کی طرف یعنے شروع عزم اور طیاری
سازوسامان اور متفرق لوگوں کو جمع کرنا اور جمع شدہ کو متفرق کرنا اور بند
کرنا اُن چیزوں کا جن کا اجرا ہمیشہ سے ہو مثلاً غیر حاضروں کو حاضر کرنا اور
حاضروں کو غائب کرنا اور خبروں کی جستجو اور ہر ایک امر کی تلاش
میں نہایت مبالغہ کرنا اور مختلف باتوں کے سُننے کی طرف متوجہ ہونا احتیاط
اور بیداری عادت مقررہ سے زیادہ کرنے اور دیگر تغیر امور میں نظر کرے اور
محل آنے اور وارد ہونے سے اور جو امور کہ پنہانی دوستوں سے اور اہل حرم
اور خواصوں سے معلوم ہوں اور جو امور اُن لڑکوں اور غلاموں اور خدمت
گذاروں سے جو کم عقل اور کم تمیز ہوں افواہً سُننے جائیں ان سب باتوں سے
اصل راز معلوم ہوسکتا ہے اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ کثرت سے
گفتگو کرے کیونکہ ہر ایک شخص کا دوست ہوتا ہے جس سے اُس کی اُلفت ہوتی
ہے اور اپنے دل اور راز کی بات اُس سے کہتا ہے جب کثرت سے گفتگو ہوتی
ہے تو اصلی رازوں پر دلیل پیدا ہو جاتی ہے۔ اور چاہئے کہ جب تک بہت
دلایل ثابت نہو جائیں اور متواتر ثبوت اُسکا نہو تو تب تک ایک طرف پر یقین
کرنا نہیں چاہئے۔الغرض کہ اس قسم کی باتیں بادشاہوں اور بزرگوں کی رائے
معلوم کرنے کے واسطے کارآمد ہیں اور اُس کے جاننے میں بہت فوائد ہیں
ہم ضرورت کے وقت اُس کے استعمال کرنے کے لئے اور ہم احتیاط کے موقع
پر اُس سے احتراز کرنے کے واسطے۔ اور چاہئے کہ دشمنوں سے مدارا اور
استمالت سے اُن کے ساتھ موافقت پیدا کرنے کے باب میں نہایت کے
درجہ پر کوشش کرے اور جہانتک ممکن ہو ایسا کرے کہ باہم جنگ اور قتل
کی نوبت نہ پہنچے اگر پہنچے تو دو حال سے خالی نہیں ہوگا یہ شخص ابتداء
بانی جنگ کا ہوگا یا دشمن کو دفع کرنے والا ہوگا اگر خود ابتداء بانی ہے تو اول
چاہئے کہ غرض اُس کی سوائے خیر محض اور طلب دین کے کوئی اَور امر نہو
غلبہ اور فوق کو مدنظر نہ رکھے بعد اس کے حزم اور احتیاط کی شرائط عمل
میں لائے۔جبتک فتح کی امید قوی نہو تب تک لڑائی پر پیش قدمی نکرے

اور اُس لشکر کے ساتھ کہ جو متفق الکلمہ نہو ہرگز لڑائی میں نہ جائے کیونکہ دو دشمنوں کے درمیان جانا مخاطرہ عظیم رکھتا ہے اور جہاں تک ہوسکے بادشاہ بذات خود لڑائی نہ کرے کیونکہ اگر شکست ہوگی تو اُس کا تدارک نہیں ہوسکے گا اور اگر فتح ہوئی تو جو نقصان عزت اور ہیبت اور رونق وشان بادشاہ کی ذات میں واقع ہوگا اُس کا بدلہ نہیں ہوسکے گا اور لشکر کی تدبیر کے واسطے اُس شخص کو مقرر کرنا چاہیئے کہ جو تین وصفوں سے موصوف ہو اول یہ کہ شجاع اور قوی دل ہو اور اس صفت سے نہایت مشہور ہوکر بڑی ناموری حاصل کی ہو دوم یہ کہ رائے اور تدبیر اُس کی بہت مستحسن اور شائستہ ہو اور کئی طرح کے حیلہ اور فریب استعمال میں لاسکتا ہو۔ سوم یہ کہ بہت دفعہ لڑائیوں کے معرکہ دیکھے ہوں اسباب میں خوب تجربہ حاصل کیا ہو۔ اور جب تک کہ تدبیر اور حیلہ سے دشمنوں کی بیخ کنی اور پراگندہ کرنا میسر ہوسکے تو لڑائی کرنی بعید از احتیاط ہے اور شیر بابک کا مقولہ ہے کہ جہاں تازیانہ کام دے سکے وہاں عصا کو استعمال میں نہیں لانا چاہیئے اور جہاں گرز کار آمد ہو وہاں تلوار کو کام میں نہ لائے سب تدبیروں سے گذر کر پھر جنگ پر ارتکاب کرنا جائز ہے کہ آخر الدوا الکی یعنے اخیر کا علاج داغ دینا ہے اور دشمنوں میں تفرقہ ڈالنے کے واسطے بہت قسموں کے حیلہ اور فریب اور جھوٹے خط استعمال میں لانے معیوب نہیں ہیں اِلّا دغابازی اور خلاف عہد کسی حال میں جائز نہیں اور سب سے بہتر شرط جنگ کی ہوشیاری اور بیدار رہنا اور جاسوسوں اور نگہبانوں کو مقرر کرنا ہے اور جنگ میں تجار لوگوں کے بیج کا لحاظ رکھنا چاہیے اور جب تک کہ بہت نفع کی اُمید نہو لوگوں کے آلات واسباب پر دست اندازی کرنی نہیں چاہیئے اور لڑائی کی جگہ پر لحاظ کیا جائے اپنے لشکر کے واسطے ایسی جگہ تجویز کرنی چاہیئے کہ لائق حفاظت اور صلاحیت کے ہو بجز وقت ضرورت کے قلعہ اور خندق کی پناہ نہ لے کیونکہ ان چیزوں کا استعمال باعث غلبہ دشمن کا ہوتا ہے۔ اور جو شخص لڑائیوں میں دلیری اور شجاعت سے مشہور اور ممتاز ہو اُس پر بہت انعام اور بخشش اور اس کی تعریف و توصیف کرنی چاہیئے اور ثبات اور صبر استعمال میں لانا چاہیئے اور سُستی اور تہوّر سے پرہیز کرے اور دشمن ضعیف کو حقیر جاننا اور تیاری و فراہمی اسباب و سامان کی بخوبی نہ کرنی ہوشیاری سے بعید ہے کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ

اپنے بہت کم جماعت والے لوگ غالب ہوئے ہیں بڑی جماعت والے لوگوں پر بحکم اللہ تعالے سے جب فتح حاصل کرے تو تدبیر ترک نہ کرے اور احتیاط اور حزم میں کسی طرح کی فروگذاشت نہ کرے اور اگر کسی شخص کو زندہ گرفتار کر سکے تو حتے الامکان قتل نہ کرے کیونکہ قید رکھنے میں بہت منفعتیں ہیں مثل غلام بنانے اور اپنے قیدیوں سے معاوضہ کرنے اور مال حاصل کرنے اور اُس پر احسان کرنے کے - قتل کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور بعد فتح حاصل کرنے کے ہرگز کسی کو قتل نہ کرے اور عداوت اور تعصب کو استعمال میں نہ لائے کیونکہ بعد فتح حاصل کرنے کے دشمن لوگ مثل رعایا اور غلاموں کے ہو جاتے ہیں حکمار کی تواریخ میں مذکور ہے کہ ارسطا طالیس کو خبر پہنچی کہ سلطان سکندر نے ایک شہر کے فتح کرنے کے بعد اہل شہر کے قتل کرنے سے ہاتھ نہ اُٹھایا ارسطا طالیس نے اُس کی طرف خط عتاب کا لکھا اور اُس میں یہ لکھا کہ اگر فتح کرنے سے پہلے اپنے دشمنوں کے قتل کرنے میں تم معذور تھے تو بعد فتح کے تم کیا سند اور عذر اپنے ماتحت لوگوں کے قتل کرنے کے لیئے رکھتے ہو - اور استعمال کرنا عفو کا بادشاہوں کے لیئے بہت نیک ہے بہ نسبت دوسرے لوگوں کے کیونکہ عفو کرنا بعد حصول قدرت انتقام کے بہت نیک ہے اور فے الواقع عفو کے باب میں کسی شخص نے کیا اچھا فرمایا ہے ؛

سالزم نفسی الصفح عن کل مذنب
قریب ہے کہ میں لازم پکڑوں گا عفو کو ہر گناہ گار سے

وان کثرت منہ علے جرائم
اگرچہ زیادہ ہوں اُس کی طرف سے میرے پر جرم

وما الناس الا واحد من ثلٰثۃ
اور نہیں ہیں لوگ مگر ایک قسم تین قسموں میں سے

شریف و مشروف ومثل مقاوم
اعلے اور ادنے اور مساوی ٭٭٭

فاما الذی فوقی فاعرف قدرہ
مگر وہ کہ زیادہ ہے مجھ سے پس پہچانتا ہوں میں قدر اُسکا

واتبع فیہ والحق لازم ٭
پس متابعت کرتا ہوں میں بیچ اُسکے حق کے اور حق لازم ہے ہونا

واما الذی دونی فان قال صنت
الا وہ شخص کہ مجھ سے کم رتبہ ہے اگر مجھکو کچھ کہے تو محفوظ رکھتا ہوں میں

عن اجابتہ عرضی وان لام لایم
قبول کرنے سے اپنی عزت کو اگرچہ ملامت کرے ملامت کنندہ

واما الذی مثلی فان زال او ہفا
الا جو شخص مثل میری ہو پس اگر اُسکا پانو لغزش کرے تو دستگیری کروں میں

تفضلت ان الفضل بالحق حاکم
اور نیکی کروں میں البتہ نیکی کرنی حاکم حق کی ہے

الا اگر لڑائی میں یہ شخص دشمن کو اپنے حال سے دفع کرتا ہے اور مقابلہ کرنے

کی قوت رکھتا ہے تو اس باب میں کوشش کرنی چاہیئے کہ کسی طرح کمین یا شبخون کے طور پہ دشمنوں پر وارد ہو کیونکہ اکثر اہل شہر کہ جن کے ساتھ لڑائی اور جنگ کا اتفاق اُن کے شہروں میں پڑا ہے مغلوب ہو گئے ہیں اگر تاب مقابلہ کی نہیں رکھتا تو قلعہ اور خندقوں کی تدبیر میں بخوبی احتیاط عمل میں لائے اور صلح کرنے کے واسطے صَرف کرنا مال کا اور بہت طرح کے حیلہ اور مکر استعمال میں لانے چاہئیں۔ بادشاہوں کی سیاست کے باب میں یہ جملہ گفتگو ہے؛

پانچویں فصل خدمتگاروں کی سیاست اور تابع داران بادشاہوں کے آداب بیان کرنے میں ہے

بادشاہوں اور رئیسوں کے ساتھ عام لوگوں کو برتاؤ اِس صورت پر رکھنا چاہیئے کہ ان کی نصیحت اور خیرخواہی میں زبان اور دل سے قصور نہ کریں اور ان کے اوصاف اور خوبیوں کے افشا کرنے اور عیب پوشی میں بدرجہ غایت سعی کریں اور جو حقوق اُن کے اُنپر مقرر ہوں مثل خراج وغیرہ کے اُن کو خوشی اور کشادہ پیشانی سے ادا کریں ہرگز دل تنگی اور اکراہ اس میں نہ کریں اور اُن کے احکام کی فرمانبرداری پر حتی الوسع قائم رہیں اور اُن کی ہیبت اور حشمت کی نگاہداشت میں بہت کوشش عمل میں لائیں مصیبت اور حادثہ کے وقت جان اور مال و گھر بار کے صَرف کرنے سے بہ نظر محافظت دین اور عیال و اطفال اور شہر کے دریغ نہ کریں اور جو لوگ بادشاہوں کی خدمت پر مقرر نہ ہوں اُن کو چاہیئے کہ قرب اُن کا نہ چاہیں کیونکہ بادشاہ کی صحبت مشابہ اِس کے ہے کہ کوئی آگ میں داخل ہو جائے یا کسی درندہ کے ساتھ گستاخی کرنی شروع کرے اور جس شخص نے بادشاہوں کے قرب کا امتحان کیا ہوا ہو اُسپر اپنی زندگی کی لذت اور خوشی منغص ہو جاتی ہے اور جو شخص ان کی خدمت پر مشغول ہو اُس کو ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے کہ جس خدمت پر وہ مامور ہو اُسی خدمت کو ہمیشہ بجا لائے اور جس خدمت کا ذمہ وار ہو اُسی پر ہمیشگی کرے اور اس امر میں سعی رکھے کہ جب مخدوم اُس کو طلب کرے حاضر پائے اور ہمیشہ حاضر رہنے سے بھی جو موجب ملال خاطر کا ہوتا ہے پرہیز کرے کیونکہ کثرت اژدحام لوگوں سے ملالت ہو جاتی

ہے جب رئیسوں کے پاس اکثر انبوہ لوگوں کی ہوتی ہے تو اُن کو جلدی ملال پیدا ہو جاتا ہے اور چاہیئے کہ جو کام مخدوم سے صادر ہو اُس کی مدح کرے اور راستی سے اُس کام کی وصف کرے۔ جب تامل اور غور سے دیکھا جائے تو کوئی کام دنیا میں ایسا نہیں ہے کہ دو حال سے خالی ہو ایک نیک اور دوسرا بد پس وجہ نیک کو اختیار کرکے اُس کا حوالہ اپنے مخدوم کی طرف کرے اور حاضر و غایب اُس کے نیک فعلوں کا بہت ذکر کرے۔ اگر مخدوم کے کاموں کی تدبیر اس کی تفویض ہو مثلاً یہ شخص وزیر یا مشیر یا معلم اُس کا ہو اور اُس کے کاموں کی صلاحیت اِسپر واجب ہو تو اُس کو جاننا چاہئے کہ بادشاہ اور رئیس لوگ مثل اُس سیل دریا کے ہوتے ہیں جو پہاڑ کی بلندی سے نیچے کو آتا ہو جو شخص اُس کو ایک دفع ایک طرف سے دوسری طرف لے جانا چاہے تو خود ہلاک ہو جائے گا اگر اوّل نرمی اور مدارا سے ایک طرف اُس کے خاک و خاشاک سے بلند کرکے دوسری طرف لے جانا چاہے تو بآسانی لے جا سکتا ہے اسی طرح مخدوم کی رائے جو متضمن فساد کے ہو اُس کے بدلنے کے واسطے نرمی اور تدبیر عمل میں لانی چاہیئے اور حکومت کے طور پر اپنے مخدوم کو کسی کام کی تحریص نہیں کرنی چاہیئے بلکہ برخلاف رائے اُس کی کے جو وجہ مصلحت کی ہو اُسپر ظاہر کرے اور اس کام کی خرابی انجام پر اُس کو آگاہ کرے اور بتدریج خلوت اور الفت کے موقعوں میں اہل سلف کی حکایات اور نظیریں بیان کرکے اُس رائے کی قباحت اُس کے ذہن نشین کرے اور چاہیئے کہ مخدوم کے راز پوشیدہ رکھنے میں بہت کوشش کرے احتیاط کا طریق اس باب میں یہ ہے کہ جتنے اوسع حالات ظاہری اُس کے پوشیدہ رکھے تا جب اس قسم کی باتوں کے پوشیدہ رکھنے کا ملکہ ہو جائے گا تو اسرار کی باتوں کا پوشیدہ رکھنا اُس پر آسان ہو جائے گا اور مخدوم کو بھی جب یہ حال اُس کا معلوم ہوگا تو راز کے آشکارا کرنے کی تہمت کبھی اُس پر عاید نہ ہوگی۔ کیونکہ ظاہری حالات سے راز پوشیدہ اکثر ظاہر ہو جاتے ہیں اور اُس وقت میں رؤسا کو اُن لوگوں کی نسبت جو اُس راز میں محل اعتماد کا ہوں ظن بد پیدا ہو جاتا ہے اور راز کے آشکارا ہونے کا یہ سبب ہے کہ جہان کے کام ایک دوسرے کے ساتھ پیوستہ ہیں بعض کاموں سے بعض دیگر کی طرف سراغ حاصل ہو سکتا ہے اور

جاننا چاہیے کہ بادشاہوں اور رئیسوں کے لئے ایک ہمت ہوتی ہے کہ جس کے سبب سے وہ دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوتے ہیں اور وہ ایسی ہمتیں ہیں کہ جس کے سبب تمام خلقت سے خدمت اور بندگی کرانی چاہئے ہیں اور اپنی ذات کو ہر کام میں جو کرتے ہیں سچا جانتے ہیں سبب اس خصلت کا یہ ہے کہ لوگ اُن کی مدح اور تعریف کیا کرتے ہیں اور علے سبیل تواتر ان کے افعال اور رایوں کے استحسان اور راستی بیان کرتے رہتے ہیں چاہئے کہ کسی طرح کسی کام میں کسی جرم کو اپنے مخدوم کی طرف منسوب نہ کرے اگرچہ مخدوم کے ساتھ اُس کی نہایت بے تکلفی ہو اگر کوئی چیز مخدوم کی طرف سے اُس کو قبیح معلوم ہو تو زبان پر نہ لائے اگر سہو سے لائے تو اُسپر اقرار نہ کرے اگرچہ مخدوم تک وہ بات پہنچ جاوے کیونکہ اقرار اور خبر میں بہت فرق ہے اور جب درمیان اُس کے اور مخدوم اُس کے کے ایسا امر واقع ہو جاوے کہ قباحت اُس کی ان دونوں میں سے ایک کے نام عاید ہوتی ہے ایسا حیلہ کرے کہ اُس قباحت کو اپنی طرف عاید کرے اور اپنے مخدوم کو اُس سے بری رکھے جب وہ بری ہو جاوے تو ایسا حیلہ کرے کہ شبہہ اُس کا پھر مخدوم کی طرف سے دور ہو جاوے اور جو چیزیں مخدوم کے نزدیک مرغوب اور مکروہ ہوں اُن سب کو خیال کرکے مرغوب چیز مخدوم کے واسطے اختیار کرے اگرچہ مکروہ چیز اس کے واسطے باقی رہے اور اس بات کو بخوبی اپنے ذہن نشین کرلے کہ بندگی کے باب میں کوئی چیز با منفعت زیادہ اپنے حظ نفس کے ترک کرنے سے نہیں ہے جب یہ بات اپنے ذہن نشین کرلے گا تو جو معاملات اس کے اور مخدوم اس کے کے درمیان واقع ہوں اور اپنا حظ ان میں معلوم کرے تو اپنے حظ کو ترک کردے اور اس سے اجتناب کرے مخدوم کا ذمہ خاص کردے تا ثمرہ نیکی کا بھی اس کے نصیب ہو کیونکہ اگر پہلے اپنے حظ اٹھانے میں مشغول ہو جائے تو فساد اور خلل پیدا ہوگا اور ترک کرنا کام کا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ اُس میں فساد پیدا ہو اور رئیسوں سے منافع حاصل کرنے کے واسطے بہت سعی عمل میں لانی چاہئے اور ہرگز الحاح اور عاجزی سے مانگنا نہ چاہئے حرص اور طمع نہ کرے بلکہ قناعت کی عادت پکڑے کیونکہ خود دنیا اُس شخص کی طرف رجوع کرتی ہے کہ جو اُس سے روگردانی کرے اور اُس شخص سے روگردانی کرتی ہے جو اُس کی طرف مائل اور حریص ہو اور اس

امر میں کوشش کرنی چاہیے کہ رئیسوں اور مخدوموں سے اسباب منافع کے طلب کرے تو ذات منافع کی مثلاً کشادہ دستی اُن امور میں جو موجب حصول منافع اور فوائد کا ہوں تا سوال بھی نہ کرنا پڑے اور فواید بھی بہت حاصل ہو جائیں حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ مخدوم کی طفیل نفع اُٹھائے نہ ذات مخدوم سے کیونکہ جو شخص رئیسوں سے نفع چاہتا ہے اُس سے وہ ناراض ہوجاتے ہیں اور جو کوئی اُن کی طفیل نفع حاصل کرے اُس کو عزیز جانتے ہیں اور اپنی ذات کو مخدوم کی آنکھوں میں ایسا ارادتمند دکھائے کہ مخدوم کے اشارہ سے تمام مال اور اسباب اپنا خرچ کردے گا کیونکہ اگر ایسا کرے گا تو اُس کو اُس کے مال کی طرف طمع نہوگی - اگر مناقشہ اور غدر عمل میں لائے تو حرص اُس کی تیز ہوجائے گی کہ الممنوع محروص علیہ والمبذول مملول - یعنے جس چیز سے منع کیا جائے اُس پر حرص زیادہ ہوتی ہے - اور جس چیز کو دیا جائے اُس سے بیزاری حاصل ہوتی ہے - اور اس امر میں کوشش کرے کہ جاہ اور مال سے جو چیز حاصل کرے اُس سے مخدوم کی زینت اور شان چاہیے ؛ اپنی ذات کی زینت کیونکہ یہ طریقہ داخل وفاداری اور مروّت کے ہے اور اُس چیز کے لینے سے پرہیز کرے کہ جس سے امتیاز اور خصوصیت مخدوم کی ہو یا دیگر رئیسان کے لایق ہو جو مثل اُس کے مخدوم کے ہوں ورنہ اُس چیز کو محل زوال اور اپنی ذات کو معرض بلا کی میں ڈالنے والا ہوگا اور کسی چیزمیں جو مخدوم کی طرف سے حاصل ہو استغنا ظاہر کرنا نہیں چاہیے اگرچہ وہ چیز حقیر ہو بھر حال اُن چیزوں میں جو مخدوم کی طرف سے حاصل ہوں قناعت اور رضا کا طریق اختیار کرنا چاہیے اگر مخدوم غصہ اور عتاب اُس کے حال پر کرے تو ہرگز اُس کی شکایت نہ کرے اور دل میں کینہ اور عداوت کو دخل نہ دے اور جرم کو اپنے ذمہ لگاوے اور بعد اس کے اس امر میں جہد اور کوشش کرے کہ اُس کے غصہ کو جس طرح ہوسکے رفع کرے اگر کسی حاکم ظالم اور بدخود کے پنجے میں مبتلا ہوجائے تو اُس کو جاننا چاہیے کہ وہ دونوں مصیبتوں میں گرفتار ہے اول یہ کہ حاکم سے موافقت کرے اور رعیت کے ساتھ ظلم سے پیش آوے اس میں بربادی دین اور مروت کی متصور ہے دوم یہ کہ رعیت سے موافقت کرے اور حاکم کو ناراض رکھے اسمیں اُس کے مال وجان کی بربادی ہے ان دو مصیبتوں سے خلاصی ان دو

چیزوں سے ہو سکتی ہے مرگ یا مفارقت کلی حاکم بدخو کے ساتھ بھی سوائے وفاداری کے اور کوئی طریق برتاؤ کا نہیں ہے یہانتک کہ اللہ تعالے اُسے مفارقت اور نجات بخشے ابن المقنع کے آداب میں لکھا ہے کہ اگر بادشاہ تمکو برادر بنائے تم اُس کو خداوند اپنا جانو اگر قرب تمہارا زیادہ کرے تم اُس کی تعظیم زیادہ کرو جب اُس کے نزدیک تمہارا مرتبہ بلند ہو جائے تو تملق لفظی مثل اُس کے کہ متواتر عاجزی اور ہر بات میں دُعا کرنی استعمال میں نہ لائے کہ یہ علامت وحشت اور بیگانگی کی ہے مگر مجلس اور دربار میں کہ وہاں اس باب میں فروگذاشت نہیں کرنی چاہئے اور مخدوم کے ساتھ یہ تقریر نہ کرے کہ میرا آپ پر حق ہے یا حق خدمت سابقہ کا رکھتا ہوں بلکہ از سر نو خیرخواہی اور فرمانبرداری کرنے سے حقوق سابقہ کو اُس کے نزدیک تازہ کرے جیسا کہ اخیر کی خدمت پہلی خدمت کو زندہ کرے کیونکہ بادشاہ اُس حق کو کہ اول سے آخیر تک برابر ظہور میں نہ آئے فراموش کر دیتے ہیں اور تمام آدمیوں کے حال سے رحم منقطع کرتے ہیں کوئی کام وزارت سے زیادہ سخت نہیں ہے کیونکہ اس رتبہ عالیہ کی ہوس بہت لوگوں کو ہوتی ہے اور بڑے بڑے ارکین سلطنت کو اُس کا حسد ہوتا ہے جو اُس کے ساتھ گھروں اور مکانوں میں شرکت اور مشارکت رکھتے ہیں اور ہمیشہ اس منصب کے طامع لوگ دام لگا کر منتظر اور متوقع فرصت کے ہوتے ہیں وزیر کے حق میں کوئی امر نیک مثل مستقیم الطبع اور صحیح المزاج ہونے کے نہیں ہے ہم ظاہر اور ہم باطن میں اور چاہئے کہ اگر کسی حاسد اور دشمن کے مکر اور چغلی پر اطلاع پائے تو حسب ظاہر ایسا دکھائے کہ اس کو اس امر سے کچھ اندیشہ نہیں ہے اور مخدوم کے سامنے غصہ اور کینہ ان کی طرف سے ظاہر نہ کرے کہ اس امر میں ان کی بات تصدیق ہو جاتی ہے اگر اُن کے ساتھ سوال جواب اور مناظرہ و تکرار کا موقع آجائے تو حلم اور وقار اور دلیل سے جواب دے کہ ہمیشہ غلبہ حلیم کے واسطے ہوتا ہے اور نیز ابن المقنع کے آداب میں سے منقول ہے کہ بادشاہوں کے خادموں کی یہ شرائط ہیں کہ جو امر اپنی طبع کو مکروہ معلوم ہوں اُنپر نفس کو مرتاض کرنا اور موافقت کرنی بادشاہوں کے ساتھ اُن امور میں جو اپنی رائے کے مخالف ہوں اور تعمیل امور کی اُن کی مرضی کے موافق کرنی اور راز کو پوشیدہ رکھنا اور جن چیزوں پر تم کو واقف

کرنا نہ چاہیں اُن میں بحث نہ کرنی اور ہر طرح سے اُن کی رضامندی حاصل کرنے
میں کوشش کرنی اور اُن کے قول کی تصدیق اور رائے کی تحسین کرنی اور
نیکیوں کو مشہور اور عیبوں کو پوشیدہ کرنا اور جس چیز کو وہ نزدیک کرنا چاہیں
اُس کو نزدیک کرنا اور جس کو دور رکھنا چاہیں اُس کو دور کرنا اور تخفیف کرنا اپنی
تکلیف کا اُن پر اور اُن کی تکلیف کو اپنے پر گوارا کرنا اور اُن کی فرمانبرداری میں
کوشش کرنے کی عادت ٹھہرانا اور جس شخص کو بادشاہ کی خدمت سے گنجایش
علیحدگی کی ہو اُس کو چاہیئے کہ خدمت کی حرص نہ کرے کیونکہ بادشاہ کی ذات
حائل اور مانع ہوتی ہے درمیان آدمیوں کے اور لذت دُنیا اور عمل عاقبت کے اگر
خدمت پر مقرر ہو جاوے تو چاہیئے کہ اُن کی خفگی اور دشنام وہی کو خفگی اور دشنام
نہ جانے اور اُن کی سختی کو سختی نہ تصور کرے کیونکہ اگر سختی جانے گا تو غرور عزت کا
اُن کی زبان کو آدمیوں کی ہتک عزت کے لئے بدون سابقہ کسی غصہ کے زیادہ کشادہ
کرے گا پس اسی مقدار ان کے ساتھ مدارا کرنا چاہیئے اور اس سے اندیشہ اور خوف
نہ کرے اور جس شخص پر خفگی مخدوم کی ہو اور متہم ہو اُس سے اجتناب کرے
اور ایک مجلس میں اُس کے ساتھ نہ بیٹھے اور اُس کی تعریف اور عذر خواہی
نہ کرے جبتک کہ مخدوم کا غصہ اُس کی نسبت سے فرو نہو جائے اور جبکہ اُس
کی مہربانی کی اُمید ہو اُسوقت کسی طریق مناسب پر اُس کی طرف سے عذر خواہی
کرے تا مہربان ہو جاوے۔ نیز آداب ابن المقنع سے منقول ہے کہ جب مالک تمہارے
ساتھ بات کرے ہمہ تن متوجہ ہو کر اُس کو سُننا چاہیئے کسی دوسری چیز کی
طرف نظر اور خیال ہرگز نہ کرے اور بادشاہ کی مجلس میں پوشیدہ کوئی بات
نہ کریں کیونکہ جس کے روبرو دو آدمی پوشیدہ باتیں کریں اُن کو اُن کی
طرف سے دل میں کینہ ہو جاتا ہے بادشاہ کی حضور میں زیادہ تر اس کا
لحاظ رکھنا چاہیئے۔ جب کسی سے سوال کرے تم جواب نہ دو کہ اس
میں تمھاری بھی سُبکی ہے اور سائل اور مسؤل کی بھی خفت ہے باوجود
اس کے اگر سائل کہے کہ ہم سے نہیں پوچھتے تو تم کیا جواب دوگے؟
اگر کسی ایسی جماعت سے استفسار کرے کہ تم بھی اُس جماعت
مین داخل ہو تو تم جواب دینے میں سبقت نہ کرو کیونکہ دوسرے
لوگ تمھارے دشمن ہو جائیں گے اور تمھاری بات پر عیب پکڑیں گے اور
تمھاری خطا پر رحم نہیں کرینگے بلکہ جواب میں تاخیر کرنی چاہیئے تا دوسرے لوگ جواب

ویں اور عیب و ہنر ہر بات کا تم کو معلوم ہو پس اُس موقع پر اگر تم جواب بہتر جانتے ہو تو کہنا چاہئیے اگر بادشاہ تم کو عزیز رکھے تو بادشاہ کے قریبی اور خادمان قدیمی پر تقدم اور پیشروی کرنی چاہئیے یہ امر کمینوں کے اخلاق ہیں سے ہے۔ اور جاننا چاہئیے کہ ہرایک انسان کو خواہ بادشاہ ہو خواہ مفلس ایک نہ ایک شخص سے مناسبت طبعی ہوتی ہے اگرچہ وہ شخص رتبہ میں کم ہو تو بھی اُس کے ساتھ الفت اور اُنس اختیار کرتا ہے اگرچہ حسب ظاہر اُس سے دور ہو سبب اِس کا جانبین سے پیوند اور ارتباط روحوں کا ہے اور کیونکر تم بے اندیشہ ہوسکتے ہو اس امر سے کہ جس شخص پر تم فوق اور تقدم اپنا چاہتے ہو اگر اُس شخص کا در باطن مخدوم کے ساتھ ارتباط اور وسیلہ ہو اور اُس حق کو وہ ضایع نہ کرسکے پس دونوں تمھاری دفع کے واسطے آمادہ ہو جائیں اگر بادشاہ کسی امر میں رائے اپنی ظاہر کرے اور تمھاری رائے اُس کے برخلاف ہو تو تم بادشاہ کی رائے کی موافقت کرو اور فروتنی عمل میں لاؤ اور جانو کہ حقیقت میں بادشاہ وہ ہے نہ تم پس بہتر ہے کہ تم اُس کے ارادہ کی متابعت کرو نہ یہ کہ اُس سے موافقت اور اطاعت کرانی چاہو موافق اپنی رائے اور خواہش کے کلام کرنی چاہئیے جُملہ کلام اِس باب میں یہ ہے واللہ اعلم بالصواب۔

چھٹی فصل صداقت یعنے دوستی کی فضیلت کے بیان میں اور اُن کے ساتھ برتاؤ کی کیفیت

جب انسان مدنی بالطبع ہے اور کمال ہونا سعادت اُس کی کا اُس کے دوستوں اور دیگر ابنائے جنس پر منحصر ہے اور جس کا کمالِ غیر پر منحصر ہو تنہا کامل نہیں ہوسکتا پس کامل اور سعید وہ شخص ہوتا ہے کہ دوستوں کے حاصل کرنے کے واسطے نہایت کوشش مبذول عطا کرے اور جو نعمتیں اُس کو نصیب ہیں اُن میں دوستوں کو شامل کرے جو چیز تنہا حاصل نہیں کرسکتا ان کی مددگاری سے حاصل کرے اور اپنی مدت حیات میں ان کے وجود سے فائدہ اور لذّت اُٹھائے یعنے فائدہ حقیقی اور لذت آلہی جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں نہ لذّت حیوانی اور فائدہ جسمانی۔ لیکن ایسے دوست بہت کمیاب اور ارباب لذت حیوانی اور فائدہ جسمانی کے کثیرالوجود ہیں ان کے ساتھ برتاؤ

کرنا نہ چاہیں اُن میں بحث نہ کرنی اور ہر طرح سے اُن کی رضامندی حاصل کرنے میں کوشش کرنی اور اُن کے قول کی تصدیق اور رائے کی تحسین کرنی اور نیکیوں کو مشہور اور عیبوں کو پوشیدہ کرنا اور جس چیز کو وہ نزدیک کرنا چاہیں اُس کو نزدیک کرنا اور جس کو دور رکھنا چاہیں اُس کو دور کرنا اور تخفیف کرنا اپنی تکلیف کا اُن پر اور اُن کی تکلیف کو اپنے پر گوارا کرنا اور اُن کی فرمانبرداری میں کوشش کرنے کی عادت ٹھرانا اور جس شخص کو بادشاہ کی خدمت سے گنجایش علیحدگی کی ہو اُس کو چاہیئے کہ خدمت کی حرص نہ کرے کیونکہ بادشاہ کی ذات حائل اور مانع ہوتی ہے درمیان آدمیوں کے اور لذت دُنیا اور عمل عاقبت کے اگر خدمت پر مقرر ہو جائے تو چاہیئے کہ اُن کی خفگی اور دشنام دہی کو خفگی اور دشنام نہ جانے اور اُن کی سختی کو سختی نہ تصور کرے کیونکہ اگر سختی جانے گا تو غرور عزت کا اُن کی زبان کو آدمیوں کی ہتک عزت کے لئے بدون سابقہ کسی غصہ کے زیادہ کشادہ کردے گا پس اسی مقدار ان کے ساتھ مدارا کرنا چاہیئے اور اس سے اندیشہ اور خوف نہ کرے اور جس شخص پر خفگی مخدوم کی ہو اور متہم ہو اُس سے اجتناب کرے اور ایک مجلس میں اُس کے ساتھ نہ بیٹھے اور اُس کی تعریف اور عذر خواہی نہ کرے جبتک کہ مخدوم کا غصّہ اُس کی نسبت سے فرو نہو جائے اور جبکہ اُس کی مہربانی کی اُمید ہو اُسوقت کسی طریق مناسب پر اُس کی طرف سے عذر خواہی کرے تا مہربان ہو جائے۔ نیز آداب ابن المقنع سے منقول ہے کہ جب مالک تمہارے ساتھ بات کرے ہمہ تن متوجہ ہو کر اُس کو سُننا چاہیئے کسی دوسری چیز کی طرف نظر اور خیال ہرگز نہ کرے اور بادشاہ کی مجلس میں پوشیدہ کوئی بات نہ کریں کیونکہ جس کے روبرو دو آدمی پوشیدہ باتیں کریں اُن کو اُن کی طرف سے دل میں کینہ ہو جاتا ہے بادشاہ کی حضور میں زیادہ تر اس کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ جب کسی سے سوال کرے تم جواب نہ دو کہ اس میں تمھاری بھی سُبکی ہے اور سائل اور مسئول کی بھی خفت ہے باوجود اس کے اگر سائل کہے کہ ہم سے نہیں پوچھتے تو تم کیا جواب دوگے؟ اگر کسی ایسی جماعت سے استفسار کرے کہ تم بھی اُس جماعت میں داخل ہو تو تم جواب دینے میں سبقت نہ کرو کیونکہ دوسرے لوگ تمھارے دشمن ہو جائیں گے اور تمھاری بات پر عیب پکڑیں گے اور تمھاری خطا پر رحم نہیں کرینگے بلکہ جواب میں تاخیر کرنی چاہیئے تا دوسرے لوگ جواب

ویں اور عیب و ہنر ہر بات کا تم کو معلوم ہو پس اُس موقع پر اگر تم جواب بہتر جانتے ہو تو کہنا چاہئے اگر بادشاہ تم کو عزیز رکھے تو بادشاہ کے قریبی اور خادمان قدیمی پر تقدم اور پیشروی کرنی چاہئے یہ امر کمینوں کے اخلاق میں سے ہے۔ اور جاننا چاہئے کہ ہر ایک انسان کو خواہ بادشاہ ہو خواہ مفلس ایک نہ ایک شخص سے مناسبت طبعی ہوتی ہے اگرچہ وہ شخص رتبہ میں کم ہو تو بھی اُس کے ساتھ الفت اور اُنس اختیار کرتا ہے اگرچہ حسب ظاہر اُس سے دور ہو سبب اِس کا جانبین سے پیوند اور ارتباط روحوں کا ہے اور کیونکر تم بے اندیشہ ہو سکتے ہو اس امر سے کہ جس شخص پر تم فوق اور تقدم اپنا چاہتے ہو اگر اُس شخص کا در باطن مخدوم کے ساتھ ارتباط اور وسیلہ ہو اور اُس حق کو وہ ضایع نہ کر سکے پس دونوں تمھاری دفع کے واسطے آمادہ ہو جائیں اگر بادشاہ کسی امر میں رائے اپنی ظاہر کرے اور تمھاری رائے اُس کے برخلاف ہو تو تم بادشاہ کی رائے کی مواقفت کرو اور فروتنی عمل میں لاؤ اور جانو کہ حقیقت میں بادشاہ وہ ہے نہ تم پس بہتر ہے کہ تم اُس کے ارادہ کی متابعت کرو نہ یہ کہ اُس سے موافقت اور اطاعت کرانی چاہو موافق اپنی رائے اور خواہش کے کلام کرنی چاہئے جُملہ کلام اِس باب میں یہ ہے واللہ اعلم بالصواب ٭

چھٹی فصل صداقت یعنے دوستی کی فضیلت کے بیان میں اور اُن کے ساتھ برتاؤ کی کیفیت

جب انسان مدنی بالطبع ہے اور کمال ہونا سعادت اُس کی کا اُس کے دوستوں اور دیگر ابنائے جنس پر منحصر ہے اور جس کا کمالِ غیر پر منحصر ہو تنہا کامل نہیں ہو سکتا پس کامل اور سعید وہ شخص ہوتا ہے کہ دوستوں کے حاصل کرنے کے واسطے نہایت کوشش مبذول عطا کرے اور جو نعمتیں اُس کو نصیب ہیں اُن میں دوستوں کو شامل کرے جو چیز تنہا حاصل نہیں کر سکتا ان کی مددگاری سے حاصل کرے اور اپنی مدت حیات میں ان کے وجود سے فائدہ اور لذّت اُٹھائے یعنے فائدہ حقیقی اور لذت آلہی جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں نہ لذّت حیوانی اور فائدہ جسمانی۔ لیکن ایسے دوست بہت کمیاب اور ارباب لذت حیوانی اور فائدہ جسمانی کے کثیر الوجود ہیں ان کے ساتھ برتاؤ

مختصر رکھنا بہتر ہے کیونکہ یہ گروہ بمنزلہ نمک اور مصالحہ کے ہیں اگرچہ طعام
میں ان کی احتیاج ہوتی ہے الّا قائم مقام غذا کے نہیں ہوسکتے۔ مگر دوست
حقیقی شمار میں بہت نہیں ہو سکتے کیونکہ شریف چیز کمیاب ہوتی ہے اور جو
چیز کمیاب ہو وہ عزیز الوجود اور ذیقدر ہوتی ہے اور جب محبّت اُس کی افراط
کے درجہ کو پہنچے اور اکثر افراط محبت کا جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں سوائے
درمیان دو شخصوں کے نہیں ہوتا پس دوست حقیقی شمار میں بہت نہوئے
الّا وہ حسن سلوک اور خوش خُلقی جو دوست حقیقی کے ساتھ ازروے استحقاق
کے کرنی پڑتی ہے وہ بہت غیر مستحقوں کے ساتھ بھی بنظر طلب فضیلت
استعمال میں لانی چاہیئے کیونکہ نیک اور اہل فضیلت آدمی اپنے اہل تعارف کے
ساتھ دوستوں کے برتاؤ عمل میں لاتا ہے اور ہر ایک سے درخواست دوستی
حقیقی کی کرتا ہے۔ اور ارسطا طالیس کا قول ہے کہ ہر حال میں انسان دوست
کا محتاج ہے الّا حالت رفاہ میں بسبب احتیاج ملاقات اور مدد کرنے کے اُنکے
حال پر اور سختی کی حالت میں بباعث احتیاج اُن کی مدد اور غمخواری کے اور
فی الحقیقت بادشاہان عظیم الشان کو احتیاج اُن لوگوں کی طرف جو مستحق تربیت
اور نکو کاری کے ہیں ایسی ہے جیسا کہ مساکین کو احسان کرنے والوں کی
طرف احتیاج ہے خواہش اور طلب فضیلت دوستی کی جو انسانوں کی طبایع
میں پیدا کی گئی ہے وہ انسان کو برانگیختہ کرتی ہے اس بات پر کہ معاملات میں
ایک دوسرے کے ساتھ مشارکت کریں اور باہم دگر حسن سلوک رکھیں اور سامان
لہو و بازی اور شکار کرنے اور ریاضت کرنے اور دعوتوں کے موقعہ میں باہم یکجا
رہیں اس مقام تک حکیم کی کلام ہے۔ اور حکیم انسقراطیس کا مقولہ ہے کہ مجھکو
تعجب ہے اُن لوگوں کے حال سے کہ اپنی اولاد کو بادشاہوں کی تواریخ اور اُن کے
وقایع اور ذکر لڑائیوں اور معرکوں کے اور حالات بدلا لینے کے ایک دوسرے
سے سکھلاتے ہیں اور یہ اُن کے دل میں نہیں آتا کہ الفت اور محبت کی باتیں
اور دوستی حاصل کرنے کے حالات اور جو چیزیں لوازم محبّت اور فضیلت میں
سے مثل عام نیکیوں کے اور وہ محبت اور الفت کہ جس کے بدون معیشت
ناممکن اور زندگی محال ہے اولاد کو سکھلانے بہتر ہیں کیونکہ اگر تمام دنیا اور
نعمتیں دنیا کی کسی شخص کو حاصل ہوں اور یہ ایک خصلت اُس میں نہو تو
زندگانی اُسپر وبال ہوتی ہے بلکہ زندگی اُس کی ناممکن ہے اگر کوئی شخص محبت

اور دوستی کو ناچیز اور خوار سمجھے حقیقت میں وہ خود ناچیز اور خوار ہے اگر وہ گمان کرے کہ حاصل کرنا اس کا آسان ہے تو یہ گمان اُس کا خطا ہے کیونکہ حاصل کرنا ایسے دوستوں کا جو عندالامتحان صادق اور نیک ہوں نہایت مشکل ہو سکتا ہے اور میرا یہ اعتقاد ہے کہ دوستی کی قدر اور محبت کی بزرگی جمیع خزاین اور دفاین دنیا اور ذخایر بادشاہی اور اُن نفیس چیزوں سے کہ جس کی طرف اہل دنیا کی رغبت ہے از قسم جواہرات بری اور بحری اور دیگر اسباب منافع مثل زراعت اور عمارت اور دیگر متاع وغیرہ سے زیادہ تر ہے اور یہ مجملہ نعمتیں بمقابلہ فضیلت دوستی کے کم وزن ہیں کیونکہ کوئی چیز اُن میں سے اُس حالت میں کہ مصیبت مفارقت معشوق کی وارد ہو نافع نہیں ہوتی دنیا اور جو نعمتیں دنیاوی ہیں مثل ایسے دوست کے جو کسی موقع پر وہ مدد کرے یا تکمیل کسی سعادت دینی اور دنیاوی میں معاونت عمل میں لاسے نہیں ہیں خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس نعمت سے کامیاب ہے اگرچہ ملک دنیا سے خالی ہو اس سے زیادہ تر خوش قسمت وہ ہے کہ باوصف ملک داری کے ایسی سعادت سے کامیاب ہو کیونکہ جو شخص امور رعیت کا انتظام اور اِن کے احوال کی دریافت اور کلیات اور جزویات امور ملک کی طرف اچھی طرح سے نظر رکھنی چاہیئے گا اُس کو دو کان اور دو آنکھیں اور ایک دل اور ایک زبان کفایت نہیں کرینگی جب بہت کان اور آنکھیں اور دل اور زبانیں اُس کی ملکیت میں ہو جاینگی جو شمار میں بہت ہوں گی اور حقیقت میں ایک ہی ہونگی تو اطراف ملک کی اُس کے لیے نزدیک نظر آیئں گی اور بغیر محنت اور مشقت کے بھید اور پوشیدہ باتوں پر مطلع رہے گا اور غیب کو حاضر دیکھے گا یہ فضیلت بجز دوست صادق کے اَور کہاں سے حاصل ہو سکتی ہے اور ایسی نعمت کی توقع کیونکر انسان کرسکتا ہے الا رفیق شفیق کے ذریعہ سے - اس مقام تک حکیم کی کلام ہے - جب اس نعمت عظیم اور فضیلت کامل کی تعریف بیان ہو چکی اب اس کے حاصل کرنے کی کیفیت بیان کرنی چاہیے اور بعد اسکے طریقہ حفاظت اس کی کا ظاہر کیا جائے گا تاکہ اس فضیلت کا طالب مثل اُس شخص کے نہو - جو ایک بکری فربہ چاہتا تھا آخر آماسیدہ بکری پر فریفتہ ہوگیا جیسا کہ ایک شاعر نے بیان کیا

اعیذہا نظرات منک صادقۃ	الا تحسب الشحم فیمن شحمہ ورم
پناہ چاہتا ہوں میں اُن نظروں سے جو تمہاری طرف سے ہیں اور راست	اس سے کہ تم آماس اور ورم کو فربہی جانو

خصوصاً وہ لوگ جو حیوانات سے ازراہ تکلف اور حیلہ سازی اور فضیلت نمائی کی ریا کے طور پر امتیاز رکھتے ہیں مثلاً مال خرچ کرتے ہیں بخل کے ساتھ اس غرض سے کہ سخاوت سے موصوف ہوں اور خوفناک مقام پر اقدام کرتے ہیں بیدلی کے ساتھ شجاعت سے مشہور ہوں اور دیگر حیوانات اپنے اخلاق میں ریا نہیں کرتے اس سے دور ہوتے ہیں۔ اس فضیلت کے طالب کی مثال باوجود نہ ہونے تمیز کے مثل اُس شخص کے ہے کہ جس کو نباتات کی مزاج اور تاثیر پر واقفیت نہو اور اکثر اقسام نباتات کے اُس کی نظر میں متشابہ ہوں پس وہ کسی چیز کے کھانے پر بتصور اس کے کہ وہ شیریں ہوگی اقدام کرے اور تلخ پائے اور کسی قسم نباتات کو غذا تصور کرکے استعمال کرے اور حالانکہ وہ زہر ہو الّا جب دوست کے حاصل کرنے کی کیفیت پر واقف ہو جائیگا تو پھر خطرناک چیز کا مرتکب نہوگا اور مکر اور فریب کرنے والے لوگوں کی دوستی میں جو اپنے آپ کو فاضل اور نکوکار دکھلاتے ہیں اور جب کوئی اُن کے دام فریب میں مبتلا ہو جاتا ہے تو درندوں کی طرح اُس کو اپنا شکار اور طعمہ بنا لیتے ہیں نہ پڑے گا اس مطلوب کے حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ حکیم انسقرلیس کا مقولہ ہے کہ جب کسی شخص کے ساتھ دوستی پیدا کرنی چاہیں تو پہلے حال اُس کا تفحص کرنا چاہئے کہ لڑکپن میں اُس کی تربیت کس طرح پر ہوئی ہے اور اپنے والدین اور خویش واقربا کے ساتھ کس طرح اُس نے برتاؤ رکھا ہے اگر اس کو ان باتوں میں شائستہ پائیں تو اس سے صلاحیت محبت کی اُمید رکھیں ورنہ اُس سے پرہیز واجب ہے کہ جس شخص نے اپنے وجود کی محافظت نہ کی ہو اور نافرمانی ماں باپ سے نامزد ہو وہ دوستی کے حقوق کو ملحوظ نہیں رکھے گا بعد اس کے دریافت حال اُس کے کا اس امر میں کرنا چاہئیے کہ آیا دوستان سابق کے ساتھ معاملہ اور برتاؤ اُس کا کس طرح پر رہا ہے اور اُس کو پہلے امتحان کے ساتھ ملایا جائے پس اُس کا حال اس باب میں تحقیق کیا جائے کہ نعمتوں کی شکر گذاری اور کفران میں کیا حال ہے اور غرض شکر گذاری سے یہ نہیں کہ بدلہ ادا کیا جائے کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تنگ دستی بدلہ ادا کرنے سے عاجز کردیتی ہے الّا شکر گذار آدمی اپنی نیت کو ادائے بدلہ سے اور زبان کو ذکر خیر سے معطل کرنا جائز نہیں رکھتا اور اہل کفر ذکر خیر کے مشہور کرنے میں جو ہر ایک اس بات پر قادر ہے سستی کرتا ہے اور جو احسان اُس کے حق میں کیا

جائے اُس کو غنیمت جانتا ہے اور حق اپنا قصور کرتا ہے اور نفس الامر میں
دور کرنے نعمتوں کے واسطے کوئی آفت مثل کفران نعمت کے نہیں ہے اور
اس کے سبب میں غور کرنی چاہئے کہ بدبخت لوگوں کے اوصاف میں سے
کوئی وصف زیادہ تر خراب اور بدنر بون کفران نعمت سے نہیں ہے اور خود کفر
زبان عرب میں اسی سے مشتق ہے اور نیک بختوں کی صفات میں سے
کوئی وصف مثل شکر گذاری کے نہیں ہے اور موجب افزونی نعمتوں کا
ہے اور قائم رہنا نعمتوں کا شکر پر منحصر ہے جو شخص کسی کے ساتھ ارتباط
مواخات اور دوستی کا پیدا کرنا چاہے اُس کو پہلے اس خصلت کے دریافت
اور تحقیق کرنے سے چارہ نہیں ہے تا اُس نا شکر گذاری کی دوستی میں کہ
اپنے برادروں کی نعمتیں اور رئیسوں کے انعام کو حقیر جانتا ہے مبتلا نہو جائے
بعد اس کے دریافت کرے کہ لذّات اور شہوات کی طرف وہ کیسا راغب
ہے کیونکہ بہت راغب ہونا ان باتوں کی طرف موجب سُستی کا ہوتا ہے
رعایت حقوق برادران سے اور نیز حال طمع اور حرص اُس کی کا زر اور مال
کی طرف بخوبی دریافت کرلے کہ بہت لوگ اہل معاملہ حسب ظاہر ایک
دوسرے کے ساتھ محبّت رکھتے ہیں اور باہم تحایف کے لینے دینے میں غفلت
نہیں کرتے جب ان کا معاملہ زر اور سیم کے باب میں پڑ جاتا ہے تو شازعہ
درمیان ان کے واقع ہوتا ہے اور کتّوں کی طرح باہم شور و شغب
کر کے بآواز بلند اور کمینوں کے کلمات اور خسیس لوگوں کے الفاظ سے جھگڑا
اور گفتگو کرتے ہیں اور عداوت کا ذخیرہ جمع کر لیتے ہیں بعد اس کے اس
امر کی طرف نظر کرنی چاہئے کہ عزّت اور ریاست کی محبّت اس کے دلمیں
کیسی ہے کیونکہ جو شخص طالب غلبہ اور جاہ کا ہوتا ہے وہ دوستی کے معاملہ
میں انصاف ملحوظ نہیں رکھتا اور لین دین کے معاملات میں مساوات پر
راضی نہیں ہوتا بلکہ تکبر اور بلند پروازی اُس کی دوستوں کے حقیر جاننے اور
اور اُن کے ساتھ اپنی بندگی ظاہر کرنے پر آمادہ کرتی ہے محبت اور مودّت
اس خصلت کے ساتھ کمال کو نہیں پہنچتی آخر الامر دشمنی اور کینہ باہم پیدا
ہو جاتا ہے بعد اس کے دریافت کرے کہ حال اُس کا راگ و رنگ اور اقسام
لہو و بازی اور خوش طبعی اور مسخراپن اور خندہ بازی کے سُننے میں کس طرح
پر ہے کیونکہ ان باتوں میں افراط کرنا دوستوں کی مددگاری اور غمخواری

سے انسان کو ہٹا رکھتا ہے اور دوستوں کے حال پر احسان سے بدلہ
کرنا اور اُن کی حق گذاری کی مشقت اُٹھانی اور اُن کے ساتھ امور
مشقت میں شریک ہونا ان سب باتوں سے وہ گریزاں ہوتا ہے
پس جب ان امتحانوں میں پورا ہو اور جو رذیلتیں ہم نے بیان کی
ہیں اُن سب سے پاک ہو اُس کو دوست فاضل جاننا چاہیے اُس کی
محافظت اور اُس کے ساتھ دوستی پیدا کرنے کے باب میں کوئی
دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیے کہ لا فخر الا بالصدیق الفاضل یعنے
نہیں فخر مگر ساتھ دوست فاضل کے ایک حکیم کا مقولہ ہے انی لاعجب
ممن یحزن ولہ صدیق فاضل یعنے تحقیق میں البتہ تعجب کرتا ہوں اُس شخص
سے جو غمناک ہوتا ہے وہ اور حالانکہ اُس کے واسطے دوست فاضل ہے۔ایک
دوست حقیقی اگر ملجائے اُسی پر کفایت کرنی بہتر ہے کہ چیز کامل کمیاب اور عزیز
ہوتی ہے اور نیز بہت دوستوں کے وجود سے ضرورت ادائے حقوق مختلفہ کی لاحق
ہوجاتی ہے اور بعضے حالات میں ضرورتاً بعض حقوق ادائے کرنے سے پہلوتہی
کرنی پڑجاتی ہے کیونکہ بہت دفعہ ایسا اتفاق پڑتا ہے کہ حالات مختلف اور
متضادہ پیش آتے ہیں مثلاً ایک دوست کی خاطر سے اُس کی شادی کے سبب
خوشی کرنی چاہیے اور دوسرے دوست کی موافقت کے لئے اُس کے غم پر
غمناک ہونا چاہیے یا ایک کے لحاظ سے کہیں جلدی جانا ضروری ہے اور
دوسرے کی خاطر سے ٹھہرنا لابد ہے ایسے موقعوں میں سوائے حیرانی اور
فروگذاشت ایک طرف کے دونوں طرفوں سے اور کچھ نہیں ہوسکتا اور چاہیے
کہ نہایت درجہ کی حرص طلب فضایل اور پاک ہونے دوستوں کے باب میں
چھوٹے چھوٹے عیبوں سے عمل میں نہ لائے اگر اس طرح پر کرے گا تو کسی کو
عیبوں سے پاک نہیں پائے گا اور نتیجہ اُس کا تنہائی اور وحشت ہو گی
فضیلت دوستی سے محروم رہے گا بلکہ واجب یہ ہے خفیف عیبوں سے کہ جس
سے انسان پاک نہیں ہوسکتا چشم پوشی کرے اور اپنے عیبوں کی طرف خیال
کرے تا مثل اُس کی دوسروں سے تحمل کرسکے گا جیسا کہ فرمودہ جناب پیغمبر
صاحب صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے طوبیٰ لمن شغلہ عیبہ من عیوب الناس
خوشی ہے واسطے اُس شخص کے کہ جس کو اُس کے عیبوں نے ہٹا رکھا ہے
لوگوں کی عیب گیری سے اور چاہیے کہ اُس شخص کی دشمنی سے کہ سہاے

ساتھ پہلے دوستی یا وہ اختلاط جو لوازم دوستی سے ہے ہو چکا ہو پرہیز کرے اور قول شاعر کا ملحوظ رکھے + اشعار

عدوک من صدیقک مستفاد	فلا تستکثرن من الصحاب
دشمن تمھارے دوستوں تمھارے سے نکل آتے ہیں	پس نہ چاہیئے کہ بہت آدمیوں کو دوست بنا کر اپنی صحبت میں رکھے تو
فان الداء اکثر ما تراہ +	یکون من الطعام او الشراب
پس تحقیق اکثر مرضیں دیکھتا ہے تو +	پیدا ہو جاتی ہیں اقسام کھانے اور پینے سے

واجب یہ ہے کہ جب دوست حاصل ہو جائے تو اُس کے حال پر رعایت اور تفقد کرنے میں کوشش کرے اور اُس کے کسی حق میں اگرچہ تھوڑا ہو ہرگز فروگذاشت نہ کرے اور جو کام اُس کو پیش آئیں اُن میں کوشش کرے اور زمانہ کی مصیبتوں کے وقت اُس کا مددگار ہو اور فراغی عیش کے وقت کشادہ پیشانی اور خوش خُلقی سے پیش آئے اور اُس کی مُلاقات اور دیدار سے آثار خوشی اور راحت کے اپنے چہرہ اور افعال سے ظاہر کرے اور اُس کمال خوشی پر جو دلمیں رکھتا ہے قناعت نہ کرے کہ دلی معاملات پر سوائے اللہ تعالے کے کسی کو اطلاع نہیں۔ انکان ودک فی الطویۃ کامنًا + فاطلب صدیقاً عالماً بالغیب (اگر ہے دوستی تمھارے دلمیں پوشیدہ پس طلب کرو تم وہ دوست جو غیب پر علم رکھتا ہو) تا ہر روز اور ہر لحظہ استحکام اُس کا محبت میں اطمینان نفس اُس کے کا حاضر و غائب زیادہ ہو اور جب وہ دوست خوشی اور راحت اپنی دیدار سے اُس شخص کے ملاقا پر مشاہدہ کرے گا تو اُس کی دوستی پر یقین کرنے والا ہوگا کیونکہ اصلی خوشی دوستوں کی مُلاقات کے وقت پوشیدہ نہیں رہتی اور دریافت کرنا عارضی خوشی کا اپنے موقع پر اُس کی ہیئت سے مشکل نہیں ہے اور یہ ہی خصلت اُن لوگوں کے ساتھ کہ جن کے کاموں میں دوست کی دل بستگی معلوم ہو مثل دوستان اور اولاد اور تابعداران اور خادماں کے عمل میں لانی چاہیئے اُس کی اور اُن لوگوں کی صفت اور ثناء کرنے میں بغیر تملق اور تکلف کے جو موجب پیدا ہونے عداوت کا ہے حاضر و غیب بہت کوشش کرے اور حفاظت اس امر کی آمیزش تملق اور کدورت نفاق سے بسبب اختیار کرنے صدق کے ہوتی ہے ازروے قول اور فعل کے کیونکہ صدق کے طریق سے منحرف ہونا ازروے ظاہر کے تملق ہوتا ہے اور ازروے معنے کے نفاق اور یہ دونوں ناپسندیدہ اور مذموم ہیں اور چاہیئے کہ اس طریق کو ہمیشہ کے لیئے اپنی عادت کرلے اس میں

سستی اور تغافلی جایز نرکھے کیونکہ اس خصلت کو لازم پکڑنا موجب محبت خالص
اور اعتبار کامل کا ہوتا ہے اور اس کی طفیل مسافروں اور اُن لوگوں کے ساتھ
کہ جن کے ساتھ سابقہ تعارف نہیں ہے محبت حاصل ہو جاتی ہے جیساکہ
کبوتر کسی مکان میں آشیانہ اپنا بناوے اور اُس کے ساتھ الفت پکڑے اور اُسکے
گھر اور گرد گھر کے طواف کرے تو اپنے ہمجنسوں کو وہاں جمع کر لیتا ہے ویسا ہی
انسان جب کسی کے خُلق پر واقف ہو جاتا ہے اور اُس کی دوستی کی طرف راغب
اور الفت اُس کی سے خوش اور محظوظ ہوتا ہے تو دوسرے لوگوں کو جو مثل اس
کی ہیں اس طرف دلالت کرتا ہے بلکہ حیوان ناطق حسن وصف اور اظہار صفت
اور ثنا اور مشہور کرنے نیکیوں میں بہ نسبت حیوان غیر ناطق کے بڑی قدرت
رکھتا ہے اور جاننا چاہیئے کہ جیسا دوستوں کو اپنے ساتھ خوشی اور راحت میں
شریک کرنا اور اجتناب کرنا اس امر سے کہ تنہا نعمتیں دنیاوی سے حظ اُٹھاوے
واجب ہے ویسا ہی ان کے ساتھ حالت غم اور اندوہ میں شریک ہونا زیادہ
تر واجب ہے بہ حق ادا کرنا لوگوں کے نزدیک بڑی قدر رکھتا ہے جیساکہ
اہل سلف کا مقولہ ہے دعوے الاخاء علی الرخا کثیر تا بل فی الشدۃ اید یعرف
الاخوان ٭ (دعوے برادری اور لاف محبت کا حالت عیش میں بُہت ہوتا ہے
بلکہ سختیوں میں پہچانے جاتے ہیں دوست) جب ایسا ہوا تو وقت مصیبتوں
اور سختیوں اور تغیر حالات کے جو دوستوں کے حال پہ لاحق ہوں اُن کے ساتھ
دلاسا اور غمخواری اور کوشش ذاتی اور خرچ کرنے مال کا اور اظہار تفقد اور دلنہادی
کا عادت مقررہ سے زیادہ عمل میں لانا واجب ہے۔ اس میں اس بات کا منتظر
رہنا نہ چاہیئے کہ وہ صراحتاً یا اشارتاً اس باب میں سوال کریں بلکہ ازروے
فراست اور دانائی کے اُن کے دلی ارادوں پر مطلع ہو کر حاجت روائی
اُن کی میں قبل از سوال نہایت کوشش مبذول رکھنی چاہیئے غم اور اندوہ
میں شریک ہونا چاہیئے تا شاید کہ بعض مشقت اُن کی کو کفایت کرے رفاقت
اور شرکت کے سبب غم سے تخفیف اور تسلی حاصل ہو اور اگر یہ کسی مرتبہ
بزرگی اور سرداری پر پہنچ جاوے اپنے یاروں اور دوستوں کو بھی بخوبی
اُس سے کامیاب کرے بدون اس بات کے کہ اپنے نفس کو اُس مرتبہ میں
غالب سمجھے یا اپنا احسان جتاوے اگر کسی موقع پر کسی دوست سے بیگانگت
اور نقصان معلوم کرے تو اُس کے ساتھ اختلاط اور محبت کرنے میں زیادہ

تو کوشش کرے کیونکہ اگر وہ بھی بسبب غیرت یا تکبر یا بخوف ذلت یا ارتکاب بد خُلقی کے توقف کرے تو رشتہ دوستی کا منقطع ہو جائے گا اور دوستی کی بُنیاد میں خلل واقع ہوگا باوجود اِس کے دوستی کے بالکل دور ہونے کا اندیشہ ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس سے ایسی شرم اور خجالت اِس کو لاحق ہو کر جس کے سبب مفارقت اور قطع کرنے دوستی کی طرف رغبت کریں نیک تدبیر اس باب میں یہ ہے کہ بُہت جلد اس کا تدارک کریں اور جو امر موجب کدورت اور بیگانگت کا ہو بصفائی دل اصل اصل ظاہر کردیں کہ سچ میں برکت ہے اگر دوست مجرم پایا جائے تو عتاب لطف آمیز کرے کہ العتاب حیات المودت و فی العتاب حیات بین اقوام (عتاب زندگی دوستی کی ہے اور عتاب میں زندگی ہے درمیان قوموں کے) پس اثر کدورت کا بالکل اپنے اور دوست کے دل سے زایل کرے اور چاہئے کہ ہمیشہ دوست کی رعایت کرنے کو صرف بقائے محبت کا ہی باعث تصور نہ کرے بلکہ اُس کو تمام امور میں مفید اور کار آمد سمجھنا چاہئے مثلاً اگر کوئی سواری کی چیز یا لباس یا گھر وغیرہ چیزوں کی خبرگیری میں سُستی کریں اور علے التواتر ہر ایک کی رعایت نہ رکھیں تو اُن چیزوں کی خرابی اور نقصان کا اندیشہ ہے پس جب صورت در و دیوار کی بغیر خبرگیری کے خراب ہو جاتی ہے تو دیکھنا چاہئے کہ اُس کسی کے حال پر کہ جس سے سب نیکیوں کی اُمید ہے ظلم کرنا اور روگردانی اُس شخص کی طرف سے کہ جس سے شادی اور غم میں شریک ہونے کی اُمید ہے کیا نتیجہ بد پیدا کرے گا یعنے وہ ضرر اور نقصان کہ پہلے قسم کے خلل سے متوقع ہے وہ صرف ایک قسم کی منفعت کے دور ہونے پر مبنی ہے اور وہ ضرر جو دوستوں پر ظلم کرنے اور اُن کی دوستی کے قطع ہونے سے متوقع ہے اُس میں بُہت طرح کے نقصان ہیں کیونکہ اگر وہ دشمن ہو جائیں اور منافع اُن کی مضرتوں سے مبتدل ہو جائیں تو اُن کی دشمنی سے نہایت کے درجہ کا اندیشہ ہے اور علاوہ اس کے منقطع ہونا اُمید کا اُس چیز سے کہ جس کا بدلہ نہیں ہے لازم آتا ہے ہمیشہ رعایت دوستوں کی لازم پکڑنے کے سبب خرابی عاقبت سے نجات ہوسکتی ہے اس فضیلت سے کامیاب ہونا چاہئے۔ اور مِرا یعنے جنگ اور خود نمائی اگرچہ ہر ایک کے ساتھ ممنوع ہے الّا دوستوں کے ساتھ اس کا استعمال کرنا بُہت مذموم اور ممنوع ہے کیونکہ مِرا سے زوال

دوستی کا ہوجاتا ہے سبب اس کا یہ ہے کہ مزاح موجب واقع ہونے اختلاف کا ہے اور اختلاف موجب منافرت اور باعث جملہ شرارتوں کا ہے اور طلب کرنا الفت اور دوستی کا خود اصل میں واسطے پرہیز منافرت کے ہے اور بہت دفعہ ایسا ہوا کرتا ہے کہ کوئی شخص دوستوں کے ساتھ مزاح کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مزاح موجب تیزی ذہن اور ذکاوت طبع کا ہے پس اُن محفلوں میں جہاں رئیس اور اہل بصیرت جمع ہوں خصومت اور عداوت کی باتیں دوستوں سے شروع کرکے طریق ادب سے تجاوز کرتا ہے جاہل اور عام لوگوں کے الفاظ زبان سے نکالتا ہے تا حاضرین کو اُن کی کُند ذہنی اور زک معلوم ہو جائے اور خلوت کے موقع پر اس قسم کی باتیں نہیں کرتا بلکہ اُس موقع پر یہ باتیں کرتا ہے کہ جہاں اُن کو حاضر جوابی اور یادداشت معانی کا موقع کم ملے اس سفاہت بر ملا سے مطلب اُس کا یہ ہے کہ شرم کے باعث اُن کے کاموں میں خرابی واقع ہو اور درحقیقت یہ شخص اہل بغاوت اور ظالموں سے ہوتا ہے کیونکہ جب ظالم لوگ وفور دولت اور نعمت کے سبب نافرمان ہوجاتے ہیں تو ایک دوسرے کو حقیر اور خوار جانتے ہیں اور اُن کی باہم مروت میں طعن کرتے ہیں اور عیب جوئی اُن کی کو نیک تصور کرتے ہیں تا ان کے درمیان عداوت پیدا ہوکر ایک دوسری کی نعمت دور کرنے میں سعی کرتے ہیں نوبت خونریزی اور طرح طرح کی شرارتوں تک پہنچ جاتی ہے یہ جملہ امور مزاح کے لوازمات میں سے ہیں - اور جو علم اور ادب اس کو حاصل ہے یا کسی حرفت اور صناعت میں ماہر ہے اُس کے سکھلانے میں دوستوں کے ساتھ بخل نہ کرے بلکہ ایسا کرے کہ اُس کو اس باب میں یہ نہ کہہ سکیں کہ علم اور ہنر کے باب میں اُس کو تنہا ماہر ہونے کی محبت ہے کیونکہ دوستوں کے ساتھ دنیا کے مال و متاع میں جو ناپایدار اور سریع الزوال ہیں دریغ کرنا قبیح ہے پس کیونکر اُن نعمتوں میں جائز ہوگا جو خرچ کرنے سے زیادہ ہوتی ہیں - اور نہ خرچ کرنے سے اُن میں نقصان واقع ہوتا ہے اور زوال و مزاحمت غیر سے بالکل محفوظ اور ایک کا بہت حظ اُٹھانا موجب کمی اور نقصان دوسرے کا نہو - اور اس قدر معلوم کرنا چاہیئے کہ علم میں بخل کرنا یا بسبب کمی سرمایہ کے ہوتا ہے یا اِس خیال سے کہ جاہلوں کے نزدیک فوق اور بزرگی معلوم ہو یا اِس خوف سے کہ سرمایہ مستقلہ

میں نقصان واقع ہو جائے گا یا ازروے حسد کے اور یہ سب قسم قبیح اور مذموم
ہیں اور بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے علم کے بخل کرنے پر قناعت نہیں
کرتے دوسرے لوگوں کے علم پر بھی بخل کرتے ہیں اور اُن کو تعلیم اور اشاعت
کرنے میں ملامت اور سرزنش کرتے ہیں اور اس گروہ سے بہت لوگ ایسے
ہوتے ہیں کہ اگر کسی فاضل کی کتاب تصنیف کی ہوئی ان کے ہاتھ آجاے
تو کسی کو نہیں دکھاتے یوں ہی برباد اور کہنہ کر دیتے ہیں یہ خلق منافی
محبت کا ہے اور دوستوں کی امیدوں کے منقطع ہونے کا باعث ہے۔ اور
اس امر سے پرہیز کرنی چاہیے کہ کوئی شخص اس کے مصاحبوں یا تابعداروں
سے کسی باب میں کسی طرح کا ذکر ناپسندیدہ بہ نسبت امور اُس کے دوست
کے نہ کر سکے خصوصاً اُس کی ذات کی نسبت یا ذکر کرنا عیب اُس چیز کا
کہ جس کا علاقہ اور پیوند اُس کے دوست کے ساتھ ہو کسی کو اس باب میں
اجازت نہونی چاہیے خصوصاً اس کے ذاتی عیب کے لئے بلکہ چاہیے کہ کسی آفریدہ
کو اس کے متعلقان اور علاقہ داروں سے اس امر کے ارتکاب پر جرأت نہونہ
ازراہ قصد اور نہ ازراہ خوش طبعی نہ صراحتاً نہ کنایتاً کیونکر احتمال ذکر ناپسندیدہ
اُس کسی کا ہو سکتا ہے کہ جس کی دل اور آنکھ تم ہو اور اُس کے پیچھے
تم خلیفہ اور قایم مقام اُس کے ہو بلکہ تم اُسی کا وجود ہو کیونکہ اگر ان باتوں
سے کچھ وہ سُن لے تو اس میں شک نہیں کرے گا کہ وہ باتیں تمہاری
منشا سے ہوئی ہیں یا اُن میں تمہاری رضا ہے پس تم سے وہ نفرت
کرے گا اور دوستی سے دشمنی ہو جائے گی جب دوست میں کوئی عیب
دیکھے تو اُس کے ساتھ ایسی موافقت مناسب اور لطیف کرنی چاہیے کہ
جس کے ضمن میں دوست کے لئے ہدایت اور تنبیہ ہو کیونکہ طبیب اُستاد
اور حاذق اُس مرض کا علاج تدبیر غذا سے کرتا ہے کہ جس کے علاج میں
طبیب غیر ماہر قطع کرنے عضو پر ارتکاب کرتا ہے اور اس موافقت سے
یہ مراد نہیں ہے کہ اُس کے عیب سے چشم پوشی کرے اور اُس کو پوشیدہ
رکھے بلکہ یہ امر دوستی میں محض خیانت ہے اور فروگذاشت کرنی ہے اُس
چیز میں کہ جس کا ضرر دونوں کو لاحق ہو اور دوستوں کو اُن کے معائب پر
آگاہ کرنا اولاً کسی غیر کی طرف سے مثال یا حکایت بیان کرنے کے طور پر بہتر
ہے اگر یہ تدبیر نافع نہو تو کسی اشارت اور رمز کے طریق سے کسی بات کی ضمن

میں اشارہ کرنا چاہیئے اگر صراحتاً کہنے کی ضرورت پڑے تو خلوت کے موقعہ میں بعد
اظہار اور تقریر اُن کلمات کے جو مقتضائے مضبوطی دوستی کے ہوں اور دل
کی اطمینان اور خوشی اور شفقت زیادہ ہو کہنا چاہیئے اور ضرور اس بات کو
دیگر دوستوں اور ہمنشینوں سے پوشیدہ رکھنا چاہیئے اجنبی اور دشمن سے تو
بطریق اولے اخفا واجب ہے کہ دوست کا حق اس سے زیادہ ہے کہ اُس کو
محل مذمت اور بدگوئی دشمنوں اور مخالفوں کا بنایا جاوے اور دوستی کے
باب میں غیبت گویاں کی مداخلت سے بہت احتراز کرنا چاہیئے ان کی
بات کو سُننا نہیں چاہیئے کیونکہ شریر لوگ ناصح لوگوں کے لباس میں ہو کر
نیک لوگوں میں دخل پا جاتے ہیں اور خوش طبعی کی باتوں کے موقعہ پر
ایک دوست کی بات دوسرے کے پاس دروغ اور نفاق آمیز نقل کرتے
ہیں اور اُس کو طرز ناپسندیدہ سے ظاہر کرتے ہیں تا اگر زیادہ گنجایش دلیری
کی پائیں تو بناوٹ اور ساختہ اور دروغ باتوں سے اس کی نظر میں اُس
شخص کی صورت قبیح دکھلائیں تا دوستی ان کی دُشمنی سے مبدّل کریں۔
متقدمین نے چغلی ساز آدمی کو اُس شخص سے تشبیہ دی ہے کہ جو ناخونوں
سے دیوار محکم کی بنیاد کو تراشے اور ہر جگہ انگشت ڈالے کہ جب نہایت
تفحص اور تلاش سے کوئی رخنہ پاوے تو اُس کو فراخ کرکے بنیاد دیوار کو
خراب کردے تا وہ منہدم ہو جاوے اور اس باب میں بہت حکائیتیں اور
مثالیں بیان کی ہیں کہ منجملہ اُس کے ایک حکایت شیر اور بیل کی کتاب
کلیلہ دمنہ میں مذکور ہے اور غرض اِن حکایات کے بنانے سے یہ ہے کہ
جب کوئی درندہ قوی روباہ ضیف کے فریب اور دھوکہ دہی سے کسی بڑے
حیوان کو ہلاک کرے یا کوئی بادشاہ قاہر کسی چغلساز کی مداخلت سے جو اپنے
آپ کو ناصحوں کے لباس میں ظاہر کرے وزیروں کے حق میں کہ جن کے
وجود پر تمام مُلک کا نظام اور مدار ہوتا ہے نیت فاسد کرے تا بعد اس کے
اُنھوں نے جو کمال عزت اور دخل اور تصرف اولاد سے بھی زیادہ تر حاصل کیا ہوا
ہے وہ سب کینہ اور عداوت سے مبدل ہو جاوے اور اُن کے قتل اور عذاب دینے
پر وہ آمادہ ہو جاوے اور مناسب ہے کہ اُن دوستوں کے باب میں کہ ایک مدت
سے اُن کو اختیار کیا ہوا ہو اور اُن کی دوستی کو مصیبت کے وقت کے لیئے
ذخیرہ بنایا ہوا ہو اور روح کی طرح دلوں میں اُنھوں نے جگہ پائی ہو اُن کی

چغلی سے اندیشہ رکھے یہ اشعار اس باب میں نہایت عمدہ ہیں ❊

اعزہ قد کنت رنت بحبہم	وکذالک کلہم بحبتی رانو
بہت عزیز کہ تحقیق پاتا تھا میں جزا محبت اُن کی کی	اور ویسا ہی وہ سب میری محبت کی جزا پاتے تھے
کنت المفدی بینہم ولدیہم	بحیات راسی کانت الایمان
اور تھی جان میری انپر فدا اور ان کے پاس	او رزندگی سر میرے تک عہد و پیمان تھی ❊
فسعی الاعادی بالنمایم بیننا	حتی تفرقنا فبنت وبانو
پس کوشش کی دشمنوں نے چغلی کرنے میں درمیان ہمارے	تاکہ جُدائی ڈالی درمیان ہمارے پس دور ہو میں اُنسے اور وہ مجھ سے

محافظت محبت کے باب میں جسپر بناء تمدن کی منحصر ہے احتیاط کرنی جملہ ضروریات سے ہے تا اُس میں نقصان واقع نہو اور اتحاد کے معنے دور نہو جاویں کیونکہ اکثر فضیلتیں خلقی کہ جن کو ہم بیان کر چکے ہیں وہ بھی محافظت انتظام الفت پر کہ جسکے بغیر بنی نوع انسان کا وجود قایم نہیں رہ سکتا منحصر ہیں مثلاً عدالت کی طرف احتیاج واسطے صفائی اور صحت معاملات کے ہے تا رذیلت ظلم سے محفوظ رہیں اور عفت کی احتیاج واسطے بند کرنے شہوات بدنی کے ہے تا گناہ عظیم میں مبتلا نہو اور شجاعت کی احتیاج خوفناک امور کے دفع کرنے کے لئے ہے تا سلامتی شامل حال رہے اور بعض فضیلتوں کے اظہار کے لئے امور خارجی کی حاجت پڑتی ہے مثل احتیاج حاصل کرنے مال کے شرافت طبع اور سخاوت عدالت کے اظہار کے لئے ہے تا نیک آدمیوں کے فعل پر قیام کرسکے اور لوگونکو نیک بدلہ اور جزاے پسندیدہ دینے پر قادر ہو اور جس قدر اظہار ان فضیلتوں کے لئے احتیاج زیادہ ہوگی ویسا ہی سامان خارجی کی احتیاج زیادہ ہوگی اور حاصل کرنا سامان کا بغیر مددگاران نیک اور یاران مخلص کے مشکل ہے اور تحصیل الفت میں قصور کرنا موجب قصور تحصیل سعادت کا ہے اسی سبب سے بزرگوں کا مقولہ ہے کہ کوئی رذیلت دین و دنیا میں بدترُستی اور بیکاری سے نہیں ہے کیونکہ یہ امور مانع ہیں تحصیل فضایل اور حسنات سے اور انسان کو لباس انسانیت سے خارج کردیتے ہیں اور ہم بیان کرچکے ہیں کہ جملہ مخلوقات میں سے فضیلت سے محروم وہ لوگ ہیں کہ تمدن اور تالف سے علیحدہ رہتے ہیں تنہاہی اور گوشہ نشینی اختیار کرلیتے ہیں پس محبت اور دوستی کی فضیلت سب فضیلتوں سے زیادہ تر ہے اور حفاظت اُس کی سب کاموں پر مقدم اور اہم اس باب کی طول بیانی سے غرض یہی تھی کیونکہ یہ باب اس مقالہ کے جملہ ابواب سے ازروے

معانی کے اشرف ہے واللہ اعلم بالصواب ٭

ساتویں فصل بیچ بیان کرنے کیفیت برتاؤ کے ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ

انسان کو چاہئے کہ اپنے حال کو جمیع اقسام خلقت کے ساتھ نسبت کرے کیونکہ نسبت اُس کی ہر ایک قسم کے ساتھ تین وجہ سے خالی نہو گی یا اُس قسم سے بلند مرتبہ ہوگا یا برابر یا کمتر اگر بلند مرتبہ ہے تو اُس مرتبہ کی حفاظت کرنی چاہئے تا اُس میں نقصان واقع نہو اگر برابر ہے تو اُس مرتبہ سے ترقی حاصل کرنے کے لئے سعی کرے اگر کمتر ہے تو برابری کا مرتبہ حاصل کرنے کے واسطے جہد کرے اور برتاؤ کا حال بھی بموجب اختلاف مراتب کے مختلف ہے الّا بلند مرتبہ والوں کے ساتھ برتاؤ کرنا پانچویں فصل میں سے جو ہم بیان کرچکے ہیں معلوم ہوگا الّا برابر مرتبہ والوں کے ساتھ برتاؤ تین قسمونپر منقسم ہے اوّل دوستوں کے ساتھ دوسرا دشمنوں کے ساتھ تیسرا اُن لوگوں کے ساتھ کہ جو نہ دوست ہوں اور نہ دشمن اور دوست دو قسم کے ہوتے ہیں حقیقی اور غیر حقیقی طریق برتاؤ حقیقی دوستان کا بیان ہوچکا ہے اور دوستان غیر حقیقی کے ساتھ جو حقیقی دوستان سے متشابہ ہوتے ہیں اور تکلف اور تملق سے خالی نہیں ہوتے اس طرح برتاؤ کرنا چاہئے کہ حتی الوسع اُن کے حق میں نیکی اور احسان کرے دلنہادی اور مدارا اور صبر و دیگر معاملات میں بحسب ظاہر کچھ فروگذاشت نہ کرے رازاور عیب اپنا اُن سے پوشیدہ رکھے اور ویسا ہی خاص خاص باتیں اور حالات اور منافع کے سبب اور انداز اپنے کاروبار کا مخفی رکھنا چاہئے اور کسی قصور پر اُن کو مواخذہ نہ کرے اوائے حقوق میں اگر سستی کریں تو عتاب نہ کرے اور انتقام پر آمادہ نہ ہوتا ان کی صلاحیت اور اُس شخص کی جو ایلچی کے طور پر درمیان ہے متوقع ہو اور ممکن ہے کہ بعض اُن میں سے ایک مدت کے بعد نہایت دوست حقیقی اور مخلص صافی ہوجائیں اور چاہئے کہ بموجب اپنے مقدور کے ان کے ساتھ دلاسا اور مدارا کرے اور اُن کے قریبی اور متعلقان پر تفقد کرنا لازم جانے اُن کی حاجت روائی اور اُن کی ملاقات سے خوشی ظاہر کرنے پر خواہ دل سے خواہ تکلف کے طور پر قیام کرے اور ضرورت کے وقت اُن کی دستگیری کرے .الغرض کہ ہر طرح کا لطف اور تملق اور حسن اقرار

عمل میں لائے تا ہر ایک کو اس کی دوستی کی طرف رغبت زیادہ ہو اور
جس وقت ان لوگوں کے مرتبہ میں تفاوت ظہور میں آئے اور کسی بلند مرتبہ
اور منصب پر فائز ہو جائیں تو اُن کی دوستی کا شوق زیادہ نہیں کرنا چاہئے
اور انداز مقررہ سے زیادہ مصاحبت اور ہمنشینی اختیار نہ کرے - الّا دشمن
دو قسم کے ہوتے ہیں نزدیک اور دور اور ہر ایک ان میں سے پھر دو قسم
پر منقسم ہیں ظاہرا اور مخفی اور اہل حقد یعنے اہل کینہ - دشمنان ظاہری
میں داخل ہیں اور اہل حسد دشمنان مخفی سے شمار کئے جاتے ہیں دشمن نزدیک
سے زیادہ تر پرہیز کرنی چاہئے بسبب واقف ہونے اُس کے کے راز اور مخفی باتوں
پر اور کھانے پینے وغیرہ امور میں اُن سے پرہیز کرنی واجب ہے قاعدہ کلی
دشمنوں کی سیاست کے لئے یہ ہے کہ اگر حلم اور تحمل اور لطف اور مدارا سے
ان کو دوست بنا سکیں اور بنیاد کینہ اور عداوت کی ان کے دلوں سے دور
کی جائے تو سب سے زیادہ یہ تدبیر بہتر ہے کہ عمل میں لائی جائے ورنہ
جہاں تک مروت ریائی اور نیکی ظاہری سے ایک دوسرے کو دیکھیں تو اسی
بات کو قایم رکھنا چاہئے کسی طرح پر ظاہرا دشمنی جائز نہیں ہے کیونکہ شرارت
کو نیکی سے دفع کرنا نیک ہے اور شرارت سے شرارت کو دفع کرنا بد ہے اور دشمنوں کی سفاہت
اور کمینہ اطوار کا اندیشہ کرنا نہیں چاہئے چشم پوشی اور تحمل و مدارا عمل میں
لانا چاہئے دشمنی اور عناد کو ایک مدت مدید تک ہرگز قایم رکھنا نہ چاہئے کیونکہ
اظہار عداوت کا موجب دور ہونے نعمتوں اور دولت کا اور باعث ہمیشہ
رہنے غم اور فکر اور تضعیہ مال اور عزت اور تحمل ظلم و خواری اور خونریزی کا
اور بہت قسموں کی شرارتوں کا سبب ہے اور جس قدر زمانہ عمر کا اس قسم
کی تدبیروں اور فکروں میں صرف ہوگا ہم دنیا میں موجب تضعیہ اور ملال
کا اور ہم دین میں باعث شقاوت اور زیاں کاری کا ہے - موجبات دشمنی
ارادی کی پانچ چیزیں ہیں - تنازعہ ملک - تنازعہ مرتبہ - تنازعہ اشیاء
مرغوب - اور اقدام کرنا اُن خواہشوں پر جو موجب ہتک عزت اور پردہ دری کا
ہوں - اور اختلاف رائیوں میں طریق احتیاط اور پرہیز کا ہر ایک قسم سے
یہ ہے کہ اُس قسم کے سبب سے پرہیز کی جائے اور چاہئے کہ دشمنوں کے
احوال کی تفحص اور جست وجو رکھے اور اُن کی خبریں حاصل کرنے میں بدرجہ
نہایت سعی کرے تا اُن کے مکر اور فریب پر واقف ہو جائے اور اُسی قسم

فریب عمل میں لاکر اُن کے منصوبوں کے توڑنے پر فتح پاوے اور
دشمنوں کی شکایت رئیسوں اور دیگر لوگوں کے کانوں میں بیان
کرنی چاہیئے تا اُن کی واہیات گفتگو کو قبول نہ کریں اور جو فریب
وہ منصوبہ باندیں وہ رواج نہ پکڑے اُن کے قول اور فعل کو تہمت
جانیں اور چاہیئے کہ دشمنوں کے عیب بخوبی معلوم کرے اور اُن کے
جزو کل پر واقف ہو جاوے اور اپنے دل میں اُن کو قرار دیکر مخفی
رکھنے میں شرایط احتیاط کی عمل میں لائے کیونکہ مشہور ہونا دشمن کے
عیبوں کا موجب اس امر کا ہوتا ہے کہ پھر اُس کو اُن کے سُننے سے
انفعال نہیں ہوتی وہ باتیں داخل عادت ہو جاتی ہیں اگر اُن
عیبوں کو اپنے وقت پر ظاہر کرے تو اُس موقع پر اُن کو شکستگی لاحق
ہوتی ہے اگر بعض عیبوں پر قبل از شہرت اُس کو آگاہ کرے تا اُس کو
معلوم ہو جاوے کہ میرے عیبوں پر واقف ہو گئے ہیں تو بھی شکستہ
دل اور ضعیف الرائے ہو جاوے گا شائد کہ اس باب میں بڑی شرط
اختیار کرنا صدق اور راستی کا ہے کیونکہ جھوٹی بات موجب غلبہ
دشمن کا ہوتی ہے اور چاہیئے کہ ہر ایک قسم کی خور و خصلت دشمن
پر واقفیت حاصل کرے تا ہر ایک اُس کے امر کو اُس کے مقابل
کے امر سے دفع کرے اور ویسا ہی اُن باتوں پر واقف ہونا چاہیئے
کہ جن سے اُن کو ملال اور دل تنگی حاصل ہو کیونکہ اس میں حاصل
ہونا فتح کا متصور ہے اور سب سے بہتر تدبیر اس باب میں یہ
ہے کہ جملہ دشمنوں اور مخالفوں پر اپنی بزرگی اور پیش قدمی پیدا کرے
جو فضیلتیں دونوں کے درمیان مشترک ہیں اُن میں سبقت حاصل
کرے تا اُس کی ذات کا کمال اور دشمنوں کی سُستی ظہور میں آدے
اور دشمنوں کے ساتھ دوستی جتانی اور اُن کے دوستوں کے ساتھ موافقت
اور اختلاط رکھنا داخل احتیاط اور دانائی کے ہے کیونکہ اُن کی مخفی باتوں
اور اُن امور پر کہ جن سے اُن کو شکست اور لغزش واقع ہووے بآسانی
اطلاع حاصل ہو جاتی ہے دشنام اور لعنت اور اُن کے ہتک عزت کے کلمات
زبان پر لانے نہایت بد اور بعید از عقل ہیں کیونکہ اس قسم کے افعال اُن کی جان و
مال کو کچھ مضرت نہیں پہنچا سکتے اور کہنے والے کے حق میں اسکا ضرر فی الحال موجود ہے کہ

کمینہ لوگوں کے ساتھ مشابہت پیدا کی اور ہم دشمنوں کے واسطے زباندرازی اور تسلط کی قوت دی۔ ایسا ذکر کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابو مسلم مروزی کے پاس نصر سیار کے حق میں ہتک عزت اور شکایت کی باتیں کرنی اس خیال سے شروع کیں کہ حضرت ابو مسلم خوش ہوں گے اور پسند کریں گے حضرت ابو مسلم نے منغص خاطر ہوکر اُس کو ملامت کی اور فرمایا کہ اگر کسی غرض کے سبب ان کو میں ہلاک کروں تو ہارے زبانی ان کی ہتک عزت کرنے سے کیا فائدہ ہوگا جب دشمنوں کو کوئی ایسی آفت پہنچے کہ اُس سے اپنی ذات بھی بے اندیشہ نہیں ہے یعنے اُس قسم کی آفت کے وارد ہونے کا خوف ہے تو ہرگز شماتت اور خوشی کرنی نہیں چاہیئے اور اظہار فرحت کا بالکل نامناسب ہے کہ یہ علامت بیوقوفی اور بے تمیزی کی ہے اور در اصل یہ شماتت اپنے نفس کے ساتھ ہے۔ اگر دشمن اس کی پناہ میں آجاوے اور اس کے گھر کو جائے امن مقرر کرے یا کسی ایسے امر میں جو مقتضی وفا اور امانت کا ہو اسپر اعتماد کرے تو اُس کے ساتھ دغا اور مکر اور خیانت عمل میں نہ لائے مروت اور احسان کرے۔ ایسا عمل میں لانا چاہیئے کہ ملامت اور ندامت دشمن کی طرف عاید ہو اور وفائے عہد اور نیک سیرتی اس کی تمام لوگوں پر واضح ہو۔ اور دشمنوں کے ضرر دور کرنے کے لئے تین تدبیریں ہیں اگر ہوسکے تو اول خاص اُن کی ذات کی اصلاح کرے ورنہ جو شخص بطور ایلچی کے درمیان ہو اُس کی اصلاح دوم اُن کے اختلاط سے پرہیز کرے یعنے اُن کی ہمسائگت سے دوری اختیار کرے یا دور دراز سفر کی راہ لے سوم انکی بیخ کنی کرے یہ سب تدبیروں سے اخیر کی تدبیر ہے جب چھ شرطیں موجود ہوں تو یہ تدبیر عمل میں لانی چاہیئے۔ اول یہ کہ دشمن بذات شریر ہو اور اصلاح اُس کی کسی طرح پر نہو سکے۔ دوم یہ کہ کسی طرح پر سوائے قہر کرنے کے اُس کے ضرر سے خلاصی متصور نہو۔ سوم وہ کہ یہ اندیشہ ہو کہ اگر اُس نے فتح پائی تو اُس کے ساتھ زیادہ ترسختی اور برائی بہ نسبت اُس کے کہ اس نے اُس کے حق میں کی ہے عمل میں لائے گا۔ چہارم یہ کہ اُس کی کوشش اور سعی واسطے دور کرنے اپنی نعمتوں کے دیکھے۔ پنجم یہ کہ اُسپر قہر کرنے سے بدنامی خیانت اور مکر اور دغابازی کی اسپر عائد نہو۔ ششم یہ کہ دنیا اور آخرت میں اُس امر کی بد انجامی کا اندیشہ نہو باوجود ان باتوں کے اگر کسی دوسرے

دشمن کے ہاتھ سے اُسپر قہر کرے تو بہتر ہے فرصت اور موقع تلاش کرنا باوصف
قدرت کے لوازم احتیاط اور حزم سے ہے - اِلّا حاسد آدمی کو اپنی نعمتوں کے
اظہار اور فضیلتوں کے دکھلانے اور دیگر ایسی چیزوں سے کہ جن سے اُن کو
غصہ اور ایذا پہنچے ولتنگ اور سوختہ جان رکھنا چاہیے اور اُس کے مکر سے
پرہیز کرے اور اسباب میں کوشش کرے کہ لوگ اُس کی خصلت سے واقف
ہو جائیں - اِلّا جو لوگ کہ نہ دوست ہوں اور نہ دشمن اُن کے ساتھ برتاؤ بھی
مختلف طور پر ہے ہر ایک کے ساتھ بموجب استحقاق اُس کے کے برتاؤ رکھنا
قرین مصلحت ہے مثلاً نصیحت کرنے والے لوگوں کے حق میں کہ نصیحت کرنے
سے قوم پر احسان کرتے ہیں نیکی کرے اور اُنکے ساتھ اختلاط رکھے اور
اُن کی باتوں پر عمل کرے اور اُن کی ملاقات اور دیدار سے خوشی ظاہر کرے
اِلّا ہر ایک شخص کی بات قبول کرنے میں جلدی نہ کرے اور ہر ایک شخص
کی ظاہری باتوں پر مغرور نہو جاوے بلکہ غور کرے تا ہر ایک شخص کی
غرض پر واقف ہو جاوے حق اور باطل میں تمیز کرے بعد اُس کے جو
مناسب ہو عمل میں لاوے - اور نیکو کاروں کے لئے کہ وہ ایک ایسی جماعت
ہے کہ لوگوں کے درمیان صلاحیت قایم رکھنے میں مشغول ہوتے ہیں صفت
اور ثنائے کرے اور اُن کے حق میں تعظیم اور انعام عمل میں لاوے اور اُن کی
طرح نیک بختی پیدا کرے کیونکہ ان کا مذہب تمام خلقت کے نزدیک پسندیدہ
اور محمود ہے - اور کمینہ لوگوں کے ساتھ علم استعمال میں لاوے اور اُن کی کمینہ
باتوں کی طرف التفات اور اندیشہ نہ کرے تا اس کی ایذا سے وہ روگرداں
رہیں اگر اُن کی بدگوئی اور کمینگی میں مُبتلا ہو جاوے تو اس بات کو حقیر جانے
رنج اور الم نہ کرے اُن کے مکافات اور بدلہ کی طرف مصروف نہو بلکہ تحمل
اور سکوت سے اصلاح حال یا اُن کی اختلاط سے مفارقت اور ترک عمل میں
لاوے اور جہاں تک ہو سکے ایسے لوگوں کی ہمنشینی اختیار نہ کرے اور اُنکے
ساتھ جدل اور انتقام کشی کو عمل میں لانا امر اندیشہ ناک تصور کرے اور متکبر
لوگوں کی تواضع نہ کرے بلکہ اُن کے ساتھ تکبری سے پیش آوے تا اُس سے
وہ متالم اور ممنوع ہوں کہ التکبر مع المتکبر صدقۃ (یعنے متکبر لوگوں کے ساتھ کبر ا
راستی ہے) کیونکہ ان لوگوں کے ساتھ تواضع کرنی موجب حقارت اور ذلت
کا ہے اور اپنے اطوار پر وہ پختہ اور تیقن ہو جاتے اور ایسا تصور کرتے ہیں

کہ تمام لوگونپر ہماری خدمت اور بندگی کرنی واجب ہے جب اس پندار کی ضد معلوم کریں گے تو جانینگے کہ ہمارا قصور ہے اور ممکن ہے کہ خصلت تواضع اور نیکی کی پکڑیں اور اہل فضایل کے ساتھ اختلاط کرے اور اُن سے فایدہ حاصل کرے اور اُن کے حق میں معاونت اور مددگری غنیمت جانے اُس جماعت میں داخل ہونے کے لیئے کوشش کرے اور ہمسایہ بد اور اقربا مخالف کے ساتھ صبر کرے مدارا اور نیکی عمل میں آئے اور یقین سے اس بات کو جانے کہ بدبخت اور لئیم الطبع اپنے بدنپر بہت صبر کرنے والے ہوتے ہیں اور کریم الطبع اپنے نفس پر ایسے طریق اور طور پر جیسا کہ مقتضائے عقل اور دانائی اور احتیاط کا ہے ہر ایک کے ساتھ برتاؤ رکھے عوام الناس اور خویش و اقربا کی اصلاح میں حتے الامکان کوشش کرے۔ زیردست اور ماتحت لوگ بھی بہت قسم پر ہوتے ہیں شاگردوں کو نیک حال پر رکھنا چاہیئے اُن کی طبیعتوں اور خصلتوں کی طرف غور کرے اگر لایق اور مستعد تحصیل علوم کے ہوں اور نیک خصلت سے متصف ہوں تو تحصیل علم سے اُن کو منع نہ کرے اور اس بات کا اُنپر احسان یا کسی طرح کی شفقت نہ ڈالے اُن کی تکلیف کے دفع کرنے میں کوشش کرے اور جو شاگردوں میں سے طبع فاسد رکھتے ہوں اور حرص و طمع کی جہت سے پڑھنا شروع کریں تو اُن کے اخلاق کی تہذیب فرمانی چاہیئے اور ان عیبوں پر اُن کو متنبہ اور آگاہ کیا چاہیئے اور موافق استعداد کے اُن کی تکمیل کرے اور اُس علم کو جو ذریعہ حصول اُن کے مطالب فاسد کا ہو اُن سے دور رکھے۔ اور کند ذہن شاگردوں کو جو چیز اُن کے لایق فہم اور ادراک کے ہو اور مفید ہو اُس کے حاصل کرنے کے لئے ترغیب دی جائے اُن کی عمر ضایع کرنے سے اجتناب کرے۔ اور سوال کرنے والے لوگوں کو اگر وہ نہایت لجاجت اور الحاح سے سوال کریں تو الحاح سے منع کرے اور اُس کے سوال پورا کرنے میں توقف کرے اگر اُس معلوم ہیں کہ وہ اپنے سوال میں سچا ہو تو پھر توقف نہ کرے۔ درمیان محتاج اور طامع کے فرق کرے طامع کو طمع سے منع کرے اور اس کا سوال پورا نہ کرے شاید کہ یہ امر باعث اصلاح اُس کی کا ہو اور محتاجوں پر بخشش کرے اور اُن کے ساتھ دلاسا رکھے اور اُن کو معاش میں مدد دے بشرطیکہ اُس کے ذاتی مصارف ما یحتاج اور عیال داری کے ضروری امور میں خلل واقع نہو۔

ضعیف لوگوں کی دستگیری کرے اور انپر رحم فرماوے اور مظلوموں کی مدد کرے اور جملہ نیکی کے کاموں میں نیت پاک اور درست رکھے اور اللہ تعالے کی جناب پاک کے ساتھ کہ چشمہ نیکیوں اور بزرگیوں کا وہی ذات پاک اور بلند ہے ان باتوں میں مشابہت پیدا کرے +

آٹھویں فصل میں وصایا اور نصیحتیں حکیم افلاطون کا بیان ہے اور یہ تمام امور میں مفید اور کارآمد ہیں

جب ہم مسائل حکمت عملی کے بیان کرنے سے جیسا کہ ابتدائے کتاب میں ذکر اُس کا ہو چکا تھا فارغ ہوئے اور ہم نے اُس کے مسائل بخوبی بیان کرنے اور اہل اس ہنر کی باتیں نقل کرنے میں بہت کوشش کی تو ہم نے چاہا کہ خاتمہ کتاب کا ایک ایسی فصل کلمات حکیم افلاطون پر مبنی کیا جائے کہ جس سے عام خلقت کو نفع پہنچے اور یہ وہ وصیت ہے کہ اپنے شاگرد ارسطاطالیس کو اُس نے فرمائی تھی کہتا ہے۔ اپنے خدا کو پہچان اور حق اُس کا نگاہ رکھ اور ہمیشہ علم کے پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول ہو اور تحصیل علم پر توجہ مقدم رکھ اہل علم کا امتحان کثرت علم سے نہ کر بلکہ اُن کے حال کا اعتبار گناہوں اور شرارتوں کے پرہیز کرنے سے کرنا چاہیئے اور اللہ تعالے کی جناب پاک سے اس چیز کی درخواست نہ کر کہ جس کا نفع تم سے منقطع ہو جائے۔ اور اس بات پر یقین کر کہ تمام بخششیں اللہ تعالے کی جناب پاک سے حاصل ہیں اُس کی جناب پاک سے نعمتیں باقی رہنے والی اور وہ فائدہ والی کہ جو تم سے مفارقت نہ کر سکیں درخواست کر۔ ہمیشہ ہوشیار رہو کہ موجبات بدیوں کے بہت ہیں۔ اور جو چیزیں لایق کرنے کی نہیں ہیں اُن کی خواہش نہ کر۔ اور جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالے بندہ سے انتقام از روے غضب اور عتاب کے نہیں لیتا بلکہ بنظر تادیب کے اور اصلاح کے لیتا ہے۔ صرف شائستگی زندگی کی آرزو نہ کر جب تک کہ شائستگی موت کی بھی اس کے ساتھ نہ ملائی جائے۔ زندگی اور مرگ کو نیک تصور نہ کر اتنا اُس حالت میں کہ ذریعہ

حاصل کرنے نیکیوں کا ہو۔ آرام اور آسایش پر اقدام نہ کر تا بعد اس کے کہ اپنے نفس کا حساب تین چیزوں میں پہلے کر لیا ہو۔ اول یہ کہ تامل کرنا چاہئے کہ اس دن میں تم سے کچھ خطا واقع ہوا ہے یا نہیں دوسرے یہ فکر کرنا چاہئے کہ کوئی نیکی حاصل کی ہے یا نہیں تیسرا یہ غور کی جائے کہ کوئی امر بباعث غفلت اور قصور کے تم سے فوت ہوا ہے یا نہیں۔ یاد کر کہ اصل میں تم کیا تھے اور بعد مرنے کے کیا ہو جاؤ گے کسی شخص کو تکلیف اور ایذا ۔ مت دے کہ جہان کے کام ناپائدار اور متغیر ہونے والے ہیں بدبخت وہ شخص ہے کہ عاقبت کی یاد سے غافل ہو ذلت سے باز نہ آئے اُن چیزوں پر تکبر نہ کرنا چاہئے جو کہ تمھاری ذات سے خارج ہیں اور مستحق لوگوں کے حال پر نیکی کرنے میں انتظار سوال کا نہ کر بلکہ قبل از سوال کے اُن کی مطلب براری کر اُس شخص کو حکیم شمار نہ کر کہ جہاں کی لذتوں میں سے کسی لذت پر خوش ہووے یا اس عالم کی مصیبت پر اضطراب کرے اور غمناک ہووے ۔ موت کو ہمیشہ یاد کر اور جو لوگ مرگئے ہیں اُن کی طرف دیکھ آدمیوں کی خساست بہت بیفائدہ گفتگو کرنے سے معلوم کر اور جو چیز اُس سے سوال نہ کریں اُس کے جواب دینے سے پہچان اور جاننا چاہئے کہ جو شخص کسی غیر کے حق میں شرارت اور بدی کا اندیشہ کرے تو اُس کی ذات نے بدی قبول کی اور مذہب اُس کا مشتمل شرارت پر ہوا پہلے بہت دفع دل میں سوچ لے پھر زبان پر لا اور پھر اُس پر عمل کر کہ حالات جہان کے متغیر ہونے والے ہیں تمام لوگوں کا دوست ہو زود خشم نہو کہ غصہ عادت تمھاری ہو جائے گا ۔ اور جو شخص آج تمھارا محتاج ہے اُسکی مطلب براری کل پر نہ ڈال کہ تمکو کیا معلوم ہے کہ کل کیا ہو جائیگا ۔ اب جو شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہو اُس پر مدد کر الا وہ شخص کہ اپنی بدعملی کی سزایں گرفتار ہو جائے جبتک شخاصمین کی بات تمھاری سمجھ میں نہ آئے اُنکے مقدمہ کے حکم کرنے میں دلیری نہ کر صرف باتوں سے حکیم نہونا چاہئے بلکہ قول اور تحمل سے ہونا چاہئے کیونکہ حکمت قولی دنیا میں ہی رہتی ہے اور حکمت عملی عاقبت کام آتی ہے ۔ اگر کسی نیک کام میں تم رنج اور تکلیف اُٹھاؤ گے تو رنج نہیں رہیگا اور نیک کام باقی رہیگا اور اگر فعل بد سے تم لذت پاؤ گے تو لذت نہیں رہیگی فعل بد باقی رہیگا ۔ اُس دن کو یاد کر جو تم کو پند دیں گے اور تم آلہ استماع اور کلام کرنے سے محروم ہوگے نہ سنو گے نہ کلام کر سکو گے اور نہ یاد کر سکو گے ۔ اور یقین کرکے

جانو کہ اُس مکان میں جاؤگے کہ جہاں نہ دوست کو شناخت کروگے اور نہ دشمن کو پس یہاں کسی کو ناقص اور ناکارہ تصور نہ کر اصل بات کی طرف دیکھ کہ تم وہاں پہنچوگے کہ جہاں صاحب اور غلام مساوی ہوں گے پس یہاں تکبر نہ کر اور ہمیشہ زاد راہ مہیا رکھ کہ تم کو کیا معلوم ہے کہ کب جہان سے کوچ ہوگا- اور جاننا چاہئے کہ نعمتوں آلہی سے کوئی چیز حکمت سے بہتر نہیں اور حکیم وہ شخص ہوتا ہے کہ جس کا فکر اور قول اور عمل برابر یکساں ہوں- بدلا نیکی کے ساتھ کر اور بدی سے پرہیز کر- ہر حال میں اپنے کام کو یاد اور حفظ کر اور سمجھ اور اپنے حال کی دریافت رکھ اس جہان کے بڑے کاموں میں سے کسی کام کے لئے دلتنگ نہو- کسی وقت میں سُستی اور کاہلی نہ کر اور نیکیوں سے تجاوز کرنا روا نہ رکھ اور کسی فعل بد کو تحصیل نیکی کے لئے سرمایہ نہ کر اور افضل امر سے باز نہ رہ کسی خوشی ناپائدار کے بدلنا نہیں چاہئے کیونکہ یہ خوشی دائمی سے بدلنا ہے- حکمت کا دوست ہو اور حکیموں کی بات سُن دُنیا کی ہوس اپنی ذات سے دور کر- آداب پسندیدہ سے پرہیز نہ کر- کسی کام میں قبل از وقت اُس کام کے مصروف نہو- جب تم کسی کام میں مصروف ہوو تو ازروے دانائی اور بصیرت کے مشغول ہونا چاہئے- دولتمندی پر غرور اور تکبر نہ کر- مصیبتوں کے سبب سے تنگی اور خواری کو اپنے پر روا نہ کر- دوست کے ساتھ ایسا معاملہ کر کہ حاکم کی احتیاج نہ پڑے- اور دشمن کے ساتھ ایسا معاملہ کر کہ حاکم کے نزدیک تم کو فتح ہو- اور کسی کے ساتھ کمینہ پن نہ کر- ہر ایک کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ- اور کسی متواضع کو حقیر سمجھنا نہیں چاہئے اور جس چیز کو تم خود نہ کرو اپنے بھائی کو اُس کے لئے ملامت نہ کر اور باطل چیز پر خوش نہو- اور بخت پر اعتماد نکر- نیک فعل سے پشیمان نہو- کسی کے ساتھ تمسخر نہ کر ہمیشہ خصلت عدل اور نیکیوں کی لازم پکڑنے اور قائم رکھنے پر مداومت کرنا تم نیک بخت ہو جاؤ- انشاء اللہ تعالے جاننا چاہئے یہ ہیں حکیم افلاطون کی نصیحتیں کہ جن پر ہم نے ختم کرنا کتاب کا چاہا بعد اس کے ہم قطع سخن کا کرتے ہیں خدا تعالے اپنے فضل و کرم سے سب کو توفیق نیکیوں کی تحصیل کی بخشے اور اُن امور کی طلب پر حریص کرے کہ جن سے اُس کی رضا حاصل ہو ؞

انہ لطیف المجیب والیہ المرجع والانیب

الحمد للہ علے نعمایہ واحسانہ وافضالہ

اخبار عام ایجنسی لاہور

اس ایجنسی میں فروخت کے لیئے وہ کتابیں رکھی جاتی ہیں اور رکھی جاوینگی جو اپنے خیال پر مفید ہوں گی بالفعل مندرجہ ذیل کتب اس ایجنسی میں فروخت کیلیئے رکھی گئی ہیں:

گوہر المصادر - قواعد فارسی کی عمدہ کتاب جسمیں علاوہ مصدر معنے حاصل مصدر مضارع وغیرہ وغیرہ کے بیان اوصاف مصدر بیان اُن الفاظ کا جو تلفظ میں یکساں اور معنی وغیرہ میں مختلف اور بیان معانی حروف تہجی اور انکی تبدیل وغیرہ درج ہے قیمت ۸ر

التجائے عاصی و تائب حقیقی عام لوگوں کے لئے نہایت سلیس عبارت میں طبغراد لمنشی نور الٰہی صاحب آزاد دین عیسوی کی کتاب نظم قیمت ۱ر بلامحصول

... سی حرفی اول و دوم کرشن لیلا

... قیمت ار

نامہ منتظر و شہر آشوب منتظر کلام لینڈت شیوناتھ صاحب تخلص منتظر چند غزلیات جدید کر بعد طبع دیوان اول کے حسب فرمایش احباب لکھی گئی ہیں قیمت ۴ر

رسالہ خواب جسمیں مختلف قسم کی خوابوں کا ذکر اور ان کی نسبت عام ڈاکٹروں کی رائے درج ہے قیمت ۴ر - بلامحصول

انشائے فارسی جسمیں مختلف رشتہ داروں کو فارسی میں خط لکھنے کے کئی کئی نمونہ دکھلائے گئے ہیں قیمت ۳ر بلامحصول

سیر و سیاحت یعنے سفرنامہ پنڈت گوپی ناتھ یہ وہ سفرنامہ نہیں ہے جو جنتری میں یا اخبار عام میں چھپا تھا بلکہ یہ وہ ہے کہ جو آجتک نہیں چھپا اور لاہور کشمیری نیشنل کلب کی خاطر لکھا گیا تھا قیمت ۴ر علاوہ محصول

دھرم رکھشا - شری پنڈت شردھا رام جی مہاراج سرگواسی کی تصنیف اردو زبان میں اردو خوانوں کے لیئے اس سے بہتر کوئی کتاب نہوگی کیا بلحاظ عبارت اور کیا بلحاظ خیالات نادر کتاب ہے اب دوبارہ نہایت عمدگی اور صفائی سے چھپی ہے پہلی کاپیاں سب فروخت ہو گئیں قیمت ۸ر

دیوان دلی رام - فارسی زبان میں فقیر مزاج صاحبان کے لیئے قابل دید

مجموعہ سوالات شرح رسالہ امتحان تحصیلداری و نائب تحصیلداری و منصفی پنجاب

امتحان قانونی میں جو مشکلات امیدواروں کو پیش آتی ہیں وہ مخفی اور پوشیدہ نہیں اُن کے فائدے کے لیئے رائے کنھیالال صاحب نے بڑی محنت اور جانفشانی سے اور بڑی احتیاط سے سوالات مع اخیرہ اسالہ تشریح کے پہلے ارادہ تھا کہ ان سوالات کے جواب یعنی ان کے مطالب درج کیے جاویں مگر چونکہ تغیر و تبدیل و ترمیم و تنسیخ قوانین سے ایسا کرنے سے فائدہ کا عموماً اور کبھی مناسب سمجھا گیا کہ صرف سوالات ہی کو طبع کیا جاوے امیدواران خود بمطالعہ قوانین رائج الوقت اُن کا جواب تحریر کر کے مستفید ہوں گے

اخبار عام

پنجاب کے دارالسلطنت لاہور میں روزانہ اور ہفتہ وار شائع ہوتا ہے

تجارتی اشتہارات - سرکاری اشتہارات عدالتوں کے نوٹس وغیرہ کیلئے

اول درجہ کا مفید ذریعہ

شرح قیمت روزانہ اخبار عام

موٹے کاغذ ڈمی پر سالانہ معہ محصول عـــہ
〃 〃 〃 بلا 〃 للعہ
ساوے کاغذ پر 〃 معہ 〃 عـــہ
〃 〃 بلا 〃 ســہ

شرح قیمت ہفتہ وار اخبار عام

سالانہ معہ محصول معہ ششماہی معہ محصول للعہ
〃 بلا 〃 صہ 〃 بلا 〃 ســہ
سہ ماہی معہ محصول عہ چار ماہی 〃 〃 ۱۲ عہ
ماہوار 〃 عہ ماہوار 〃 〃 ۱۲

اخبار عام اکیس سال سے جاری ہے بہت مدت گذری ہفتہ میں ایکبار چھپتا تھا - پھر دو دفعہ چھپنے لگا پھر بہت عرصہ تک ہفتہ میں تین بار چھپتا رہا اور اب اپنے قدر دانوں کی عنایت سے روزانہ چھپتا ہے - اُن اصحاب کی خاطر جو اخبار عام کی خریداری تو پسند کرتے ہیں لیکن نہ ہفتہ وار معہ سالانہ پر خرید سکتے ہیں اور نہ عـــہ پر روزانہ خریدنے کی طاقت رکھتے ہیں - مہتمان نے بڑی سوچ کے بعد یہ بھی قاعدہ بنا رکھا ہے کہ جس کی مرضی ہو روزانہ اخبار عام کا ایک نمبر - دو نمبر - تین نمبر ہفتہ میں خریدے یعنی دو روپیہ - چار روپیہ - یا چھ روپیہ سالانہ قیمت پر اخبار عام کے خریدار بن سکیں قیمت معہ محصول ڈاک ہے - اور جو لوگ لاہور میں رہتے ہیں وہ ایک روپیہ - دو روپیہ - تین روپیہ سالانہ پر بھی اسی طرح خریدار بن سکتے ہیں - لیکن یہ ایک پختہ قاعدہ ہے کہ :-

نئے خریداران کو درخواست کے ساتھ قیمت روانہ کرنی ہوگی

اخبار عام میں اشتہار چھپوانے کے لئے اُجرت کا تصفیہ مینجر کارخانہ اخبار عام سے دریافت کرنے پر معلوم ہوگا ٭

ہر ایک نامی شہر میں اخبار عام کی فروخت اور اشتہارات حاصل کرنے کے لئے ایجنٹوں کی ضرورت ہے کمیشن کا فیصلہ بذریعہ تحریر ہو سکتا ہے ٭

متر ولاس

ٹایپ کا عمدہ چھاپہ - کم قیمت مختصر - ناگری حروف
کا ہفتہ وار اخبار عمدہ سے عمدہ اور تازہ بتازہ
مضامین و اخبار ہر دیار و امصار سے پُر ہر ہفتہ
کے بُدھ کے دن مطبع متر ولاس لاہور سے شایع
ہوتا ہے + سالانہ قیمت معہ محصولڈاک عہ +
نمونہ کا فقط ایک ہی پرچہ درخواست آنے پر
بلاقیمت ارسال ہوتا ہے - دوسرا نمبر بلا وصولی
قیمت پیشگی کسی صاحب کے نام نہیں بھیجا جاتا +

مہتمم متر ولاس لاہور

پیپلز جرنل

ہندوستان میں چیدہ سے چیدہ اور مختصر سے
مختصر و دلچسپ واقعات کا اخبار دیکھنا چاہو تو
ہفتہ وار اخبار پیپلز جرنل خریدو + قیمت سالانہ
(للعہ) + نمونہ کا فقط ایک ہی پرچہ درخواست
آنے پر بلاقیمت ارسال کیا جاتا ہے + دوسرا
نمبر بلا وصولی قیمت پیشگی کسی صاحب کے نام
نہیں بھیجا جاتا + طلبا اور ریلوے کلارکوں سے
(عہ) ہر روپیہ قیمت لی جاوے گی + پانچ شخص
یا دس شخص ملکر خریدیں تو محصولڈاک میں رعایت
ہوگی +

مہتمم پیپلز جرنل لاہور

حضور ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی عالیشان شہنشاہی تصویر

سوا گز لمبی ایک گز چوڑی

یہ تصویریں جنکا اشتہار سال گذشتہ اخبار عام میں
چھپا تھا اور جنکی درخواستیں جمع ہوئی تھیں خاص طور
پر ولایت سے تیار ہوکر آگئی ہیں جن اصحاب کی درخواستیں
جمع ہیں اُن کی خدمت میں بذریعہ ویلیو پے ایبل
نہایت احتیاط کے ساتھ روانہ کی گئیں + اور جو صاحب
انکی خریداری کے شایق ہوں جلد مطلع فرماویں +
تصویریں بہت زیادہ نہیں آئیں جو جلد
فروخت ہو رہی ہیں لہذا اطلاع خریداری جسقدر
جلد آوے بہتر ہے + یہ تصویر نہایت عمدہ اور عالیشان
ہے اور خاص کاپی رایٹ سے ولایت میں تیار ہوئی ہے
امیروں اور شایقینوں کے کمرونکی سجاوٹ کیلیے ایک نادر زیور ہے
قیمت صہ محصول وغیرہ علاوہ + راقم مہتمم کارخانہ اخبار عام لاہور

تصویر رنگین ولایتی
نواب جناب سر جیمس لائل بہادر لفٹنٹ گورنر پنجاب

یہ تصویر خاص ہمارے انتظام اور فرمایش کے ساتھ نہایت
خوشنما طور پر ولایت میں تیار کیگئی ہے فوٹوگراف نواب
لاٹ صاحب بہادر کا یہاں سے روانہ کیا گیا تھا جسکے
مطابق رنگہاے گوناگون خوشنما رنگین جدول اور
بیل بوٹوں کے ساتھ ۱۲ انچہ لمبی اور ۸۱/۲ انچہ چوڑی
تقطیع پر تیار ہوکر یہ تصویریں اب یہاں پہنچی ہیں +
قیمت فی تصویر ؏ قرار دی گئی ہے + یہ تصویر
اس طریق پر تیار کرائی گئی ہے کہ بلا زائد چوکھٹہ لگانے
کے بھی حفاظت کے ساتھ آویزاں ہوسکے + وارنش دار
چھوٹی خوشنما تختیاں تصویر کے کھولنے لپیٹنے آویزاں
کرنے کے لیئے ساتھ ہی جڑوائی گئی ہیں جن اصحاب
کو شوق ہو منگوالیں +

راقم - مہتمم کارخانہ اخبار عام لاہور

نہایت مفید ادویہ

[تیار کردہ سادھو تلسی دیو]

مندرجہ ذیل ادویہ جن کے مجرب اور مفید ہونیکا تجربہ سالہا سال سے ہو چکا ہے برائے فروخت موجود ہیں + قیمت نقد آنے پر یا بذریعہ ویلیو پے ایبل روانہ ہونگی

سرمہ مفید آنکھوں کیلئے اکسیر آنکھوں کی قریباً تمام بیماریوں کیلئے مفید ہے پھولا جالا دھند غبار پانی آنا سب اس کا ٹی ہو جاتی ہیں + آنکھوں میں میل آنا سرخی وغیرہ صرف چند دن کے استعمال سے دور ہو جاتے ہیں قیمت فی ڈبیا (۶ ماشہ) عہ/ ایک درجن سے محصول ایک سے زیادہ ٹکٹ ۴ر + ہزاروں ڈبیاں اس سرمہ کی فروخت ہو چکی ہیں + اکثر خدا ترس اصحاب اس سرمہ کو مفت تقسیم کرتے ہیں + ایسوں کیلئے نرخ بہت ارزاں رکھا ہے یعنے عسہ کی سو ڈبی + لیکن اس نرخ پر عسہ روپیہ سے کم کا سرمہ فروخت نہیں کرتے +

بواسیر کی نادر دوائی یہ مرض کیسا تکلیف دہ ہے صرف وہی لوگ جانتے ہیں جو اسمیں مبتلا ہیں + یہ دوائی خونی یا بادی بواسیر دونوں کو دور کرتی ہے بہت بڑے بکس ہیں یہ دوائیاں بند ہیں ایک میں گولیاں اور دوسرے میں ایک قسم کا تمباکو خاص جڑی بوٹیوں سے تیار کیا گیا ہے اور جسکے استعمال سے سکھوں کو بھی کچھ اعتراض نہوگا بکس میں چالیس دن کی خوراک معہ تدبیر وغیرہ بند ہے صرف دو چار روز کے استعمال سے فائدہ معلوم ہوگا اور خدا نے چاہا تو پوری دوائی ابھی ختم بھی نہوگی کہ مرض معدوم ہو جاویگا + قیمت فی بکس عہ + چونکہ یہ دوائی بہت ہے اسلئے ۸ر محصول ہے +

سیتل چورن آجکل موسم گرمی کا ہے اُن اصحاب کیلئے جنہیں اکثر سفر میں رہنا ہوتا ہے یہ چورن اکسیر ہے موسم گرمی کے باعث تو امراض لاحق ہو جاتے ہیں مثلاً پیٹ کی سختی قبض دل کا گھبرانا آنکھوں کا لال ہو جانا پیشاب کا چیر کر آنا نرم سوزاک وغیرہ سب کو یہ چورن مفید ہے + ایک بکس میں تیس خوراک بند ہے جنہیں اسکا فائدہ آشکارا ہو گیا ہے وہ عموماً گرمیوں کے چار پانچ مہینے اس کا استعمال کرتے ہیں اور زندگی کے لوٹتے ہیں + قیمت فی بکس عہ محصول ۴ر +

تاپ تلی کی دوائی یہ گولیاں ایک ڈبی میں بند ہیں تاپ تلی ایسا مرض ہے کہ عموماً فیصدی ۸۰ اشخاص اسمیں مبتلا رہتے ہیں تھوڑی دیر کے مرض کو یہ دوائی جلد آرام کر دیگی لیکن جتنا پرانا مرض ہو اتنا ہی جلد استعمال بلا شک مرض کو رفع کریگا + علاوہ تاپ تلی کے یہ گولیاں ہاضمہ کیلئے بھی بہت مفید ہیں + قیمت فی ڈبیا عہ محصول ٹکٹ ۴ر +

تصویر لارڈ لینسڈون صاحب بہادر

[عالیجناب وائسرائے گورنر جنرل کشور ہند]

یہ تصویر ولایتی ہے - نہایت صاف اور رنگین بنی ہوئی ہے - اسکی بہت سی کاپیاں فروخت ہو چکی ہیں چند باقی ہیں قیمت فی تصویر ۵ روپیہ دس تصویروں کیلئے عہ محصول ڈاک معاف +

مہتمم کارخانہ اخبار عام لاہور

کشمیری کاغذ

اعلےٰ ترین قسم کا کاغذ جو حال ہی میں منگایا ہے +
قیمت فی دستہ (للعہ/) +

درخواست اس پتہ پر آوے - کارخانہ اخبار عام لاہور